

نشان منزل

پابندی صوم و صلوة



عبداللطیف خان نقشبندی

نہ دیا نشان منزل مجھے اے حکیم تو نے
مجھے کیا گلہ ہوا تجھ سے تو نہ رو نشیں نذر راہی

نشانِ منزل

پابندی صوم و صلوٰۃ

ایسی کتاب جس کے مطالعہ سے مسلمان
صوم و صلوٰۃ کا پابند ہو جاتا ہے

از
عبد اللطیف خان نقشبندی
ڈائریکٹر (ریٹائرڈ) محکمہ موسمیات لاہور

سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور

297.52 Abdul Latif Khan

Nishan-e-Manzil: Pabandi-e-Soam-o-Salat. - Lahore :Sang-e-Meel Publications, 1999.

309p.

1. Islam-Abadat. 2. Islam-Soam-o-Salat.
I. Title.

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ سنگ میل پبلی کیشنز/مصنف سے باقاعدہ
تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جاسکتا اگر اس قسم کی
کوئی بھی صورت حال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے

1999

نیاز احمد نے

زاہد بشیر پرنٹرز، لاہور سے چھپوا کر

سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور

سے شائع کی۔

تعداد — ۴۰۰۰

قیمت ۷۰/۰۰ روپے

ISBN: 969-35-0701-0

سنگ میل پبلی کیشنز لاہور

Sang-e-Meel Publications

25 Shorwar, e Pakistan (Lower Mall) PO Box 997 Lahore-54000 PAKISTAN

Phones: 7220100-7228143 Fax: 7245101

<http://www.sang-e-meel.com> e-mail: smpl@sang-e-meel.com

Know Urdu Bazar Lahore Pakistan Phone: 7667970

marfat.com

Marfat.com

اس کتاب کا احاطہ مضامین

مسلمانوں کو دین اسلام سے دور لے جانے والے عناصر کی وضاحت اور ان کا آسان حل اس کتاب میں پیش کرنے کے ساتھ پابندی صوم و صلوٰۃ حاصل کرنے کے آسان اور دلچسپ طریقوں پر گفتگو کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں حسب ذیل عنوانات قائم کر کے ان کو نہایت آسان اور دلنشین انداز میں بیان کیا گیا ہے جس کے مطالعہ کے بعد بیشتر لوگ اسلام کے بنیادی احکامات پر عمل پیرا ہونے لگتے ہیں :

- مسلمانوں کے اسلام سے دور ہونے کے متفرق وجوہات اور ان کا قرآن و حدیث کی روش سے حل۔
- ایمان کی تقویت کو حاصل کرنا اور مسلمانوں کے مادہ پرستی کی طرف میلان طبع کو نابود کرنا۔
- قوانین الہی کی صداقت سے متعلق مشکوک و شبہات اور بے یقینی کو رفع کرنا۔
- یقین، عمل سیم، ایمانیات اور دیگر اسلامی ضروریات کی اہمیت کو واضح کرنا۔
- ان چھ نکات کی وضاحت جو مسلمانوں کی کمزوری کا باعث بنتے ہیں اور اگر ان سے متعلق کسی کو دافراگہی ہو جائے تو وہ کس طرح باہل مسلمان بن سکتا ہے ؟ وہ نکات یہ ہیں :
 - (i) ایمان باللہ (خدا کی ذات پر ایسے عقلی، قرآنی اور مشاہداتی دلائل قائم کرنا کہ خدا سے تعالیٰ کی نافرمانی مستور نہ ہو سکے اور یہ کہ سائنس نے خدا کے ہونے کے ثبوت ہم پہنچائے ہیں)۔
 - (ii) کائنات کی تخلیق کا مقصد کیا ہے اور یہ تخلیق کیسے اور کن مراحل میں ہوئی ؟
 - (iii) انسان، فرشتے اور ابلیس کے مقامات کی وضاحت اور طاغوتی طاقتوں کا مقابلہ کرنے کے طریقے۔
 - (iv) اسلام کیا ہے اور ہم سے کیا چاہتا ہے اور ارکان نماز کا باقی ارکانوں سے زیادہ اہم ہونے کی وجہ سے۔
 - (v) اسلام دشمن عناصر سے آگہی اور ان کی مدافعت کے آسان طریقے۔
 - (vi) باہل مسلمان بننے کے سہل نکات جن کے ذریعے اسلام کی ضروریات کی پابندی ہو سکے۔
- نمازی کیوں بیرون بیٹھتے ہیں؟ پیشانیوں، زانوں، بلاؤں و باطن غربت، نعلی اور دنیاوی عذابوں سے محفوظ رہنا۔
- نماز کی راہ میں حائل مشکلات اور ان کا مؤثر حل کہ ہر کوئی آسانی سے نمازی بن سکے۔
- امت مسلمہ کو اپنی اصلاح، اسلاف کی پیروی، قرآن اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فراغ ممکن نہیں۔

ب

انتساب!

بنام

حضور پر نور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

و

جملہ خواجگان نقشبند

از حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تا خواجہ و مخدوم من قبیلہ
حضرت علامہ علاؤ الدین صدیقی علیہ السلام، ستارہ نشین،
دربار نیرماں شریف، تراڑ خیل آزاد کشمیر۔ اور اس فقیر کے
درویش والدین رحمہم اللہ علیہما جن کی فیض رس نگاہوں نے
مجھے ملت و قوم کی خدمت کے قابل بنایا۔

خادم الفقراء

عبد اللطیف خاں نقشبندی

marfat.com

Marfat.com

اظہارِ شکر

وہ علماء و فضلاء، محسنین و مشفقین اور محبتیں جنہوں نے پاکستان اور سیر دنی
ممالک سے اس کتاب کی تدوین و ترتیب میں مصنف کی مدد فرمائی ہے، مصنف اُن تمام
حضرات کا تہ دل سے ممنون ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُن کے لیے نیک جزا کا ملتی ہے۔
اُن تمام کرم فرماؤں کا ذکر تو اس جگہ کرنا ممکن نہیں جنہوں نے اس کتاب
کی تکمیل میں تعاون کیا ہے، تاہم ان میں سے بالخصوص

عاصم مجید خان نقشبندی اور خلیفہ شیخ فضل حسین نہایت بلند پایہ خراج تحسین کے مستحق ہیں۔
خدا شے تعالیٰ انہیں ان کی نیک خدمات کے صلہ میں دارين کی سعادتوں سے سربلند و سرفراز

فرمائے۔ آمین! کتاب کے مطالعہ کے لیے اشارات

۱۔ وہ مضامین جو قارئین کی خصوصی توجہ کے طالب ہیں ان عبارات کے دائیں طرف حاشیہ
پر ایک لکیر کھینچی گئی ہے، بعض مقامات پر توجہ طلب سطوروں کے نیچے بھی لکیر کھینچی
گئی ہے۔ وہ سرخیاں جن کا پورے کا پورا مضمون خاص اہمیت کا حامل ہے ان کے
دائیں جانب ایک چھوٹی سی لکیر موجود ہے۔

۲۔ قارئین اپنی معلومات اور یادداشت کے لیے مخصوص عبارات پر نشان لگائیں تو انہیں
ثانوی مطالعہ میں مدد ملے گی۔

۳۔ اس کتاب کو خود پڑھنے کے بعد بالائے طاق نہ رکھا جائے بلکہ اپنے بچوں اور دوستوں
کو پڑھنے کے لیے دیتے رہیں۔ اس کا اجر بھی آپ کو ہی ملے گا۔

۴۔ کچھ صاحب استطاعت لوگ اگر خواہشمند ہوں تو اس کتاب کی مزید اشاعت کروا کے سستے
داموں تقسیم کریں۔ مصنف کی اجازت بہر حال ضروری ہوگی۔

۵۔ اہل حکومت اور صاحب ثروت لوگوں سے اپلی سہ کمتین اور پانچ روزہ درسوں کا سلسلہ
جاری کروائیں کیونکہ اس کتاب میں بیان کردہ طریقہ بہت موثر ثابت ہوا ہے۔

فہرست

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۷	اس دور کی مشکلات کا حل	۱	حمد و ثناء از مصنف
۲۸	دنیاوی مشکلات کا حل	۲	نعت رسول مقبول ﷺ
۲۸	۱۔ اللہ کی نافرمانی سے توبہ	۳	منقبت علیؑ
۲۹	۲۔ رجوع الی اللہ	۴	تاثرات از علامہ ملاؤ الدین صدیقی مدظلہ
۳۱	۳۔ انعامات الہی کی محرومی سے بچو		اس کتاب کی امتیازی حیثیت
۳۱	۴۔ اپنے کام میں کمال حاصل کرو	۵	از عبدالمجید خان
۳۲	۵۔ وظائف کو اختیار کرو۔	۷	غرض تالیف - از مصنف
۳۳	دینی مشکلات کا حل	۹	تقدیم از مفتی محمد خان
	مختصر قرآن کی روشنی میں	۱۲	تبصرہ از پروفیسر مظفر مرزا
۳۵	یقین	۱۸	پابندی محکم کیلئے ایک آسان اور آزمودہ طریقہ
۳۶	جہاں یقین نہیں مل بھی نہیں	۱۸	غایت تحریر
۳۸	یورپ بے یقینی کی جانب	۱۹	قابل توجہ آغاز
۳۹	عمل کیفیت علم سے صادر ہوتے ہیں	۲۱	دین سے دوری کیوں؟
۳۹	خدا کی پہچان کیلئے بنیادی علوم	۲۱	امام غزالیؒ کا انکشاف
۴۰	ایمان باللہ اور ایمان کی قسمیں	۲۱	صرف دنیا کا ہر مہتاب بے دینی ہے۔
۴۳	تصدیق بلا اتباع ضلالت ہے	۲۲	بے دینی کی تاریکی و جہالت
۴۵	اللہ تعالیٰ کی پہچان کے لیے براہین (دلائل)	۲۵	۔۔۔ عصری
	۱۔ اثبات حق کے عقلی دلائل	۲۶	کہاں سے آئے خدا لا الہ الا اللہ
۴۶	(۱۵ دلائل منع تفصیل)	۲۷	تصویر درود

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۰۸	انسان کن باتوں پر قادر ہے۔	۵۱	بے اثبات ذات حق کے قرآنی دلائل
۱۱۰	روح کیا ہے		(۲۱ دلائل مع تفصیل)
۱۱۱	انسانی روح اگر چاہے	۶۶	ج۔ اثبات حق کے فلسفی و مشاہداتی دلائل
۱۱۱	تو ہر شے سامنے آجاتی ہے		(۹۱ دلائل مع تفصیل)
۱۱۱	نفس اور شیطان	۸۲	تخلیق کائنات
۱۱۲	نفس	۸۴	مقصد تخلیق
۱۱۵	خلیفہ کے کہتے ہیں؟	۸۶	تخلیق کمپیوٹر کی تحقیقاتی روشنی میں
۱۱۶	سراسر عبادت مقصودِ خلافت نہیں۔	۸۸	ہر شے اللہ کی فرمانبرداری ہے
۱۱۷	جبریل آدم پر رشک کرتے ہیں	۸۹	نعتوں کا نافرمانی میں خرچ
۱۱۸	مسجدِ طائف آج کیوں رسول ہے؟	۹۱	تخلیق آدم
۱۱۹	ابلیس (قصہ آدم کو زمینیں کر گیا کس کا بہن)	۹۱	قصہ آدم کا خلاصہ
۱۱۹	زمین پر عزازیل کا کارنامہ	۹۵	قرآن میں قصہ آدم کا ذکر
۱۲۰	شیطان کی بحث	۹۷	پیدائش آدم
۱۲۱	ابلیس کے اختیارات	۹۹	روحوں کا وعدہ الست
۱۲۳	شیطان کس پر حملہ کرتا ہے	۱۰۰	حضرت عثما کی پیدائش
۱۲۴	بندوں کی شیاطین پر گرفت	۱۰۰	فرشتے
۱۲۵	ابلیس کے متعکدے	۱۰۱	فرشتوں کی اقسام
۱۳۱	آدم کا جنت سے نکلوانے کا واقعہ	۱۰۱	سجدہ آدم کی غرض کیا تھی
۱۳۲	دام کا ناخطا بد اجتہادی تھی	۱۰۲	علم الاشیاء سے مراد
۱۳۳	اولادِ آدم کو نصیحت	۱۰۳	فساد کے ساتھ علم داگہی
۱۳۳	آدم کی معافی	۱۰۵	آدم کا علم دیکھ کر فرشتوں کا وجہ
۱۳۴	آدم کا اعتراف اور ابلیس کی سرکشی	۱۰۶	بمائے اعمال میں ارادہ الہی کا دخل

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۶۳	ابتلاء (مومن کی آزمائش)	۱۳۵	آدم کا نازل دنیا
۱۶۳	حکمت ابتلاء	۱۳۶	آدم اور ابلیس کی اللہ سے گفتگو
۱۶۵	مسلمان کی زندگی ایک آزمائش ہے	۱۳۷	اسلام
۱۶۵	یہ دنیا مقامِ ابتلاء ہے	۱۳۸	اسلامی نظریات
۱۶۷	آزمائش ایک کڑا امتحان ہے	۱۴۰	مذہب سے دوری
۱۷۰	محمد و علیہ الرحمہ کا تصورِ ابتلاء	۱۴۱	دشمنانِ اسلام کا منصبِ اولین
۱۷۲	جفا طلبی مسلمان کا شیوہ ہے	۱۴۱	غیر اسلامی زندگی کی تباہ کاریاں
۱۷۴	قرآن کا اندازِ ابتلاء	۱۴۲	بے عملی اور اس کا سدِ باب
۱۷۵	بلند مقامات کیلئے آزمائش لازم ہے	۱- دنیا دارِ العمل ہے	
۱۷۸	بڑے کام بڑی قربانیاں	۲- عمل اور قوتِ عمل	
۱۸۰	تشنگانِ راتشہ ترکِ دنِ رداست	۳- معرفتِ اعمال	
۱۸۲	نیاں نعمتوں کی بیشِ خیمہ میں	۴- قیامت کو انسانی اعمال مشکل ہونگے	
۱۸۳	کسی کو چوں چرا کی مجال نہیں	۵- عمل ایک سواری ہے	
۱۸۵	مولانا رومؒ کا نظریہِ ابتلاء	۶- ترفیقِ عمل	
۱۸۸	پابندیِ صوم و صلاۃ کا طریقہ کار	۷- ریاضتِ عمل	
۱۹۰	اہمیتِ نماز	۸- بے عملی میں قوموں کی موت	
۱۹۰	تعارفی حروف	۹- جوہرِ عمل	
۲۰۰	نمازی کے امتیازی اعزاز	۱۰- اقبال کا پیغامِ عمل	
۲۰۰	نمازیں ۱۰ خصوصیات	۱۱- چوں می گویم مسلمانم بلزوم	
۲۰۱	نماز کے فضائل	۱۲- کلمہ توحیدِ عمل کا معاہدہ ہے	
۲۰۳	نمازیں دونوں جہانوں کی نجات	۱۳- مومن سے زمین و آسمان لرزتا ہے	
۲۰۴	دو رکعت نماز کی حیثیت	۱۴- غم اللہ کی طرف سے ہیں ان سے نفرت ذکر	

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۳۳	۳۔ نماز میں اختصار پر نظر ہے	۲۰۴	نمازیوں کے لیے خاص منایات
۲۳۴	۴۔ جو نماز رہ جائے اسکی قضا ضرور ادا کی جائے۔	۲۰۵	اپنی نماز کو شیطان سے بچائیں
۲۳۴	نمازوں کی ہمیشگی اور بہتری کے لیے	۲۰۶	قرآن میں نماز کے فضائل و تاکید
۲۳۵	گشتہ این مصر	۲۰۷	احادیث میں نماز کا مقام
۲۳۷	بوذر و سلمانؓ کے مسجد سے اب کہاں	۲۰۹	نماز میں نماز کی محرومیاں اور سزائیں
۲۳۸	خوگر غلامی سے مسجدوں کی اُمید کہاں	۲۱۰	بے نمازی کی پندرہ سزائیں
۲۳۹	دشمنان اسلام کی نمازیوں سے خصامت	۲۱۱	۱۰ امتیازات جو صرف نمازیوں کو ملتے ہیں
۲۴۰	ٹھیک ٹھیک نماز ادا کرنے کا طریقہ	۲۱۲	(بارہ امتیازات کی تفصیل)
۲۴۱	۱۔ امتحانِ خویش	۲۱۳	اپنی نماز کو مطلوبہ معیار پر لائیں
۲۴۲	۲۔ نماز کے آداب کا لحاظ رکھنا	۲۱۴	نماز میں کوتاہی کیوں ہوتی ہے
۲۴۳	۳۔ حقوق العباد اور معاملات کی درستگی	۲۱۵	آؤ کہ محبت کا جنوں پیدا کریں
۲۴۴	۴۔ ناموس اسلام کا پاس رکھنا	۲۱۶	روحِ اوجہم میں ہم آہنگی کی ضرورت
۲۴۵	۵۔ اخوت کی پاسبانی	۲۱۷	پابندی نماز کی راہ میں رکاوٹیں
۲۴۶	پابندیِ صوم	۲۱۸	۱۔ علمِ نافع سے محروم رکھنا
۲۴۷	صیام کے معنی	۲۱۹	۲۔ ذوقِ عمل کا التواء
۲۴۸	ماہِ رمضان	۲۲۰	۳۔ تکبر کی ہلاکت میں گرفتار کرنا
۲۴۹	رمضان کی وجہ تسمیہ	۲۲۱	۴۔ کبر یا شرکِ خفی میں الجھنا
۲۵۰	شہر کی وجہ تسمیہ	۲۲۲	نماز جاری کرنے کیلئے نہایت
۲۵۱	عظمتِ رمضان	۲۲۳	ضروری نکات
۲۵۲	قرآن میں ماہِ رمضان کے احکامات	۲۲۴	طریقہ کار
۲۵۳		۲۲۵	۱۔ نماز کی اہمیت کو سمجھنا
۲۵۴		۲۲۶	۲۔ شیطان کی بات نہ سننا

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۸۲	۱۔ خدائے انسان کو اپنی محبت کے لئے کھانا کھا کر	۲۵۱	سابقہ اُمتوں کے روزے
"	۲۔ بندے کو خدا سے وفا کے بغیر چارہ نہیں	"	اسلام میں روزہ کی ابتدا
۲۸۳	۳۔ ایک قدم بغیر اطاعت دروغ گوئی ہے	۲۵۲	روزے کی غایت تقویٰ ہے
۲۸۴	۴۔ دنیوی عیش کی خاطر خدا سے منزموں	۲۵۳	روزے کی سخت ریاضتوں کا اثر
	لیتے ہر		وہ رحمتیں جو فقط رمضان کا خاصہ ہیں
۲۸۵	۵۔ جو خدا کو بھلا دے خدا اس کو عہدہ دیتا ہے		(نزولِ قرآن، لیلۃ القدر، مغفرتِ عامہ)
۲۸۶	۶۔ قیامت کے ہونا ک منظر سے بچاؤ۔	۲۵۴	اعتکاف کا ذکر اور شفاعتِ (رمضان)
۲۸۷	اس سے زیادہ بد بختی اور کیا ہوگی		روزے کی غنی حکمتیں
۲۸۸	ایک اچھے مسلمان کی صفات		(روحِ جسم اور نفس کی تطہیر، بیماریوں کا
۲۸۹	آئیے ذرا دنیا کی حقیقت پر غور کریں		علاج، بھوک کے بے بہا کمالات اور
۲۹۰	۱۔ انسانِ فطرت بہتات کو چاہتی ہے		متفرق حکمتیں) ماہِ رمضان کے چند امتیازات
۲۹۱	۲۔ حقیقت دنیا حضرت عہد کی نظریں	۲۹۸	روزہ کے دروازوں کا بند ہونا،
۲۹۲	۳۔ اپنی لبا سے زیادہ کی اُٹنگ		ابلیس کا قید ہونا، اعمال کے اجر میں
۲۹۳	اپنے اسلاف سے کچھ تو سیکھیں		اضافہ، قبولیتِ دعا، رحمت کا گھر گھر
۲۹۴	اسلاف کی ایک مثال		آنا اور حیات میں اضافہ وغیرہ)
۲۹۵	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روٹے کھڑے	۲۹۹	سائل روزہ
۲۹۶	کر دینوالی ایک روایت	۲۹۹	پابندیِ صوم کے چند نکات
۲۹۷	مسلمان کیلئے قرآن سے فراغ ممکن نہیں	۲۹۸	امتِ مسلمہ کی اصلاح کی طرف
۳۰۰	عشقِ رسولؐ کے سندر میں خود کو سمول		مثبت اقدام
"	پابندیِ صوم و صلوٰۃ	۲۹۹	زندگی کے حقائق کو پہچانے
۳۰۳	وَلَوْ بِكَ فَاَصْبِرْ	۲۸۱	چند اسرار کی کشود
۳۰۵	خدا کے نزدیک دنیاوی بھلائی جو مدینِ حق	۲۸۲	ایک انسان کو سب سے اعلیٰ مخلوق نہیں بنایا

حمد و ثنا

از مصطفیٰ

لائقِ حمد و ثنا ہے خالقِ یکتا کی ذات
جس نے کی ہے وقفِ عشقِ مصطفیٰ یہ کائنات

حمد پھر بے حد کہ ہم کو امتیٰ اُسکا کیا کرم پر جس کے ہیں جن و بشر، ارض و فلکیات
ہم درود اُن پر پڑھیں ہم اسکے بھی لائق نہیں آپ ہی بھیجیں رسولِ پاکؐ پر یارب صلوات

استقدر محبوب کی محبوب ہے تجھ کو ادا
تو نے اُسوۂ محمدؐ کو کہا اب حیات

مصطفیٰؐ دیباچہ میں متنِ کتابِ ذات کے اور یہ عالم ہے تُو لَکَ بِنا کی باقیات
تیرا محبوبِ مکرم تیری رحمت کا امیں اُسکے ہیں زیرِ تصرف، ممکن و ناممکنات

جن کی اک نظرِ کرم سے سب جہاں بدلا گیا
اُن کے عاشق توڑ دیتے ہیں طلسمِ سومات

آج بھی اُن کی رسالت سے فضا میں تازہ ہیں دُے ہیں آج بھی مُردہ دلوں کو وہ حیات
لازم و ملزم ہیں عشقِ نبیؐ، عشقِ خداؐ اِس لیے کھلتی نہیں بنِ مصطفیٰؐ اللہ کی بات

اُلفتِ حق ہے اگرچہ ہر رگِ جاں سے عزیز
ہم پر ہیں ہر شے سے بڑھ کر مصطفیٰؐ کے واجبات

عمرِ باکرِ سجْدِ ریزی میں گذر جائے لطیف اِس سے بہتر میں نبیؐ کی اک نظر کے التفات

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

آخر اپنے عاشقوں کا آپ رکھتے ہیں بھر

آپ ہی شاہِ عرب ہیں، آپ ہی شاہِ عجم
آپ کی تعریف، حسنِ خو، کمالِ اختیار
نامِ اللہ ہے جہاں ہے آپ کا بھی نام پاک
بارے رحمت، بخششِ حق، منبعِ جود و کرم
ہوں بیاں کیا قاصرِ تحریر سے اس قلم
ہر عبادت میں سے شامل نامِ نامی بیشِ کم

سب سے پیارا آپ کا روضہ ہے روضے کی قسم
سبز گنبد کی قسم، اس کے نظاروں کی قسم
آپ کے گنبد کی پرچائیں نہ ہونے کی قسم
ہے رسالتِ آج بھی زندہ بہ ایں جاہ و قسم

معرفت کے میں خزینہ، کعبہ اسرار آپ
روزِ عشرِ نفسا نفسی جب پکاریں گے نبی
آپ کے صدیق کو دیکھے گی جب ذاتِ خدا
حرمِ کعبہ ہے گرجہِ عظمتِ حق کے سبب
بندگانِ امتِ سرکار کی ہے کسی شان
اولیا امت کے جیسے انبیاء کے ہم نشین
آپ کے در سے ملا جو ملا، جب بھی ملا
آپ کے در پہ میں خزیو، کعبہ اسرار آپ
آپ ہی اٹھیں گے لیکن عام بخشش کا علم
سرد ہو جائیگا قہرِ باری تعالیٰ ایک دم
مانتا ہے آپ کی حرمت کو اللہ کا حکم
حق نے بخشا ان کی نظروں کو سیاحتی کام
آپ کی امت اسی باعث ہوئی خیرِ الائم
آخر اپنے عاشقوں کا آپ رکھتے ہیں بھر

عمر بھر میں آپ کی امت کی خدمت میں رہا
کھا گیا سرکارِ فخر کو آپ کی امت کا غم

رات بھر روتی رہے امت کے غم میں حریف
رشتہ کوڑکیوں نہ ہو جائے پھر ان آنکھوں کا غم

مفتی محمد رفیع الرحمن صاحب دفتار

رفت ہجری می دال بہ کیت؟
مصطفیٰ را عشق، او را زندگیست

یاوِ او سرایِ ہر دو ہماں
عاشقانِ را نامِ او وردِ زباں

بود ذکر حق به هر هر مونس او
جز عسده او نه دارد رنگ و بو

نام تو موصوف با اسم علی
زانکه تو داری به او نسبت علی

تو فروزی اولیا را مشعل
نقش پائے تو حیاتِ کامے

صرف کردی در طریقت عمر خویش
از تو نده شد طریقت بیش بیش

اُن مقامِ عشق کہ وادی عیاں
یک جانِ زہد می بینم در اُن

قوم را غم خوردیم تو روز و شب
 جاد تو دی روز نشد بے سبب

در کلمات تو می بینم قلموس
جید تو، لایب، خدمت را فصوص

زندگی کردی، نشان خلق تو
غازی اسلام، صاحب ذلق تو

از تو کفر بندیاں شد پاش پاش
از محاببت کفر محوید بت تراش

ایں ہمہ کارے بہ حُسنِ ذاتِ تو
ما مِلا نِیمِ از برکاستِ تو

عمر با مردہ و آساید نحیف
یک علی بحوری می باید لطیف

تاثرات

زیر نظر کتاب کے مؤلف و مصنف پیر عبد اللطیف خان نقشبندی دینی و دنیاوی تعلیم کے زریعہ سے آراستہ، اخلاق و اخلاص اور شریعت و طریقت کے اعتبار سے ایک جامع شخصیت کے حامل ہیں۔ آپ نے کتاب کو ثمری بالغ نظری اور دقیق فکر سے آراستہ کر کے طالبینِ راہِ حق کے لئے جو آسانیاں فراہم کی ہیں اس کے لئے آپ انتہائی تحسین کے مستحق ہیں۔

مصنف موصوف ایک طویل عرصے سے تبلیغی فریضہ کی انجام دہی میں کامیابی کے ساتھ مصروف ہیں۔ آپ نے اسلام کو سمجھنے کے لئے اس کتاب میں بہت ہی دلچسپ اور قابل تسلیم معلومات فراہم کی ہیں۔

مؤلف نے اس کتاب میں عبادت کا شوق پیدا کرنے میں ایک خاص طریقہ اختیار کر کے ملت کے خفقہ مزاجوں کو حسن و خوبی کے ساتھ بیدار کر کے عمل زندگی گزارنے کے لئے آمادہ کیا ہے مسلمانوں کو عبادت کو دارِ تعمیر سیرت اور حسن اخلاق کے جوہر سے مزین کرنے میں بڑی حسین تدبیر سے کام لیا گیا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی عمر دلاتے کرے اور فیضان میں وسعت قائم رہے۔

علامہ علاؤ الدین صدیقی نقشبندی

مورخہ ۲ محرم ۱۴۱۳ھ

سجادہ نشین، دربارِ نیریاں شریف

مطابق ۳ جولائی ۱۹۹۲ء

تراڑ خیل (آزاد کشمیر)

اس کتاب کی امتیازی حیثیت

مسلمانوں کے افراد کے اور ملک گیر اصلاح کے راہ

مصنف نے عام مسلمانوں کے دین اسلام سے دور ہونے کی وجوہات کا جائزہ لیا اور اس کی راہ میں حائل شدہ عصری مشکلات، شدید نفسانی مزاحمت اور ماحول کی معنی خیز رکاوٹوں کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ایک ایسا طریقہ وضع کیا ہے جس کی مدد سے اب ہر مسلمان نہایت آسانی سے سچا اور پکا مسلمان ہونے کی سعادت حاصل کر سکتا ہے۔ مصنف نے ایک طویل عرصے سے مختلف مقامات پر لوگوں کے اجتماعات کا اہتمام کیا اور ہر مقام پر تین یا پانچ روزہ درسوں کو دلچسپ، گہنہ روزانہ کی مدت کے لیے، جاری کیا، جس کے نتائج بہت حوصلہ افزا ثابت ہوئے اور ہزاروں لوگ رشد و ہدایت کی راہ پر چل نکلے۔ یہ کتاب ان پانچ روزہ درسوں میں بیان ہونے والے مضامین کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اس کی اشاعت اس نیت سے کی جا رہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ مسلمان اس سے استفادہ کر سکیں۔ اس کتاب کا ہدیہ اس کے لاگت سے بھی بہت کم رکھا گیا ہے۔ تاکہ ہر کوئی اسے خرید سکے۔

مذکور بالا درس آج بھی آپ کی رہائش گاہ اور دیگر مقامات پر دیئے جاتے ہیں جن میں جدید اور سائنٹیفک طریقے پر اسلام کے مختلف موضوعات کی وضاحت کی جاتی ہے اور اس کے سننے والے نہ صرف اسلام کے مختلف حقائق سے روشناسی حاصل کرتے ہیں بلکہ دالہانہ محبت کے ساتھ رشد و ہدایت کی راہ پر چلنے کے لیے بیقرار ہو جاتے ہیں۔ درسوں کے اس تجرباتی تسلسل کے بعد یہ محسوس کیا گیا ہے کہ عام مسلمانوں کو اسلام کے بلند پایہ کمالات اور وسیع تر قوتوں کا اندازہ اس وقت تک ہونا ممکن نہیں جب تک ان تمام خوبیوں کو دل نشین انداز میں ان پر بیان نہ کیا جائے جو کہ اسلام میں رکھی گئی ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں کی بھاری اکثریت

نورِ اسلام کی رنگینیوں کو دیکھنے سے عمر بھر اس لیے محروم رہتی ہے کہ تمام اسلامی ممالک میں مع
ابلاغ بہت محدود اور غیر تسلی بخش ہیں۔ جب تک حکومت یا مہتمول افراد کے تعاون سے اسلام کے
متعلقہ علوم اور حقائق کو عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ مسلمانوں پر واضح کرنے کا انتظام نہ کیا
جائے اس وقت تک بے چارہ مسلمان نام کا ہی مسلمان رہے گا اور پوری دنیا کی قوموں سے
پشتا ہی رہے گا۔

اسلامی معلومات کو دلچسپ طریقے سے بہم پہنچانے کے علاوہ ان تین اور پانچ درجہ
درسوں کا تسلسل اس لیے بھی ضروری خیال کیا جاتا ہے کہ لوگوں کے دلوں سے شیطانی اثرات
کو کم سے کم عرصے میں دور کیا جاسکے۔ مسلمانوں کے ایمان کی یہ درستی مروجہ طویل وقفوں میں رک
رک کر دیئے جانے والے درسوں سے ممکن نہیں۔ ان درسوں کی کامیابی کی ایک اہم وجہ یہ بھی
ہے کہ اس طریقے میں "قال" کو رونق بخش 'حیات بخش اور گراں مایہ' "حال" میں اس طرح
تبدیل کیا جاتا ہے کہ ہر سامع ایک قابل تحسین اور جواں تر دلولہ لے کر اٹھتا ہے۔ دلوں میں پیدا
ہونے والا یہ حال اگر کسی کو میسر آجائے تو اس میں تعمیرِ خلاق، اصلاحِ عقائد، تعبیرِ اعمال،
تزکیہ نفس اور دیگر صفات کا حاصل ہونا یقینی ہو جاتا ہے۔ ایسے صاحبِ حال لوگ کچھ عرصہ
میں تو یقیناً، فراست، اسلامی یگانگت اور بہم قوت عمل کی دولت سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔
یہی وہ طریقہ ہے جس کے ذریعے اسلام سے بھٹکے ہوئے لوگ چند دنوں ہی میں نئی لگن اور
مزاج میں پاکیزہ زندگی کا ذوق پیدا کر کے وصلِ الہی کی منزل سے بھگنار ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے
بعض لوگ جو نورِ طریقت سے خود کو منزق کر رہے ہیں وہ اپنے ماحول میں ذوقِ ایمانی کے جلوے
بکھیرنے لگتے ہیں:

فَمَنْ شَاءَ اتَّخِذْ إِلَىٰ رَبِّهِ مَآبًا ۖ وَجْهٌ كَاجِبٌ ۚ فَإِنْ كَانَ يُدْرِكُ الْفُؤَادَ لَأَلْهَمَ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخِذْ إِلَىٰ رَبِّهِ مَآبًا ۖ وَجْهٌ كَاجِبٌ ۚ

اپنا ٹھکانا بنالے۔ (النبا: ۳۹)

اگر اس طریقے کو وسیع پیمانے پر رائج کیا جائے تو قلیل عرصے میں ملک گیر اصلاح ممکن ہے۔
اہل حکومت اور اہل ثروت لوگ توجہ فرمائیں۔ دیکھیں یہ سعادت کس کو حاصل ہوتی ہے!

عبد المجید خان

طرزی اکاؤنٹنٹ جنرل اور پاکستان

marfat.com

Marfat.com

غرض تالیف

امت مسلمہ جس غربت کی حالت سے گزر رہی ہے وہ عصر حاضر کے رہنے والوں سے پوشیدہ نہیں۔ یہ وہ وقت ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں محبت اسلام کی آخری چنگاری بھی سرد ہوتی جا رہی ہے۔ دنیا کے مال و دولت کی محبت، جاہ و حشمت کی رغبت، شہرت و کرسی کی طلب، نام و ناموس کی حسرت، آرام و آرائش کی چاہت نے لوگوں کو دیوانہ بنا رکھا ہے اور جسے بھی دیکھو وہ حصول مال و زر کی دوڑ میں سرگرداں ہے۔ لوگوں نے کامیابی کا معیار، مال اور آسائشوں کی فراوانی کو قرار دے رکھا ہے اور اس کے حصول کی انتھک کوششوں کے باوجود لوگوں میں مسلسل تنگی، پریشانی، تشویش، تذبذب، خوف اور مصائب میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے بلکہ ہر روز نئی نئی مشکلات، بیماریاں اور پریشانیاں ان کے سر پر منڈلاتی نظر آتی ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ مسلمان ان مصائب سے بے حد بدحواس ہو چکے ہیں اور انہیں اس بات کا معمول سا احساس بھی نہیں رہا کہ ان تمام مشکلات کا حل ان کی طلب دنیا کی دوڑ و دوپ میں نہیں بلکہ ایک ایسا زود اثر نسخہ کیمیا کے استعمال میں ہے جسے ان کے خالق نے تخلیق کائنات سے پہلے ہی تجویز کر دیا تھا یعنی ۔

باتو ما سازیم، تو با ما بساز (ہم تمہارے ساتھ ملافت کرتے ہیں تم ہمارے ساتھ موافقت کرو) مسلمانوں کی تمام مشکلات اور مصائب کا ایسا حل، بالتفصیل اس کتاب میں دے دیا گیا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و اولیائے کرام کے ذریعے ہم تک پہنچایا ہے۔ اس پیش کردہ حل کو ہنچھٹے قرطاس پر لانے سے بہت عرصہ پہلے نہایت کامیابی کے ساتھ ہزاروں لوگوں پر آزمایا جا چکا ہے۔ یہ بات یقین کا حل کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اس سے زیادہ آسان، موثر اور زود اثر نسخے کا ابھی تک کسی کی نظر میں آنا شاید اور بایں ہی ہو۔

وہ سنہری اصول جو اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے یہ ہے کہ جو شخص خدا کی بادشاہت میں مسکھ کی زندگی بسر کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے رب کو راضی کر لے

قارئین خدا کو راضی کرنے کے الفاظ سے یہ غلط تاثر ناخذ کریں کہ آپہیں سخت ریاضتوں، عبادتوں یا مجاہدوں کے لئے آمادہ کیا جائے گا۔ یہ سخت مجاہدات تو صرف اولیائے کبار کے لئے ہیں اور سیدھے سادھے مسلمانوں کے لئے تو اسلام کے پانچ بنیادی ارکان پر عمل پیرا ہونا ہے جو ایک آسان امر ہے۔ ان پانچ بنیادی ارکان میں حج تو عمر بھر میں صرف ایک بار حسب استطاعت اور رمضان کے روزے عاورد زکوٰۃ بھی سال میں ایک بار ہوتے ہیں مگر سب سے زیادہ تو صبر طلب رکن تو نماز ہے جو دن میں پانچ بار پڑھنا ضروری ہے اور جس کے بغیر انسان کا دین میں کوئی حصہ نہیں بنانے کے بغیر کسی عقیدہ یا مشکل کا حل قطعاً ناممکن ہے۔ یہ بات بھی ہر کوئی جانتا ہے کہ مسلمانوں کی بے کاری اکثریت کے لئے نماز کا ادا کرنا ایک بہت مشکل امر ہے لیکن آپ کو یہ معلوم کرنے کے بعد فرحت محسوس ہوگی کہ راقم الحروف نے اس کتاب کے آخری صفحات میں نماز کو نہایت آسانی سے قائم کرنے کے طریقے تجویز کئے ہیں مزید برآں نماز کی اہمیت، اسلام کی افادیت اور انسان کی تخلیق کی غرض و غایت اور باقی تمام متعلقہ علوم کی اہمیت کو بھی کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے تاکہ عوام کو متعلقات اسلام کا بخوبی علم ہو سکے اور ساتھ ہی ساتھ ان کی اسلام سے دلچسپی میں اضافہ ہو سکے۔ مسلمانوں کی اکثریت چونکہ خدا کی ذات پر مطلوبہ یقین کی حامل نہیں ہاس لئے اس موضوع پر بہت سے شواہد، دلائل اور براہین قائم کئے گئے ہیں تاکہ ان کی اس کمی کا خوبصورت انداز میں ازالہ ہو سکے۔ راقم الحروف کا مشاہدہ ہے کہ بقول علامہ اقبالؒ ”ذرا تم ہو تو یہ مٹی بہت ترخیز ہے ساقی“ اس ملت کے افراد پر جب اسلام کے بنیادی علوم پوری تفصیل کیسا تھ پیش کئے گئے تو ان کے قلوب جیت انگیز طور پر رشد و ہدایت کی راہ پر چل نکلے اور اس کے بعد یہ احساس ہوتا ہے کہ ان محروم ذوق لوگوں پر اسلام کے خزاؤں کو کما حقہ بہت کم پیش کیا جاتا ہے اگرچہ محدود وسائل کے باعث اسلام کا یہ طریقہ تعلیم بڑے پیمانے پر پیش نہیں کیا جاسکتا تاہم چھوٹے پیمانے پر ہزاروں مسلمانوں کو اب تک پابندی صوم صلوٰۃ پر آمادہ کیا جا چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بڑے پیمانے پر رائج کرنے کیلئے حکومت اور معمول حضرات کو رغبت عطا فرمائے۔ و ما التوفیق الا باللہ۔

مورخہ ۱۶ جمادی الثانی ۱۴۱۳ھ
عبد السلیف خان نقشبندی
ڈائریکٹر (ریٹائرڈ) محکمہ موسمیات لاہور
(بمطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۹۲)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تقدیم

ان
حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری مدظلہ

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کو "امت وسط" قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا :

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا
لِتُكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ
وَيَكُونَ الرُّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا

اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور یہ رسول تم پر گواہ بنے۔

(البقرہ ۱۴۳)

امت وسط کا خاصہ یہ ہے کہ وہ زندگی بسر کرنے میں اعتدال کی راہ پر گامزن رہے۔ اس کے کسی معاملہ میں افراط و تفریط نہ ہو۔ مثلاً اسلام نہ تو ایسی رہبانیت کا درس دیتا ہے کہ انسان اپنے نفس اور دیگر بندوں کے حقوق کو ترک کر کے دنیا سے کنارہ کش ہو جائے اور نہ ہی اس کی تعلیم ہے کہ دنیا کو اپنی منزل اور اس طرح مقصود بنالیا جائے کہ انسان اپنے خالق و مولا ہی کو بھول جائے۔ قرآن و حدیث میں اس موضوع پر بالتفصیل گفتگو موجود ہے۔ یہاں تین مقامات کا ذکر نہایت ہی قابل توجہ ہے۔

(۱) دنیاوی نعمتوں کو بندوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا :

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ
الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ
وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ
مِنَ الْمُنْذِرِينَ أَمْثَلُ فِي الْحَيَاةِ

اے حبیب انہیں فرمائیے کہ بندوں کے لیے اللہ کی پیدا کردہ زینتوں اور پاکیزہ رزق کو بندوں پر کس نے حرام کیا؟ فرمائیے یہ تو دنیا میں مومنوں

الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ (کے لیے رہی) ہیں اور آخرت میں
صرف انہیں کے لیے ہوں گی۔ (اعراف ۳۲)

اس آیت میں واضح کیا گیا ہے کہ دنیاوی نعمتوں کو اپنے اوپر حرام کر لینا یا یہ کہنا کہ ان کا استعمال اور حصول حرام ہے، غلط ہے جبکہ اپنی دنیوی زندگی کو بسر کرنے کے لیے اعتدال کے ساتھ اس کا حصول ضروری ہے۔

(۲) دوسرے مقام پر اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ دنیا کا حصول عیب و گناہ نہیں بلکہ اس کو مطیع نظر اور مقصود بنالینا ناپسندیدہ ہے۔ ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا
رَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنَّنُوا
وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غٰفِلُونَ ۚ
مَا لَهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا
يَكْسِبُونَ ۚ (یونس ۸۱-۸۰)

وہ لوگ جو ہماری (اللہ کی) ملاقات کے
امیدوار نہیں اور دنیاوی زندگی کے
ساتھ خوش اور راضی ہو گئے ہیں اور
وہ لوگ جو ہماری آیات سے غافل ہیں
ایسے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے کیونکہ
ان کا مل ہی ایسا تھا۔

(۳) آیت بریں دونوں چیزوں کو جمع کرتے ہوئے فرمایا کہ نیکی صرف یہ نہیں کہ تم صرف مشرق و مغرب کی طرف منہ کر لو بلکہ نیکی عقائد و اعمال کے مجموعے کا نام ہے اللہ تعالیٰ پر ایمان، 'مرسلان کرام' آخرت، ملائکہ پر ایمان، یتامی، مساکین، مسافر، غریب رشتہ دار، معاشرے کے نادار پر خرچ کرنا، مشکلات و مصائب میں استقامت و صبر کی راہ اپنانا اور حق کہنا، وعدہ کا ایفا کرنا یہی ہے ان کے تذکرے کے بعد فرمایا:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ مَسَّ قَوَارِ
وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۚ

یہی لوگ سچے اور یہی متقی
ہیں۔

(البقرہ ۱۷۷)

یعنی اس کے علاوہ اگر انسان کسی راہ پر چلتا ہے تو وہ درست نہیں۔ آج امت مسلمہ میں عمومی طور پر دو قسم کے لوگ ہیں بعض ایسے ہیں جو اپنے آپ کو مذہبی سمجھتے ہیں اور ان کی

سوتج یہ ہے کہ نماز، روزہ کر لینا ہی کافی ہے۔ وہ صرف حقوق اللہ کی ادائیگی میں کوشاں رہتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس کے علاوہ باقی تمام معاملات ملکی، قومی، ملی اور علمی امور انجام دینا دنیا ہے۔ اور دوسری قسم کے لوگ صرف حصول دنیا میں مگن ہیں۔ ان کے ہاں عبادات کا تصور مٹا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہماری اکثریت بے نماز ہے۔ تقسیم کیوں ہوئی؟ اسلام کی تعلیمات سے عدم واقفیت کی وجہ سے۔ اس عدم واقفیت کو دور کرنے کے لیے ہر دور کے علماء و صوفیاء نے اپنے اپنے حالات کے مطابق کام کیا۔ موجودہ دور میں بھی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے کچھ اہل درد کوشاں ہیں۔ ان میں سے ایک شخصیت محترم پیر عبداللطیف خاں نقشبندی مدظلہ، ڈائریکٹر ریٹائرڈ محکمہ موسمیات لاہور ہیں، جنہوں نے بڑی گہری نظر سے اس دور کے حالات کا جائزہ لیا پھر اس کے اسباب کا کھوج لگا کر اس کا اسلامی حل تلاش کرنے کی کوشش کی۔ زیر نظر کتاب میں ایسی موضوع و عنوان پر گفتگو ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے عقائد و اعمال کو عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کر کے عوام کو اسلام کے ہماری اصولوں اور ضوابط کے قریب لانے کی اہم کوشش کی ہے۔ ہر قاری محسوس کرے گا کہ مصنف صاحب مطالعہ ہیں۔ انہوں نے ہر موضوع پر کتاب و سنت اور کتب تصوف سے کافی مواد فراہم کیا ہے۔ یہ کتاب قاری کو علمی سیرابی کے ساتھ ساتھ متعدد کتب کے مطالعہ سے بے نیاز کر دے گی۔ اس کے مطالعے سے انسان کے عقائد و اعمال کی اصلاح ہوگی۔ دل عبادت کی طرف متوجہ ہوگا۔ تن کے نمازی من کے نمازی بننے کی کوشش کریں گے اور اس کے لیے اس میں عمل رہنمائی پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے غیر عطا فرمائے اور ہمیں اُن کی محنت سے فائدہ اٹھانے کی

توفیق دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

والصلوة والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین

دعائے

محمد خاں قادری

جامعہ رحمانیہ ۵ شادمان ماہو

۷۰ - ۷۱ - ۹۲

تبصرہ

پیر طریقت، رہبر شریعت، مبلغ اسلام، مفسر قرآن اور عاشق اقبال جناب حضرت عبد اللطیف خاں صاحب نقشبندی نے مجھے یہ حکم صادر فرمایا کہ تم نے اس کتاب بعنوان "نشان منزل" - یعنی زیر نظر کتاب پر تبصرہ تحریر کرنا ہے جو انہوں نے حال ہی میں تحریر فرمائی ہے۔ فوری طور پر میں نے اپنی ایمانی و یقانی اور علمی و تحقیقی کم مائیگی کے نشتر احساس کو چھبتا ہوا محسوس کیا۔ جب یہ حتمی حکم نازل کر دیا گیا تو میں نے خدا تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ اے مولا کریم اس عظیم تخلیق کے لیے الفاظ اور خیالات مجھے اپنے دہار سے عطا فرما کیونکہ میں گنہگار، حقیر و نامہیزا تھے بڑے اہم مسئلے کا اہل نہیں ہوں۔ بالآخر خدا تعالیٰ نے اپنے بندے کی پکار کو سنا، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اَجِيبْ دَعْوَةَ السَّاعِ اِذَا دَعَاكَ فِيْهِمْ دَعَاكَ" جب وہ دعا مانگتا ہے۔

میرا راجہ حضرت عبد اللطیف خاں صاحب کے ساتھ تقریباً ۸۴-۸۳ء سے ہے۔ مجھے ان کی زیارت کا شرف میرے ایک دوست کے ذریعے ہوا جب وہ ایک دن مجھے ان کے دربار پر لے گئے جہاں حضرت صاحب ہر معبرات کی شام کو مجلس تبلیغ اسلام منعقد فرماتے تھے۔ آپ کی مجالس میں قرآن اور حدیث کے علاوہ کبھی کبھی تصوف، مشنوی مولانا روم، اقبالیات اور دیگر صوفی شعراء کے کلام پر بیحد گفتگو ہوا کرتی تھی۔ میں یہ دیکھ کر بہت متاثر و مسحور ہوا کہ حضرت صاحب سرکاری افسر بھی ہیں اور مبلغ اسلام بھی اور اس کے علاوہ آپ اپنے خراج پر حاضرین مجلس کی توفیق بھی فرماتے ہیں۔ یہ کم میرے لیے انتہائی مسرت و انبساط کا لمحہ تھا اور میں حد درجہ دلی طور پر عقیدت و احترام کے سلسلے میں بندھ گیا اور ہنوز یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔

مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ میں ان کی روحانی محافل میں شرکت کرتا رہا اور ایک گونہ روحانیت اسلام اور اس کے بنیادی فلسفوں سے فیض یاب بھی ہوتا رہا۔ انہوں نے صرف اور صرف تبلیغ اسلام کو اپنا اور حنا بچھونا بنا رکھا ہے۔ آپ تصوف پر بے شمار کتب کے مصنف بھی ہیں اور یہ سلسلہ بڑے زور و شور اور ذوق و شوق سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔

عمر اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہوئے

زیر تبصرہ کتاب بھی اُن کی اہم ترین تخلیقات میں سے ایک ہے جس کا نام "نشانِ منزل" (پابندیِ صوم و صلوٰۃ) ہے۔ علامہ اقبال کے ایک مصرعہ "نہ دیا نشانِ منزل مجھے اے حکیم تو نے" سے متاثر ہو کر آپ نے اپنی کتاب کا نام "نشانِ منزل" ہی تجویز فرمایا ہے اور اس نام کے ساتھ ایک ذیلی عنوان بھی دیا ہے۔ جیسے "نماز"، "پابندیِ صوم و صلوٰۃ"، "اسلام اور روحانیت اور" اخلاقیات" وغیرہ۔ میں سمجھتا ہوں اس کتاب کا موضوع اگرچہ "پابندیِ صوم و صلوٰۃ" ہے لیکن آپ نے اس تحریر کو اور اپنی دوسری تصانیف کو بھی کافی حد تک تصوف یا روحانیت کے انداز میں بیان کیا ہے اور ان کے مفہوم میں روحانیت کا اچھا خاصہ ذکر ملتا ہے۔ جس کی وجہ سے آپ کی کتابوں کو ہم تصوف کی کتابوں میں بھی شمار کر سکتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس موضوعِ تصوف پر بے شمار قلم آرائی ہوئی ہوگی لیکن جس انداز سے اور جس رنگ و آہنگ سے خان صاحب نے یہ کتابیں تحریر کی ہیں۔ یہ تصوف کے ضمن میں رہتی دنیا تک روشنی کا مینار اور دنیا سے اسلام میں گراں قدر دینی علم کا تین اضافہ تصور کیا جائے گا۔ عصرِ حاضر میں اس کتاب کی ضرورت و احتیاج اس قدر اہمیت کی حامل ہے کہ انہوں نے "نماز کی اہمیت" کا ایک باب تحریر فرما کر ہمارے معاشرے میں نماز جیسے انتہائی اہم دینی اور اسلامی ستون کی قدر و منزلت اور مقام کو دلچسپ انداز میں واضح کیا ہے جس کا تعین ایک مسلمان کے لیے نہایت ضروری تھا۔ یہ کام انہوں نے کمالِ حسن و دل بستگی کے ساتھ انجام دیا ہے اور حقیقتاً یہ کوئی معمولی کام نہیں تھا۔

عمر ایں سعادت بزدور بازو نیست

اس کتاب میں ایک اور خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں صرف پابندیِ صوم و صلوٰۃ پر ہی گفتگو نہیں کی گئی بلکہ آپ نے پابندیِ صوم و صلوٰۃ کی راہ میں حائل تمام مشکلات کا جائزہ لیا ہے اور ان تمام مشکلات کا نہایت آسان اور زود اثر حل تجویز فرمایا ہے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اس کتاب کا لب لباب یہ ہے کہ اگر انسان خدا سے اپنی دوریوں کو سمیٹتا چلا جائے اور اُس کے چیدہ چیدہ احکامات کو ادا کرتا رہے تو کوئی مشکل یا مصیبت اُس کی راہ میں حائل نہیں رہتی۔ آپ کا خیال ہے کہ لوگوں کی بیشتر مشکلات تو خدا کے ضروری احکامات کی اتباع سے ہی رفع دفع ہو جاتی ہیں اور اگر اس کے بعد بھی کچھ

مشکلات نظر آئیں تو اُن کو اضافی نیک اعمال مثلاً وظائف، نوافل اور خیرات کے ذریعے آسانی سے دور کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ بلاؤں اور مصیبتوں کے تیر و ہاں گرتے ہیں جہاں لوگ خدا کی نافرمانی پر کمر بستہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ العنکبوت میں فرمایا ہے کہ کیا ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وہ بُرے کر قوت کرتے رہیں گے اور ہم سے بچ کر بھی نکل جائیں گے؟ یہ اُن کا بہت ہی خام خیال ہے۔ ایک اور مقام پر فرمان باری تعالیٰ ہے کہ نافرمان لوگ مصائب اور آلام میں پھنستے ہی رہیں گے اور جب تک اللہ سے اپنا رابطہ قائم نہ کریں گے، پٹنے، لٹنے اور مرتے ہی رہیں گے۔ چنانچہ جب رنج و الم، امراض و مصائب اور مرگ و مفاجات کے تیر چلتے ہوں تو اس کا سب سے بہتر علاج یہ ہے کہ تیر انداز (یعنی خدا) کے پہلو میں آجاؤ۔ تیر انداز کے پہلو میں آنے سے مراد یہ ہے کہ دن بھر میں چند منٹ اللہ تعالیٰ کے سامنے سر نہانے کو جھکا دو اور اس کی نافرمانیوں سے بچتے رہو۔ اور یہ کتنا آسان علاج ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ہدایت ایک ایسا عظیم النعم ہے جو صرف صالحین کو ہی ملتا ہے اور گمراہی ایک ایسی سزا ہے جو بدکاروں کے لیے ہی مخصوص ہے۔

اپنی اس کتاب میں یقین کے باب میں حضرت صاحب تحریر فرماتے ہیں: جن لوگوں کے ہاں علم یقین پیدا نہیں کرتا ایسے لوگوں کے لیے علم پر عمل کرنا بھی محال ہے۔ یہ بات قابل تسلیم ہے کہ یقین نہ ہو تو اندرونی انقلاب کیسے متصور ہو سکتا ہے۔ اگر یقین مثبت ہے تو مثبت عمل ظہور میں آئے گا۔ ناقص یقین نقص عمل پر دلالت کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یقین وحی کی روشنی کے بغیر ناممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ کسی صاحب نظر کی محبت سے یقین میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی طرح روح کے حوالے سے آپ نے کافی معلومات ہم پہنچائی ہیں اور کہتے ہیں کہ روح چونکہ اللہ کا حکم (امر ربّی) ہے اور امر ربّی یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کو کہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ (اِنَّمَا اَمْرُهُ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ) یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرے کہ وہ ہو جائے تو وہ ہو جاتی ہے (تفسیر: ۸۳)۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر روح اس مقام کو حاصل کر لے تو اُس کی حرکت سے تخلیق رونما ہوتی ہے اور جس چیز کا تصور کرے اس کا وجود لازم ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس تصرف کے حصول کے لیے ریاضت، شاقہ اور

روح کی تقویت کی ضرورت ہوتی ہے۔

درج بالا معلومات کے علاوہ آپ نے ایمان کی اصلاح، اس کی تجدید افزائش اور تقویت کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کروائی ہے۔ انسان کی تخلیق اور غرضِ تخلیق کو قرآن کی روشنی میں بیان فرمایا ہے تاکہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہو سکے کہ ہمیں دنیا میں صرف روپیہ پیسہ کمانے اور زندگی کی رنگینیوں پر دادِ عیش دینے کے لیے نہیں بھیجا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی کامیاب زندگی کے لیے ایک خوبصورت نصب العین مقرر فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ انسان کو دنیا میں خدا سے بے سروکار رہنے کی مجال نہیں۔ ایسے موضوعات کے علاوہ اس کتاب میں ایک کامیاب زندگی گزارنے کے مفید مشورے پیش کئے گئے ہیں جن پر عمل پیرا ہونا کوئی مشکل طلب امر نہیں۔ پس اگر ہمارے بے راہ مسلمان صرف اپنے زاویہ نگاہ کو ہی بدل دیں تو ان کا یہ عمل پوری اُمتِ مسلمہ کی تقدیر کو بدل سکتا ہے۔ اور مسلمانوں کو قرونِ ادنیٰ جیسا عروج عطا کر سکتا ہے۔

ان اقتباسات اور مضامین کتاب کو یہاں درج کرنے کا مفہوم دراصل یہ ہے کہ حضرت عبداللطیف خاں صاحب نے مسلمانوں کے جس قدر دقیق، ضخیم اور اہم ترین موضوعات پر قلم اُرائی فرمائی ہے، یہ انہی کا حصہ ہے۔ یہ مسئلہ حقیقت ہے کہ جب کوئی انسان، بحیثیت عالمِ صغیر عالمِ اکبر سے اپنا رابطہ قائم کر لیتا ہے تو وہ اس کے خالقِ حقیقی کے ساتھ بھی ایک مستحکم رابطے کا آثار بن جاتا ہے۔ خدائے تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں فرمایا ہے کہ ”وَفُتِحَتْ رَحْمَةُ مِن رُّوحِي“ یعنی میں نے آدم کے پتلے میں اپنی روح پھونکی ہے۔ لہذا یہ روح تطہیرِ نفس کے بعد جتنی پاکیزہ اور بامقصد ہوگی، اتنی ہی بندیوں کی طرف مائل بہ پرواز ہوگی۔ کچھ اس طرح کا معاملہ حضرت صاحب کا بھی ہے وگرنہ مسلمانوں کے اتنے اہم ترین موضوعات پر کام کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔

حضرت صاحب نے اپنی اس مذکورہ کتاب کو بے شمار حوالہ جات سے مزین کیا ہے۔ جس کے مطالعہ کے بعد قارئین کرام ضرور محسوس کریں گے کہ حضرت صاحب نے کتنی محنت، شوق اور قوتِ ایمانی و ایقانی سے نایاب علمی گوہر تلاش کرنے میں سعی فرمائی ہے۔ کتاب کے مطالعے

سے ایک اصحاب جان فزاء جو ابھر کر سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ تحریر میں شوکتِ الفاظ، مفہیم و مطالب، تاثر و بیان، سلاست و لطافت، روحانی وابستگی اور علمی گہرائی کو مدد دے۔ دخل حاصل ہے جو حضرت صاحب کی بھرپور دینی، ملی اور تحقیقی شخصیت ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ تصوفاتی فلسفوں کو جس شگفتگی اور برجستگی سے قارئین کو ام کے سامنے کھول کر بیان کیا گیا ہے وہ ان کے ایک عالم متبحر ہونے کے یقین کو حق الیقین کی حد تک پہنچا دیتا ہے۔ اس کتاب کا ہر درجے کے شخص کے لیے بحیثیت مسلمان مطالعہ ازلیں ضروری ہے تاکہ اسلامی مبادیات سے کما حقہ واقفیت حاصل ہو سکے۔

پروفیسر منظر مرزا

(انڈریکٹرڈی کلچر)

انفارمیشن اینڈ کلچر ڈیپارٹمنٹ - پنجاب، لاہور

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکام الہی کا ہے پابند

روح چوں رفت از صلوٰۃ و از صیام
فرد تا ہموار ملت بے نظام

پابندی صوم و صلوٰۃ

تو فرمودی رہ بطنی اگر فتم و گرنہ جز تو مارا منہ زیت



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پابندی صوم و صلوٰۃ

(اس کے حصول کا ایک آسان اور آزمودہ طریقہ)

غایت تحریر زیر نظر تحریر میں عوام کے لیے صوم و صلوٰۃ کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے اور یہ احساس پیدا کیا گیا ہے کہ ان بنیادی عبادات کی پابندی ایسی معمولی بات نہیں کہ جو کسی کے دل میں آئے تو ان کی طرف راغب ہو جائے ورنہ بلا فائدہ ران کو ترک کیا جاسکے۔ چنانچہ پابندی صوم و صلوٰۃ کے ایسے آسان طریقے بیان کر دیئے گئے ہیں کہ ہر کوئی بلا تکلیف نازی بن سکے اور اس کے ساتھ ہی دیگر عبادات کی طرف رجوع کر سکے۔ اس کتاب میں زندگی کی تمام مشکلات کا کامیاب حل بھی پیش کیا گیا ہے۔

یہ بات کس قدر مایوس کن ہے کہ لوگوں میں یہ تاثر مٹوٹا پایا جاتا ہے کہ نماز و روزہ کی عدم ادائیگی سے بھی مانگے ایمان یا اسلام میں کوئی خاص فرق واقع نہیں ہوتا۔ بیشتر لوگوں کا ذہن کچھ اس طرز پر ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ اس قسم کی عبادات کیلئے تو بڑھاپے کا وقت مخصوص ہے چنانچہ بڑھاپا آئیگا تو دیکھ لیں گے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ اللہ غفور رحیم ہے اس لیے ہم نماز نہ بھی ادا کریں تو معافی مل جائیگی۔ ان لوگوں کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے جو کسب معاش ہی کو نماز و روزے کے برابر تسلیم کرتے ہیں اور کچھ تو کسب معاش کو نماز جیسی عبادت سے بھی افضل تصور کرتے ہیں کیسی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ مصائب زمانہ، کاروباری مہمات، غلظت میں ترقی یا فراغت معاش وغیرہ کے مسائل حل ہو جانے کے انتظار میں رہتے ہیں اور اس کے بعد نماز و روزہ کی عبادت کا آغاز کرنا چاہتے ہیں۔ یعنی جب دنیا کے تمام مسائل حل ہو جائیں تو پھر وہ عبادات کی طرف رجوع کریں گے۔ ایسے لوگ بھی دیکھتے ہیں آتے ہیں کہ جو نماز وغیرہ کی ادائیگی اس لیے نہیں کرتے کہ وہ بڑے کاموں میں الجھے ہوئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ نماز تو اس وقت ادا کرنی چاہیے جب ہم پہلے بڑے کاموں کو ترک کر لیں۔ حالانکہ نماز کی ادائیگی تو خود بڑے کاموں کے ترک کی ضامن ہے۔

کچھ لوگ نماز کی ادائیگی سے محرومی پر بھی خوش ہیں اور کہتے ہیں کہ گو ہم نماز نہیں پڑھتے لیکن

ہم کسی کو دھوکا و فریب نہیں دیتے اور کسی کے مال میں خیانت نہیں کرتے
 با کسی کے حقوق غصب نہیں کرتے۔ ایسے لوگ کہتے ہیں کہ گو ہم نماز نہیں پڑھتے
 لیکن ان لوگوں سے تو بہتر ہیں جو نماز ادا کرنے کے ساتھ ساتھ برائیوں کو ترک نہیں کرتے۔ ایسے
 لوگ بھی دیکھنے میں آتے ہیں جو نماز اس لئے نہیں پڑھتے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اکثر نمازی بُری
 خصلتوں کے مالک ہوتے ہیں تو پھر ایسی نماز پڑھنے سے کیا فائدہ حاصل ہو سکے گا۔ کچھ لوگ
 اس لئے نماز ادا نہیں کرتے کہ وہ دکھاوے کی نماز ادا نہیں کرنا چاہتے۔ نوبت یہاں تک
 بھی آپہنچی ہے کہ آج کل لوگ ہر نماز پڑھنے والے کو پرانے فیشن والا اور مٹا سمجھتے ہیں اور
 یہ بھی نماز نہ پڑھنے کی ایک وجہ ہوا کرتی ہے۔ غرضیکہ یہ تمام بہانے ایسے ہیں جن کی وجہ سے شیطان
 انسانوں کو نماز سے روکنے کے خامدندان کے دلوں میں القا کرتا ہے تاکہ وہ نماز و روزہ
 کے دریغ اطاعت الہی سے دُور رہیں۔ ان تمام باتوں کی وضاحت بھی اللہ اس تحریر
 میں پیش کی جائے گی۔

طبعاً نماز سے روکنے والے ان تمام محرکات کا فہم اور پھر
 ان محرکات کا تدارک اگر اچھی طرح واضح ہو جائے تو شیطان کے چپقل سے نکلنا کوئی مشکل
 بات نہیں۔ صوم و صلوٰۃ کی پابندی کے حصول جیسے مشکل کام کا حل راقم الحروف نے اس
 آسان طریقے سے عوام کے سامنے پیش کیا ہے کہ جس کے حیرت انگیز نتائج مرتب ہو چکے
 ہیں۔ اس موضوع پر مختصر مگر نہایت جامع گفتگو پابندی صوم و صلوٰۃ کے عنوان سے پیش
 کی جا رہی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے استفادہ کر سکیں۔ قارئین سے
 التماس ہے کہ خود بھی اس کا مکمل مطالعہ فرمائیں اور اپنے دوستوں، رفقاء اور عزیزوں کو
 بھی پیش کریں۔ قوی امید ہے کہ اس کے مطالعہ کر لے والے ہر شخص کو پابندی صوم و صلوٰۃ
 کی نعمت سے محرومی کی شکایت نہ رہے گی۔ وَاللّٰهُ تَوَفِّیْقُ الْاَبَالِدِ

قابل توجہ آغاز | اس مہم کا آغاز اس بات کی تحقیق سے ہوتا ہے کہ وہ کون سے اسباب ہیں
 جن کی وجہ سے قوم کے تقریباً ۹۰ فیصد لوگ نماز و روزہ کی پابندی سے
 روک دیئے گئے ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ ان عہدات کی راہ میں کون سے امور مانع ہیں اور ان

کاستر باب کس طرح کیا جاسکتا ہے۔ اس تمام مسئلے کو مکمل تفصیل کے ساتھ اس نئے بیان کیا جا رہا ہے کہ جب عوام کو اس سے متعلق تمام نشیب و فراز سے آگاہ کر دیا جائے اور اس کی عمیق گہرائیوں کو عام فہم طریقوں سے روشن کر دیا جائے تو یہ تفصیل دل اور دماغ پر گہرا اثر ڈالتی ہے اور بات بھی طرح دلنشین ہو جاتی ہے ورنہ نماز روزہ کی پابندی کی تبادیز کو چند صفحات میں بھی بیان کیا جاسکتا تھا۔ جب کسی بات کا پس منظر بھی طرح واضح ہو جائے تو اس کے راستے کی تمام دشواریاں آسانی سے دور کی جاسکتی ہیں اور اس طرح دل میں اتر جانے والی بات مقصود کے حصول کیلئے مفید محرک ثابت ہوتی ہے۔ تجربے سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ ایسے طریقوں سے قائم کردہ نماز مضبوط اور دیر پا بنیادوں پر استوار ہو جاتی ہے۔

زیر غور مسئلے کی تہہ تک پہنچنے کے بعد یہ معلوم ہوا ہے کہ آج کا مسلمان اپنے دین سے اس لئے دور ہے کہ اس کو دینی امور کے حقائق کا علم ہی نہیں ہوا بلکہ اس کے برعکس اس کو مادی دنیا کی محبت میں یوں سراپا الجھا دیا گیا ہے کہ اب اس کی توجہ دینی امور کی طرف لوٹنا اسی طرح مشکل ہو گئی ہے جس طرح تیر کا کان سے نکلنے کے بعد واپس آنا مشکل ہوتا ہے مگر مولانا روم فرماتے ہیں کہ اولیائے کرام کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ وہ کان سے نکلے ہوئے تیر کو راستے سے لوٹا سکیں۔

اولیاء را ہست قدرت ازالہ تیر جستاں گرداند ز ساء

راقم الحروف کو اس بات پر یقین ہے (اور تجربے سے ثابت ہو چکا ہے) کہ اگر نماز روزہ کے متعلق ضروری معلومات عوام کے سامنے مطلوب معیار کے مطابق بیان کر دی جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ فاسق ترین مسلمان بھی ان عبادات کی طرف راغب اور عمل پیرا نہ ہو جائے۔ اس قول کی تصدیق ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص ایک لمحہ بھر کے لئے جنت یا دوزخ کا مشاہدہ کرے تو ایسا شخص دنیا کے ہر کام سے دستبردار ہو جائے اور ہمہ وقت یاد الہی میں مشغول رہے گا۔ اس تحریر کا مقصد ایسی معلومات کو عوام تک پہنچانا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اُن انعامات سے محظوظ ہو سکیں جو نماز و روزہ جیسی عبادات میں پوشیدہ ہیں۔ مسلمان کا موجودہ تنزل ان ہی انعامات

سے محرومی کا باعث ہے۔
دین سے دوری کیوں؟ مسلمانوں کی دین سے دوری مخالفین اسلام کی طویل کوششوں اور جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ بے دریغ حملوں کے بعد مخالفین اسلام یہ بات دریافت کر چکے تھے کہ جب تک اہل اسلام کی جماعت، جو اس وقت دنیا کی سب سے مضبوط اور مستحکم جماعت تھی، کو جذبہ اسلام سے محروم نہ کر دیا جائے اس وقت تک وہ پوری دنیا میں مسلمانوں کے آہنی پنجے سے نجات حاصل نہ کر سکیں گے چنانچہ ایسا لائحہ عمل اختیار کیا گیا کہ جس سے مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ اسلام کو رفتہ رفتہ سرد کر دیا گیا۔ افسوس کی بات ہے کہ وہ اپنے اس طریقہ کار میں کامیاب ہوئے جبکہ بچا رہا مسلمان بہت آسانی سے مات کھا گیا اور اسے اس زہر کا علم بھی نہ ہو سکا جو اسے نہایت صفائی سے دیا گیا۔ مسلمانوں کے زوال کے اسباب بھلی تصنیف "سرایہ ملت" میں "ملت اسلام کا چراغ" کے عنوان کے تحت میں مطالعہ فرمائیں۔ یہاں ان کا مختصر حوالہ پیش کیا جا رہا ہے۔

امام غزالی کا انکشاف اس ضمن میں امام غزالی کا قول یاد آتا ہے جو نزاکت تحریر کے لئے برعمل ہے فرماتے ہیں جو اللہ تک نہ پہنچ سکا تو اس لئے نہ پہنچ سکا کہ وہ اس راہ پر چلا ہی نہیں۔ وہ اس راہ پر اس لئے نہ چل سکا کہ اس نے اس راہ کی تلاش ہی نہیں کی، تلاش اس لئے نہ کی کہ اس راہ کی پہچان نہ ہو سکی، پہچان اس لئے نہ ہوئی کہ ایمان مکمل نہ تھا، ایمان اس لئے مکمل نہ ہوا کہ وہ مرد راہ دان کی راہبری سے محروم رہا۔ یہ سب کلام اس بات پر دلیل ہے کہ ہدایت کے لئے کسی راہبر کی راہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے جو اسے اس راہ کے علوم سے آشنا کر دے تاکہ اس کے دل میں اس راہ پر چلنے کی لگن پیدا ہو جائے لہذا جہاں طلب پیدا ہو تو مطلوب ضرور حاصل ہو جاتا ہے۔

شبان دادی امین گئے رند مراد کہ چند سال بچاں خدمت شعیب کنند
 (وادئ امین کے گئیے اس وقت ملا کو پہنچتے ہیں۔ جب چند سال دل سے شعیب کی خدمت کریں،
 آج مسلمانوں کی اکثریت نے آخرت کو بالکل فراموش کر دیا ہے۔ صرف دنیا کا ہموں بننا بے دینی ہے۔
 آج مسلمانوں کی اکثریت نے آخرت کو بالکل فراموش کر دیا ہے۔ صرف دنیا کا ہموں بننا اور آخرت کو

بالکل فراموش کرنا اور اس پر یقین نہ رکھنا کفار کا شیوہ تھا جیسا کہ قرآن میں ہے کہ کفار اس دنیا کے علاوہ دوسری زندگی پر یقین ہی نہیں رکھتے تھے۔

اِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ
ہماری اس دنیاوی زندگی کے سوا اور کوئی (دوسری) زندگی نہیں ہے۔ یہی ہمارا منزلہ
(المومنون : ۳۷)
یہی ہمارا جینا ہے اور ہمیں دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا۔

کفار میں سے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو نعمتِ حشر و نشر کے شکر تھے بلکہ وہ خدا کی ذات کا بھی انکار کرتے تھے۔ آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ زمانہ ہی موثر حقیقتی ہے اور وہ زمانے کی ہی قدیم سمجھتے ہیں چنانچہ دہریت یا الحاد کا اطلاق ان ہی لوگوں پر ہوتا ہے جیسے کہ قرآن میں ہے۔

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُمْلِكُنَا إِلَّا اللَّهُ
اور وہ کہتے ہیں کہ نہیں کوئی (دوسری) زندگی بجز ہماری دنیا کی زندگی کے۔ یہیں ہم نے مرنا اور زندہ رہنا ہے اور نہیں خدا کرتا
(الباقیہ : ۲۳)
ہمیں مگر زمانہ۔

اگر بغور جائزہ لیا جائے تو مسلمانوں کا کثرت بھی دنیاوی زندگی کے حصول میں اس قدر منہمک ہے کہ آخرت کی زندگی سے قطعاً لا تعلق ہو چکی ہے، ان کی زندگی کے صبح و شام اور شام صرف دنیا کے حصول میں ہی گزر جاتے ہیں۔ شریعتِ مسلمہ کی نگاہ میں ایسی زندگی جس میں صرف سامانِ دنیا کو کافی سمجھ لیا جائے اور خدا اور اس کے رسول کے احکامات کی پرواہ نہ کی جائے، معاصی اور فسق و فجور کی زندگی کہلاتی ہے جس کی سزا دنیا میں تنگی اور آخرت میں رسوائی ہے مسلمانوں کی یہ روش اسی کو تباہی کی طرف لے جا رہی ہے۔ اگر مسلمان آج بھی احکامِ خداوندی کی اتباع کرنے لگیں تو صحابہ کرام کی طرح حیاتِ طیبہ کے مقصود کو حاصل کر سکتے ہیں اور یہی بات بہت بڑی کامیابی کی ضامن بن سکتی ہے۔ ایسی زندگی دنیا میں سرطانی، عزت اور وقار عطا کرتی ہے اور آخرت

میں نجات، کامرانی اور ہمیشہ رہنے والی مسرت کا باعث ہوتی ہے۔

قرآن میں متعدد بار اس بات کا ذکر ہے کہ جو لوگ صرف دنیا کے ہو کر

رہ جاتے ہیں وہ دین اور دنیا میں ابدی محرومی سے داغدار ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں بہت سی آیات دنیا اور اس کی چارہست کے عنوان سے ”متاعِ اخلاق“ میں دیکھیں۔

یہاں چند آیات پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

(۱) قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا
الَّذِينَ ضَلَّ سَبِيلُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
وَهُمْ يَحْسِبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا
(الکہف: ۱۰۳، ۱۰۴)

آپ فرمادیجئے کہ کیا ہم تمہیں یہ بتلاؤں کہ سب سے بڑھ کر ناقص عمل کن کے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کی تمام تر کوششیں دنیا کے حصول کے لئے وقف ہو گئیں اور وہ اس خیال میں ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔

بیشک وہ جو ہم سے اٹلنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیا کی زندگی کو ہی پسند کر بیٹھے اور اس پر مطمئن ہو گئے اور وہ جو ہماری آبتوں سے غفلت برتتے ہیں (اس سے اگلی آیت میں ان کی سزا جہنم ہونے کا ذکر ہے)

ہرگز یوں نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم جلدی ملنے والی (نعمتِ دنیا) سے محبت کرتے ہو اور تم نے آخرت کو چھوڑ رکھا ہے۔

اے تم لوگ دنیاوی زندگی کو ہی ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت اس سے کہیں بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

(۲) اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُرْجَوْنَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنَّنُوا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيَاتِنَا غٰفِلُوْنَ
(یونس: ۷)

(۳) كَلَّا بَلْ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۚ وَتَذَرُوْنَ
الْآخِرَةَ ۚ (القیمة: ۲۰، ۲۱)

(۴) بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةَ خَيْرٌ ۚ اَبْلٰغٌ (المئی: ۱۶، ۱۷)

کاش مسلمان یہ بات سمجھ لیں کہ ان کی نجات صرف حصولِ دنیا میں نہیں بلکہ خدا اور اس کے رسول کی رضا مندی میں پنہاں ہے اور جس کو خدا کی رضا حاصل ہو

جائے تو اُسے دونوں جہانوں میں عزت دی جاتی ہے۔ ایسی کامیاب زندگی کو چھوڑ کر صرف دنیاوی عیش و عشرت کو کافی سمجھ لینا نادانی ہی نہیں بلکہ حماقت ہے مسلمانوں کے زوال کے اسباب حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تاریخی وجوہات

آتے ہیں جن سے مسلمانوں کو زوال سے دوچار ہونا پڑا۔

(۱) اسلامی فتوحات :- مسلمانوں میں دولت کی فراوانی اس وقت آئی جب دنیا کے ترقی یافتہ ممالک اسلام کے دائرہ اختیار میں شامل ہو گئے تھے۔ بد قسمتی سے اسی دولت کی افراط کی وجہ سے مسلمانوں میں تعیش کی زندگی، تن آسانی، تساہل عملی، سستی، کاہلی اور غلیظتی پیدا ہو گئی جس کی وجہ سے وہ رفتہ رفتہ دین سے دور ہوتے گئے اور یہی دین سے دوری ان کے قومی تنزل کا سبب بنی۔

(۲) مخالفین کی بڑھتی ہوئی طاقتیں :- مخالفین اسلام کی استعک کوششوں سے مسلمان کمزوری کی طرف بڑھتے گئے اور مخالفین طاقت اور اقتدار حاصل کرتے گئے جب ان کو مسلمانوں کی کمزوری کا یقین ہوا تو مسلمانوں سے جنگ آزمائی شروع کر دی گئی۔

(۳) اقتدار چھیننے کی جنگیں :- مسلمانوں کے ساتھ مسلسل جنگوں میں کبھی تو مسلمانوں کو فتح ہوتی اور کبھی مخالفین میدان صاف کر لیتے مگر صلاح الدین ایوبی تہرک کے سلطان محمد اور چنگیز دیگر بہادر حکمرانوں کے بعد عیسائیوں نے مسلمانوں سے مکمل طور پر اقتدار چھین لیا۔ اس سلسلہ میں مسیحی ہاتھ مارے اور صلیبی جنگیں قابل ذکر ہیں۔

(۴) سپہن اور سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ :- مسلمانوں کا سپہن سے ٹکنا ایک طویل داستان ہے۔ سپہن کے مسلمانوں کے گھروں میں عیسائی عورتوں کو آباد کیا گیا اور ان عورتوں نے مسلمانوں کی اولادوں کو رفتہ رفتہ اور مکمل طور پر اسلام سے دُور کر دیا اور امراء کو عیش پرست بنا دیا چنانچہ چند ہی سالوں میں مسلمانوں کو بیوقوف بنا کر سپہن سے نکال دیا فرسٹ اپریل ۱۹۱۵ء کو بھیا ملک داستان کی یاد گاہ ہے۔

جب سلطنت عثمانیہ کو جنگوں سے ختم کرنے کی کوشش کارگر نہ ہوئی تو مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے لارنس آف عربیہ نے فرقہ واریت اور عثمانیہ حکومت

سے بغاوت کے جذبات پیدا کئے اور اس شخص کی کوششوں نے بالآخر مسلمانوں سے مکمل طور پر اقتدار چھین لیا۔

(۱۱) اخلاقی کمزوریاں :- حکومتِ ہند سے نکل جانے کے بعد مسلمانوں میں طرح طرح کی اخلاقی کمزوریاں پیدا کر دی گئیں۔ اسلام دشمنی میں مذہب کے خلاف سازشیں الحاد اور بے دینی کا کام کئی سالوں کی کوششوں کے بعد مکمل کیا گیا اور اب یہ اخلاقی بیماریاں مسلمانوں میں اس قدر رچ بس گئی ہیں کہ جھوٹ، دھوکہ بازی، فریب، وعدہ خلافی، مطلب براری اور شیطانی امور میں پیش رفتگی مسلمانوں کی شناخت بن گئی ہیں۔

۲۔ عصری وجوہات | عصری وجوہات میں وہ تمام حالات شامل ہیں جن میں مسلمان آج بھی گرفتار ہے اور وہ ان حالات سے نکلنے کی سکت اور بہت نہیں رکھتا۔ مسلمانوں کا اس چنگل سے نکلنا ہی کارِ وارو ہے۔ مخالفین اسلام نے مسلمانوں کو نابود کرنے کے لئے جو کوششیں کی ہیں ان کا احاطہ اس مختصر تحریر میں ممکن نہیں البتہ ان میں سے کچھ کوششوں کا حوالہ بھیے دیا جا رہا ہے۔

(۱۲) مغربی کلچر :- اس موضوع کی زیادہ تفصیل دینے کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ یہ کون نہیں جانتا کہ مسلمانوں کو مغربیت کا ایسا میٹھا زہر دیا گیا ہے کہ آج مسلمان آزاد ہیں مگر مغربیت ان کے ذہنوں میں ابھی تک تباہی کا سبب بن رہی ہے۔

(۱۳) عریانی اور عیش پرستی :- عریانی اور عیش پرستی نے تقریباً پوری قوم کو مسحور کر رکھا ہے اور اس کا نشہ اس قدر تیز ہے کہ مسلمان کی بھاری اکثریت کو اس کا دلدادہ اور اسلام سے بے بہرہ کر دیا ہے۔ اخلاقی سوز گتا ہیں، فلمیں اور سامانِ قییش نے عالم اسلام پر اپنے سخت پنچے گاڑ رکھے ہیں۔ (۱۴) علوم و فنون جدیدہ سے محرومی :- مخالفین اسلام آج بھی نہیں چاہتے کہ مسلمان کسی طور پر بھی جدید علوم اور ٹیکنالوجی حاصل کریں۔ بلکہ بہتر یہی سمجھا جاتا ہے کہ وہ مادی وسائل میں ہی لکھے رہیں۔ اس موضوع پر تفصیل دینے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ بات اب ایک کھلا ہوا راز ہے۔

(۱۵) مذہب میں انتشار :- مخالفین اسلام اپنی انتہا کوششوں اور بھاری رقم خرچ کرنے کے بعد اس کوشش میں کامیاب ہوئے ہیں کہ جذبہ اسلام مسلمانوں کے دلوں سے نکال دیا

جائے، آپس میں فرقہ واریت کی پھوٹ ڈال دی جائے، علماء کو لڑایا جائے، ادیبوں اور شعراء کو اخلاق سوزی میں لگایا جائے، پیروں اور نیک مشائخ کو رسوا کیا جائے تاکہ دینی ترقی کے دروازے جو تقریباً مکمل طور پر بند کر دیئے گئے ہیں مستقل طور پر بند رہیں اور ملین ایک بار پھر بیدار نہ ہو جائیں۔
 (۱۷) تعصب ملکی اور منافرت۔ ملک سے غداری، قومی تعصب اور منافرت اس قدر مضبوط کر دی گئی ہے کہ جس سے اسلحہ اخوت کا جنازہ نکل چکا ہے اور مسلمان مسلمان کا خیال دشمن ہے اور ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ بدستبرگیاں ہے۔ مختلف فرقوں کو اس طرح لڑایا جاتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

(۱۸) سیاسی فوقیت۔ اسلامی ممالک کے سیاست دانوں پر اس قدر اثر اماناری کی جاتی ہے کہ کوئی ملک اپنی مرضی کے مطابق ملکی نظام چلانا نہایت مشکل امر خیال کرتا ہے حتیٰ کہ معمول تبدیل بھی مخالفین کی رضامندی کے بغیر ممکن نہیں سمجھتا تو ایک طرف عوام کو بھی خرید لیا جاتا رہا ہے۔ م
 کہاں سے آئے صد لا الہ الا اللہ | اس نسلے میں جبکہ بالعموم ہر شخص کامیاب زندگی
 رہا ہو تو آج کی نئی نسل کی زندگی صرف حصول دنیا کے ہی گرداگرد گھومتی ہوئی کیوں نہ دکھائی دے۔
 عوام کا دین کی شاہراہوں پر چلنا تو درکنار سالہا سال تک دین کی طرف آنے کا خیال بھی ان کے ذہنوں میں باقی نہیں رہا یہاں تک کہ کچھ لوگ تو ایسے ہیں کہ بڑھاپے میں بھی اطاعت الہی کی طرف ان کا دھیانی نہیں جاتا۔ اس قوم کی تباہی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جہاں اس کے جوانوں کو اپنے ماں باپ میں بے دینی، عریزہ آقاہ میں دنیا پرستی، ماحول میں پیسے کی دوڑ، چور بازاری، رشوت ستانی، بے ایمانی سے مال جمع کرنے کے ذرائع، لوٹ کھسوٹ مار دھاڑ کا بازار گرم نظر آتا ہو اور مآر و منازعہ میں مطلب براری اور مدرسوں میں ضیاء پرستی نظر آئے تو اس ملک کے لو جوانوں سے دین پر چلنے کی توقع کس طرح کی جاسکتی ہے۔ یہ سب بیدینی کی کیفیات مخالفین اسلام کی ان محنتوں کا پھل ہے جس کے بیج ان لوگوں نے سینکڑوں سالوں کی ریاضت کے بعد ہماری کشت دہلیاں میں بٹھے تھے۔ اس بیدینی کی روشنی نے کس طرف سے صدائے لا الہ الا اللہ بلند ہونے کی گنجائش نہیں رہنے دی۔ یہی وجہ ہے کہ اب حال حال

ہی لوگ ایسے نظر آتے ہیں جو جذبہ اسلام سے مرشار ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ آج دیندار گھرانوں میں بھی باکردار نوجوان شاید اور پائی ہی ہوں گے۔

بیدار ہوں دل جس کی فغانِ سحر سے اس قوم میں مدت سے وہ درویش ہے نایاب
مسلمانوں میں موجودہ افراتفری، اضطراب اور پریشانی کا حال تصویرِ درد کے
عنوان سے ہماری تصنیف ”مراثی ملت“ میں ملت اسلامیہ کا چہرہ رخ کے بیان میں
خاصی تفصیل سے شامل کر دیا گیا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ اقبالؒ نے زمانہ جاہلیت کی بازگشت کرتے ہوئے اصنام ہیکل و
معبد کی طرف سے ترجیحائی کرتے ہوئے ہیکل کا قول لکھا ہے کہ وہ مومن آزاد جو حدود و قیود
اور جہالت کا کبھی قائل نہ تھا اب وہ وطن سے محبت ہی نہیں کرتا بلکہ اسے پوجتا بھی ہے اور
تمام برائیاں اس میں پائی جاتی ہیں وہ بھولے بھی خدا کو یاد نہیں کرتا۔

درجیاں باز آمد ایم طرف
آج اس دنیا میں ہمارا خوشی کا دن آیا ہے
از چراغِ مصطفیٰ اندیشہ چیت؟
(چراغِ مصطفوی کا خوف ہی کب سے؟)
اہرمن را ز نمدہ کرد افسون طرف
شیطان کو مغرب کے جاؤ نے زندہ کر دیا
بندیں انگر دلش باید کشود
(دین کی پابندی ماس کی گردن سے کھول دینا چاہیے)
تاصلوۃ اور اگر آید ہی
(یہاں تک کہ اگر وہ نہ مانگی پڑھے گا تو میں)

دین تے رنگ نسل کے امتیاز سے شکست کھا لیا
زانکہ اور اپنہ زندہ بولہرب
کیونکہ اس کو پھونک مارنے والے سیکڑوں ابولہرب
روزِ یز فال زرد و زار نیم شب
دین کے دن کا چہرہ بیدنی کی رات کی خوف زندہ
بندہ مابندہ آزاد بود
ہمارا ہیکل کا) بندہ آزاد بندہ رہا ہے
رکعتے خواہم و آں ہم بے سجد
اس سے ایک ہی رکعت چاہتا ہوں وہ بھی سجد

اس دور کی مشکلات اور ان کا حل
وہ اجتماعی مشکلات جس سے عالم اسلام
دچار ہے صرف اسی صورت میں حل کی جا
سکتی ہیں کہ اگر قرآن کو اپنا معالج تسلیم کر لیا جائے اور حالات کا مردانگی سے مقابلہ کیا جائے

اللہ تعالیٰ نے ہر مشکل کا حل اس آیت میں پیش کر دیا ہے۔

اسْتَعِينُوا بِالْقَبْرِ وَالصَّلَاةِ۔ (البقرہ: ۲۵) مدد لو صبر اور نماز سے۔

صبر کے لغوی معنی روکنے اور باندھنے کے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جس کام سے منع کیا گیا ہے اس سے روکنے کے رہنا اور جس کا حکم دیا گیا اس کا پابند ہونا ہے۔ اس میں عزم کی پختگی خواہشات نفس کو ضبط کرنا اور سیرتِ مشکلات کے مقابلہ میں اللہ کے پلٹے ہوئے راستے پر بڑھتے رہنا ہے۔ اگر مسلمان اپنا شعار اس آیت کے مطابق ڈھال لے تو کوئی مشکل ان کا راستہ نہیں روک سکتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کبھی کوئی مشکل درپیش ہوتی تو فوراً نماز میں مشغول ہو جاتے۔ حضرت ابن عباسؓ ایک سفر پر جا رہے تھے کہ کسی نے آپ کو یہ خبر پہنچائی کہ آپ کا بیٹا فوت ہو گیا ہے۔ آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ۔ پڑھا اور اونٹ سے اتر کر نوافل میں مشغول ہو گئے پھر فرمایا کہ ہم نے وہی کیا جس کا اللہ نے حکم دیا ہے (یعنی صبر اور صلوٰۃ کا)۔

درج بالا آیت سے ظاہر ہوا کہ مشکلات کا حل دو باتوں میں ہے ایک یہ کہ نماز سے وابستگی اور دوسرا یہ کہ حالات سے ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے۔ گو یہ کہ اس راہ پر چلتے والے کے لئے دو قسم کا علاج بتلایا جا رہا ہے۔ ایک دینی راہ پر چلتا اور دوسرا دنیاوی مشکلات سے بہانہ کے ساتھ نہپٹنا چنانچہ مناسب ہوگا اگر ان دونوں کے متعلق کچھ آسان راستے متعین کر دیئے جائیں۔

۱۔ دنیاوی مشکلات کا حل | اگر کوئی شخص دنیاوی مشکلات کا جب سے پریشان ہو تو اللہ

حل درج ذیل مسطور میں پیش کیا جا رہا ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے توبہ، جو لوگ اللہ کے نافرمان پر قائم رہتے ہیں اور کماندہ و رفدہ کی پابندی نہیں کرتے وہ اول درجہ کے فاسق اور فاجر لوگوں میں شامل کر دیئے جاتے ہیں اور ایسے لوگ ہی اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہیں۔ یاد رہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نافرمانی کا رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی ان سے اپنی مدد کو روک لیتے ہیں اللہ تعالیٰ

نافرمانی سے بچنا کوئی زیادہ مشکل بات نہیں۔ اس کا علاج صرف پانچ وقت کی نماز ادا کرنا ہے جس کے لئے دن بھر میں آدھ گھنٹہ درکار ہوتا ہے اور دوسرا علاج رفتہ رفتہ اپنے دل کو اسلام کی طرف کھولے رکھنا ہے تاکہ اسلام کی محبت دل میں جاگزیں ہوتی جائے۔ نافرمان لوگوں کی اکثریت فقر و فاقہ، پریشان حالی، کاروبار میں بے برکتی اور طرح طرح کی بیماریوں اور مصائب میں مبتلا رہتی ہے۔ ان میں سے چند ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کے پاس مال و دولت کی فراوانی اور عیش و عشرت کے سامان ہونے کے باوجود اپنے دن رات بے چینی، پریشانی اور کس میرسی کی حالت میں گزارتے ہیں۔ ان لوگوں کو کبھی بیماریوں اور بلاؤں کا سامنا ہوتا ہے کبھی مقدمہ باز اور قتل و غارتگری کا خوف ہوتا ہے اور کبھی کوئی نہ کوئی مصیبت سر پر لٹکتی نظر آتی ہے یہ سب کچھ اس کی خدائے عذاری اور نافرمانی کے سبب ہوتا ہے۔

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم سے مومن کی یہ پہچان کہ گم اسمیں ہیں آفاق
(آ) سورج الی اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام کائنات انسان کی خدمت کے لئے بنائی اور انسان کو اپنی عبادت کے لئے بنایا (الحديث) یہ زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، جانور (مثلاً گائے، بیل، بھینس، بکری وغیرہ)، اور جمادات غرضیکہ ہر چیز کو انسان کی خدمت کے لئے پیدا فرمایا اور انسان کو اس کا نصب العین بنایا (OBJECT) اور انسان کا نصب العین (یعنی OBJECT) خدا خود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ اگر تم اپنے نصب العین (یعنی خدا) کو یاد رکھو گے (اور اس کی تابعداری کرو گے) تو تمام کائنات اپنے نصب العین کی یعنی تمہاری (تابعداری کرے گی۔ یہ قانون نہایت مضبوط اور اٹل ہے اگر انگریز بھی اللہ کے قوانین کی تابعداری کرے گا تو اس کو بھی خود و قصور طیں گے لیکن مسلمان کی تابعداری کا اجر تو خود اللہ تعالیٰ اور اس کی تمام کائنات کی تسخیر ہے چنانچہ قرآن میں متعدد بار فرمایا کہ اگر میری تابعداری میں رہو گے تو یہ تمام کائنات تمہارے لئے مسخر کر دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں فرما دیا ہے کہ اذْقُوا بِعَهْدِي اَوْ ذِقُوا بِعَهْدِي یعنی تم میرا عہد پورا کرو تو میں تمہارا عہد پورا کروں گا۔ معلوم نہیں کہ اس یقین و حانی کے بعد بھی مسلمان کیوں اپنا عہد پورا نہیں کرتا اور خواہ مخواہ نفاق کی نافرمانی کی وجہ سے دنیا میں ذلیل ہو چکا ہے۔

درج بالا بیان سے (جو کہ قرآن سے ماخوذ ہے) اس بات میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ جو شخص اللہ کا تابعدار ہو اس کے ساتھ اللہ کی مدد بھی شامل ہوتی ہے، چنانچہ جو پریشان حال، آفت زدہ اور کشتہ روز گاہ ہے تو وہ ضرور اپنے خدا کا نافرمان ہے لہذا ضروری ہے کہ وہ اپنے خالق کی طرف رجوع کرے، اس رجوع اور تابعداری سے یہ مراد نہیں کہ وہ اپنے اوقات کو ہمہ وقت عبادت میں گزارے، ہرگز نہیں! بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ حرام کاری کو ترک کر دو، اور دن میں پانچ وقت کی نماز ادا کر لیا کرو جس کیلئے تقریباً نصف گھنٹہ یومیہ درکار ہے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے صاف لفظوں میں فرمایا ہے مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ لِلّٰهِ كَافً - (جو اللہ کا ہو گیا اللہ بھی اس کا ہو جاتا ہے) اس وعدے کے بعد نافرمانی کرنا اور پریشان اور نپوں حالیوں میں مبتلا رہنا تو بد بختی اور کم عقل انسان کے سوا کسی سے متوقع نہیں۔ جو شخص مصائب میں مبتلا ہے وہ اپنے خالق کی بنیادوں کیوں ترک نہیں کر دیتا؟ کسی نے پوچھا کہ جب ہر طرف سے مصائب کے تیروں کی بھرمار ہو تو کیا کیا جائے؟ جواب دیا کہ تیرا نماز اللہ کے پہلو میں آ جاؤ اس بات میں خیریت ہے۔

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص امداد کے لئے آیا کرتا اور آپ اُسے کچھ نہ کچھ دیدیتے۔ ایک دن آپ نے فرمایا اے شخص مجھے بتا کہ تم کا دوا دہ اچھا ہے یا اللہ کا؟ اُس نے کہا کہ دروازہ تو اللہ ہی کا اچھا ہے۔ فرمایا جا اور قرآن پڑھ شاید اللہ تجھے فہم عطا فرمائے۔ وہ شخص گیا اور پھر کبھی نہ آیا۔ ایک دن آپ نے اس کے متعلق دریافت فرمایا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ اب کسی سے سوال نہیں کرتا حضرت عمر رضی اللہ اس کے گھر گئے اور نہ آنے کا سبب دریافت کیا تو اُس نے کہا کہ جب آپ نے فرمایا تھا کہ قرآن پڑھو تو میں نے قرآن پڑھا اور دیکھا کہ اُس میں لکھا ہوا تھا وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ کہ تمہارا رزق اور جو بھی تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان میں موجود ہے) تو میں نے سوچا کہ میرا رزق تو آسمان میں ہے اور میں خواہ مخواہ اُس کو زمین والوں کے پاس ڈھونڈتا ہوں، چنانچہ میں نے آسمان والے سے تعلق پیدا کر لیا اور اب مجھے ہر چیز

مل جاتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی یہ بات سن کر بہت روئے۔ اس روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آسمان والے سے جو بھی رشتہ قائم کر لے گا اُس کی ہر مشکل حل ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو حفص حداد نے ایک شخص کو نصیحت فرمائی کہ بھائی ایک دروازے کا غلام ہو جا سب دروازے تم پر کھل جائیں گے۔ ایک آقا کے آگے جھک جا دنیا کے تمام آقا تیرے آگے جھک جائیں گے۔

(۱۱) انعاماتِ الہی کی محرومی سے بچو۔ اس کتاب کے آئندہ صفحات پر عبادت کے انعامات کا ذکر کیا گیا ہے جس کے مطالعے سے معلوم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عبادت گزار لوگوں کے لئے بے شمار انعامات کا وعدہ فرمایا ہے۔ ان وعدوں میں سب سے کم درجے کا وعدہ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ہے (کہ نہ تو ان کو کسی چیز کا غم ہو گا اور نہ ملال) کیونکہ اللہ تعالیٰ اُس کی حیات کی حفاظت ہر پہلو سے اپنے ذمے لے لیتے ہیں اور سب سے بڑے انعام یہ کہ گفتہ اُدگفتہ اللہ بڑ یعنی وہ محبوب الہی بن جاتا ہے اور اس کا ہر فعل فعل الہی بن جاتا ہے بلکہ کوئی دوسرا اس کے پہلو میں آ جائے تو وہ بھی محبوب الہی بن جائے گا۔ حیرانگی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ہمیں اتنا کچھ دینا چاہیں اور ہم یہ کہیں کہ ہمیں ہم آدھ گھنٹہ کے لئے نمازیں نہیں پڑھیں گے اور اس کے نتیجہ میں دنیا کی دولت برداشت کر لیں گے۔ بے شک ہم مصیبتوں، بلاؤں، دہاؤں اور مرضوں میں جان بوجھ کر گرفتار ہوتے ہیں۔ ایسے شخص کو خود پر لعنت بھیجنا چاہیئے کہ جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو ٹھکرا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قِيلَ مَن يَبَادِي الشُّكُورَ (میرے بندوں میں شکر گزار تو بہت کم ہیں)

(السیا آیت ۱۳)

اللہ کے بندوں کی شکلات اللہ کی طرف رجوع کرنے سے ختم ہو جاتی ہیں۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ رجوع کرنے میں کہیں کو رہ گئی ہے۔ جو فقر ہوا تلخی دوراں کا رگہ مند اس فقر میں باقی ہے ابھی بوٹے گداں (۱۲) اپنے کام میں کمال حاصل کر دے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جو محنت کرے گا وہی اس کا پھل کھائے گا۔ انگریز نے محنت کی اور پھل پایا اور مادی دنیا میں چھا گیا مسلمان

کے دین کا ایک بہت بڑا حصہ حصولِ علم اور کمالاتِ فنیہ میں امتیاز حاصل کرنا ہے۔
 حدیثِ شریف میں ہے کہ کسب میں کمال رکھنے والا اللہ کا حبیب ہے (اُنْكَاسِبُ
 حَبِیْبِ اللّٰہِ) اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرتے ہوئے کسب (میں کمال) میں اسلام
 ہے اور ایسے مسلمان کو اللہ تعالیٰ فتح و نصرت سے نوازتے ہیں۔ اللہ کی فرمانبرداری کی حالت
 میں جو بھی کام شروع کرو گے اللہ کی مدد کو اس میں شامل پاؤ گے۔ اور اگر ایسا ہو تو پھر پریشانی
 ختمہ حالی اور فقر و فاقہ کیسے رہ سکتا ہے بلکہ فقر و فاقہ اور مصائب تو علوم و فن اور مہارتِ فنی
 کے فقدان اور احکامِ الہی کو فراموش کر دینے میں ہیں۔ یہ دنیا عالمِ اسباب ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ
 کی ایک سنت یہ ہے کہ اُس نے محنت کے عمل کو اسبابِ رزق میں شمار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ
 اپنی سنت کو تبدیل نہیں کرتے (سوائے ان لوگوں کے کہ جو اسباب کو قطع کر کے مسببِ الاسباب
 سے مکمل طور پر اپنا ناما جوڑ لیتے ہیں۔) ہم بزرگ خدا کی سنت کو توڑنا چاہیں تو اللہ تعالیٰ ناگہانی ظاہر کرے گی۔
 (۱) خدا کی امداد کے لئے کچھ وظائف کا اختیار کرنا۔ جو کچھ اوپر بیان کر دیا گیا ہے اس پر
 توجہ کرنے کے بعد عمل کرنے سے ایک مسلمان اپنی زندگی کو کامیاب بنا سکتا ہے۔ لیکن یہ بات تجربے
 سے ثابت ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد میں تعمیل (عملت) کیلئے چند ایک نائد اعمال کا اختیار
 کرنا بہت مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ایسے اعمال کی تفصیل تو بہت طویل ہے لیکن اختصار کے طور
 پر کچھ اور ادبیات کئے جا رہے ہیں جن کا نماز روزہ کے علاوہ ادا کرنا بہت مددگار ثابت ہوتا
 ہے۔ ان کاموں میں کسی بزرگ کا مشورہ مفید ثابت ہوگا۔

۱۔ ارکم اعظم کا ورد۔ اپنے نام کے حروفِ ابجد نکال کر ان اعداد کے برابر اللہ تعالیٰ کے
 دو اسماء الحسنیٰ را ایک جلال اور ایک جمال نام کا وظیفہ صبح و شام کیا جائے لیکن وظیفہ کی تعداد
 نام کے اعداد سے دو گنی ہو تو بہتر ہے ورنہ نام کے حروف کے برابر بھی کفایت کرتا ہے ان اورد
 سے محنت، تندرستی، مالی حالت اور عام زندگی کے احوال پر بہت زبردست اثرات مرتب
 ہوتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ اثرات ایک دہنتے میں بھی نمودار ہو جاتے ہیں۔

ب۔ صبح سورج نکلنے سے پہلے کا وظیفہ۔ یہ وہ وظیفہ ہے جس کی برکت سے پوری کائنات کے
 رزق دیا جاتا ہے۔ اہل و آخر گیارہ بار درود شریف کے ساتھ سو بار یہ پڑھے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ ۝ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِحَمْدِهِ ۝ اَسْتَغْفِرُكَ اللَّهُ - (الحديث)

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور اپنی تمام تعریفوں کیساتھ
ہے، اللہ تعالیٰ عظیم ہے اور اپنی تعریفوں کیساتھ
میں اللہ کی طرف رجوع و استغفار کرتا ہوں۔

ج۔ کثرت استغفار :- سورہ ہود اور سورہ نوح میں ہے کہ کثرت استغفار سے عزت، دولت
ہارش، اعلا، طاقت، قوت، اختیار وغیرہ ہر چیز ملتی ہے۔ درج ذیل استغفار کو اگر سات سو بار
(صبح کے وقت سورج نکلنے سے پہلے یا بعد بھی) پڑھا جائے تو بہت جلد اثرات مرتب ہوتے
ہیں ورنہ تو یا دو مرتبہ ہی پڑھ لیا جائے یہ چلتے پھرتے بھی پڑھ سکتے ہیں اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الَّذِي
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ فَاتُوبُ إِلَيْهِ۔ انا۔ بار۔ اَلْمُحْسِنُ اِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ
الْعَفْوَ قَاعُفٌ عَنَّا يَا غَفُورٌ يَا غَفُورٌ يَا غَفُورٌ۔ انا۔ بار۔

د۔ سورہ مزمل :- ہر نماز کے بعد گیارہ بار درود شریف (اقل و آخر) اور ایک بار سورہ مزمل
پڑھنے سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔

ح۔ درود شریف :- اگر گھر میں کچھ افراد مل کر ۳۰ یا ۴۰ ہزار سے سالا کہ تک کوئی سا بھی
درود شریف پڑھیں تو رزق میں برکت اور ہر مراد جس کے لئے پڑھا جائے حاصل ہوگی۔ ایسی
مجلس ہر ماہ میں ایک بار یا دو بار ہو جائے تو بہتر ہوگا۔

علامہ ابن جوزیؒ ایک حدیث نقل کرتے ہیں (انداز مودہ بھی ہے) کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تنگ دستی کی حالت میں ہو وہ مجھ پر کثرت سے یہ درود پڑھے
اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اس کے ذریعے تنگ دست کا ٹھکانا مٹ کر ہو جائے گا
آخرت میں اس کو شرف بخشا جائے گا۔ اور شفاعت کے ذریعہ اس کی رضا اور آرزو پہنچائی
جائے گی۔

۔ ہر مشکل کا حل :- ان امداد کے علاوہ ادب بھی بہت سے امداد ہیں جن سے بہت سے

ن معاملات، پریشایاں ادبیماریاں ٹھہر جاتی ہیں اس کے لئے رقم الحروف یا اسکے قلمیاباہر
درج کئے ہوئے ایڈریس پر ملاقات کریں تو انشاء اللہ خدا سے قدوس کرم فرمائے گا۔
ذ۔ اللہ کی راہ میں خرچ :- اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے اور بالخصوص اجناس کی شکل میں

لوگوں کو دینے سے دینی اور دنیاوی برکات حاصل ہوتی ہیں۔ غریب، شرفاء اور جاتنے والوں کو کھانا کھلانا ایسا کام ہے جس کی برکت فوراً نازل ہوتی ہے (راقم الحروف کی تصنیف "کتب بے زرق اور نفاق فی سبیل اللہ جو عنقریب شائع ہونے والی ہے میں مطالعہ فرمائیں) نیکوں اور بزرگوں پر مال خرچ کرنے کی بہت فضیلت ہے اور مال میں برکت بہت زیادہ ہوتی ہے۔

۲۔ دینی مشکلات کا حل | دینی مشکلات سے مراد یہ ہے کہ اس نفسا نفسی کے عالم میں اور دشوار گزار حالات میں بھی دین کی راہ پر گامزن ہونا کس طرح ممکن ہو سکتا

ہے۔ درج بالا مشورے پر عمل کرنے سے انشاء اللہ دنیاوی (مادی) حالات درست ہو جاتے ہیں۔ اور جب دنیا کی پریشانی کم ہو جائے تو دین کی طرف رجوع کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

دینی مشکلات کو حل کرنے میں سب سے پہلا مرحلہ نماز پڑھنے میں باقاعدگی حاصل کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرِ اللَّهِ أَكْبَرُ (العنکبوت)

نماز ہی تمام برائیوں سے نجات دلانے کا ذریعہ ہے اور جب نماز قائم ہو گئی تو تمام برائیاں جلد ہی

رخصت ہو جاتی ہیں۔ بشرطیکہ نماز کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھا جائے اور کسی بزرگ سے اس کا

پڑھنا سیکھا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز کو اسلام میں بہت اہمیت حاصل ہے اور مسلمانوں کا سارا

اسلام اسی ایک رکن پر استوار ہوتا ہے، لیکن افسوس ہے کہ مسلمان نے اپنا توجہ اس طرف کرنے کی

کوشش نہیں کی اور نہ ہی اسے اس کی خوبیاں کا علم ہوا ہے اس کتاب میں نماز کو اسلام کا ستون ہونے

اور اس میں بے شمار خوبیاں موجود ہونے کا وجہ سے اس کے قائم کرنے کی طرف توجہ دی جائے گی

اور ان آسان طریقوں کی وضاحت کی جائے گی جن کو اپنانے سے نماز پر تکلف قائم ہو جائے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ دعا کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ بندہ خود اپنی اصلاح

کرے اور اگر اس نے اپنے آپ کو ٹھیک کر لیا تو سمجھ لو کہ اس کی تقدیر بدل گئی۔ مگر

تری دعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی۔ مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے

تری دعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری۔ میری دعا ہے تری آرزو بدل جائے

اللَّهُمَّ وَفِّقْنَا فِي مَحْتَمَاتِ الْأُمُورِ ؕ آمِينَ

یقین

(دین سارے کا سارا یقین ہے)

مسلمان کی یقین سے محرومی | مسلمانانِ وقت کا دین اسلام سے انحراف کا سبب ہے
یقین کا اٹھ جانا ہے۔ خدا پر زبانی ایمان کا ہونا اور بات ہے لیکن اس پر قلبی یقین کے
ہونے میں بہت بڑا فرق ہے۔ کہنے کو تو سب ہی کہہ دیتے ہیں کہ خدا ہے لیکن جب خدا کی
پکار کو سن کر اس پر عمل نہ کیا جائے تو یہ خدا کو نہ ماننے والی بات ہے۔ علامہ نے فرمایا ہے کہ

زباں سے گر کیا توحید کا دعویٰ تو کیا مل۔ بنایا ہے بت پندار کو اپنا خدا تو نے

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ الا تو کیا حاصل؟۔ دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

خرد کی تنگ دامانی سے فریاد۔ تجلی کی فراوانی سے فریاد

گوارا ہے اسے نظارہ غیر۔ نگہ کی نامسمانی سے فریاد

تو عرب ہو یا عجم ہو تیرا لا الہ الا۔ گفتِ غریب جیتک تیرا دل نہ گواہی

ایں دو حرف لا الہ گفتار نیست۔ لا الہ جز تیغِ یلہ زہار نیست

رد و حرف لا الہ کے محض ایک بات ہی نہیں۔ لا الہ ایسی تلوار ہے جسے کوئی روک ٹوک نہیں

قبلے الا خونی قباٹے است۔ کہ بر بالائے نامرداں دراز است

قبلے لا الہ تو ایسی خونی قبا (چادر ہے)۔ جو نامردوں کی قد سے بہت لمبی ہے

نامراد پست ہمت اور کم حوصلہ لوگ لا الہ کے تقاضوں کو بجا نہیں لا سکتے

اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہر مسلمان خدا پر ایمان رکھتا ہے کیونکہ مسلمان کا خدا پر ایمان نہ ہونا ممکن

ہی نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ ایمان تو اس کا ہے لیکن اس قدر ضعیف ہے کہ اُسے ایمان کے

زمرہ میں شمار نہیں کیا جاسکتا، اگرچہ اُسے کافر بھی نہیں کہا جائے گا مگر ایسا شخص ضعیف ایمانی

کی وجہ سے اور ترک صوم و صلوٰۃ کی وجہ سے فرزند جہنم کا مزہ چکھے گا اور کروڑوں بلکابلوں سال تک جہنم میں رہنے کے بعد بالآخر جنت کا حقدار ہوگا۔ ایسے مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ایمان کو مطلوبہ یقین کی حد تک لے جائے حتیٰ کہ اگر اس کی ایک نماز یا کوئی دینی عمل چھوٹ جائے تو اس پر لرزہ طاری ہو جائے حلاۃ فرماتے ہیں :-

چوں می گویم مسلمانم بلرزم - کہ دامن مشکلات لا الہ الا
(جب میں خود کو مسلمان کہتا ہوں تو لرزہ برآمد ہو جاتا ہوں۔ کیوں کہ میں لا الہ الا کی مشکلات کو جانتا ہوں)
جن لوگوں کے ہاں علم یقین پیدا نہیں کرتا ایسے لوگوں کے لئے علم پر عمل کرنا بھی محال ہے۔ یہ بات قابل تسلیم ہے کہ یقین نہ ہو تو اندرونِ انقلاب کیسے متصور ہو سکتا ہے؟
اگر یقین مثبت ہے تو مثبت عمل ظہور میں آئے گا۔ ناقص یقین نقص عمل پر دلالت کرتا ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ یقین وحی کی روشنی کے بغیر ناممکن ہے یہی وجہ ہے کہ کسی صاحبِ نظر کا منجبت سے یقین میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اوائل اسلام میں کچھ لوگ ایمان لائے اور وہ اپنے ایمان کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان جتانے لگے اور مکان، کپڑا، زمی وغیرہ کا مطالبہ کرنے لگے، ان لوگوں کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔

لَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ
(اے عرب کے بدو لوگو! ابھی ایمان تمہارے
دلوں میں داخل نہیں ہوا)

اس آیت میں اسی یقین کی طرف اشارہ ہے۔ علم کا در در زبان ہونا یا سراپا داغ ہونا اور بات ہے اور متابع جاں بننا اور مستعد ہے۔ دل جب تک درست نہ ہو تو عمل کی بات ہی کیا زبان بھی کام نہیں دیتی، علم جب تک یقین کے درجے پر نہ لگے علم نہیں ہوتا ہے۔

جہاں یقین نہیں عمل بھی نہیں

یہ مسئلہ ہے کہ اعمال کا انحصار یقین پر ہوتا ہے جہاں بے یقینی کی کیفیت ہو وہاں عمل متصور نہیں ہو سکتا۔ بتاریخ و ہم و گمان اور قلت و خواہشات کے بتوں سے امیدیں

اس لئے وابستہ کی جاتی ہیں کہ خدا کی الوہیت پر صحیح ایمان نہیں ہوتا۔ جس شخص کو (مشاہدہ کی حد تک) یقین ہو کہ بجلی کے تار میں ۲۲۰ وولٹ کرنٹ ہوتا ہے اور اس تار کے چھو جانے سے انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے تو ایسا شخص کبھی اس تار کے نزدیک نہیں جاتا۔ آج کے مسلمان کو خدا، جنت، دوزخ اور آخرت کے مواخذے کا علم تو ہوتا ہے مگر ان میں بھاری اکثریت ان لوگوں کی ہے جو نہ تو آخرت اور اس سے متعلقہ امور کا علم اور نہ ہی اس پر یقین کامل رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج مسلمانوں کی بھاری اکثریت کے دلوں میں خدا اور اس کے عذاب کا خوف نہیں رہا۔

مندرجہ بالا بجلی کے تار سے ہلاک ہونے والی مثال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کسی بات پر یقین حاصل کرنے کے لئے مشاہدے کا ہونا ضروری امر ہے ہم بجلی سے اس لئے ڈرتے ہیں کہ ہم نے کبھی اس کا جھٹکا محسوس کیا ہو گا یا ہم نے لوگوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے بجلی کے جھٹکے سے مرتے ہوئے دیکھا ہو گا لیکن مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟ عذاب قبر اور عذاب آخرت کیسے ہوتے ہیں؟ یہ ایسی باتیں ہیں جن کا مشاہدہ اس دنیا میں عام طور پر نہیں ہوتا لہذا عام لوگ آخرت کے عذاب سے خوفزدہ نہیں ہوتے۔ اس بات کی تصدیق ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک لمحہ بھر کے لئے جنت یا دوزخ کا مشاہدہ کر لے تو وہ اس دنیا کے کاروبار کا قطعاً پرواہ نہیں کرے گا اور دن رات عبادت میں مصروف رہے گا۔ چنانچہ اس اصول کے شواہد پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ ہماری بھاری اکثریت واقعتاً خدا سے بے خوف ہے اور ان کو آخرت کے عذاب کا اندازہ بھی نہیں ہے تو پھر اصل مرض اسی یقین (یا مشاہدہ) کی کمی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اگر مسلمان کو یقین کی دولت میسر ہو جائے تو یہ قوم قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح مستعد ہو سکتی ہے۔ اسلام نے یقین کی دولت کو حاصل کرنے پر بہت توجہ دیا ہے اور اس لئے راقم الحروف نے مطلوبہ یقین کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی ہے تاکہ اہل ذوق اس کے مطالعے سے مستفید ہو سکیں۔ اس کیلئے مصنف کی کتاب ”روح نماز“ میں دیکھیں۔

خدا نے بزرگ و بزرگ الوہیت پر یقین صرف وہی لوگ رکھتے ہیں جو اس کے چیدہ چیدہ احکامات سے پہلو تہی نہیں کرتے بیشک ایسے لوگ ایمان و یقین کی دولت سے

مالا مال ہوتے ہیں لیکن وہ لوگ جو حق علی الصلوٰۃ کی آواز پر تارک طرف نہیں آتے وہ ناقص الایمان اور فقہ کے اعتبار سے اقل درجہ کے فاسق اور فاجر کہلائے جاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کے حکم کو دنیا کے معمول سے کاموں کی وجہ سے ترک کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ جو اللہ کے حکم کو مال دیں اور دنیا کی ہر یکا پر پر لپیک کہیں ان کو اپنے ایمان اور یقین کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بجل کے تارک کی طرح آخرت کے امور کا مشاہدہ اس دنیا میں نہیں ہو سکتا لیکن خدا کا احسان ہے کہ اُس نے اس دنیا میں اپنی ایسی نشانیاں مخفی کر دی ہیں کہ جن کو دیکھتے اور غور کرنے کے بعد خدا کی الوہیت کا مشاہدہ اسی طرح ہو جاتا ہے جس طرح کوئی اس دنیا میں بجل کے تارک کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس کتاب میں ایسی مثالیں اور شواہد بیان کئے جا رہے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کے الوہیت کا بخوبی اندازہ ہو جائے اور اس کے ساتھ ساتھ انسان کی اپنی خات اور کائنات کی تخلیق کے چند ایسے پہلوؤں کو وحی کی جلتے گی جس کی وجہ سے یقین میں اضافہ ہو سکے اور بہم شکوک و شبہات جو بے عمل کا باعث بنتے ہیں دور ہو جائیں۔

علامہ اقبالؒ بال جبریل میں مرید ہندی کا کلام
ترقی یافتہ یورپ بے یقینی کی جانب | نام مولانا زکیم کہتے ہیں کہ اس دور میں ہر شخص چنگ و زباب میں مست اور بے یقینی کے دور میں ہے اور تارک کیا آید اس آواز دوست کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔ اس بے توجہی کی وجہ بے یقینی اور اہل یورپ کی طرح عیاں کی طرف غبت کا ہونا ہے ان کو معلوم نہیں کہ اہل یورپ کے نغمے ان کو سوئے خاک یعنی نفسانہ خواہشات کی پیروی اور اخلاقی قدروں سے دور کھینچ رہے ہیں۔

ظہر دورِ مافرمست چنگ و زباب - بے ثبات و بے یقین و بے حضور

کیا خبر اس کو کہ ہے یہ راز کیا؟ دوست کیلئے، دوست کی آواز کیا؟

آہ یورپ با فردغ و تابناک - نغمہ اس کو کھینچتا ہے سوئے خاک

ابلیس اپنی مجلس شوریٰ میں شکر ادا کرتا ہے کہ آج کا مسلمان یقین سے

محروم ہے کیونکہ اُس نے اپنی ماطرتی قوتوں کے ذریعے آئین اسلام کو مسلمانوں کی نگاہوں سے پوشیدہ کر دیا ہے۔

۵ چشم عالم سے ہے پوشیدہ یہ عالم تو خوب یہ غنیمت ہے کہ خود مومن مہر و یقین
عمل کیفیت علم سے صادر ہوتے ہیں | امام غزالی کا قول ہے کہ علم ایک کیفیت

ہی صادر ہوتے ہیں اور ان دونوں کا تعلق یقین سے ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے
 علم کو ایسی شان عطا فرمائی ہے کہ اس میں عزت بھی ہے اور دولت بھی ہے۔ حضرت سلیمانؑ کو
 اللہ تعالیٰ نے اختیار عطا فرمایا کہ علم، حکومت اور مال میں سے ایک چیز کو پسند کر لیں۔ آپ
 نے علم کو پسند کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی برکت سے حکومت بھی دی اور مال بھی عطا فرمایا (الحديث)
 گویا کہ علم ایک ایسی دولت ہے جس کی وجہ سے ہر چیز مل جاتی ہے (ہماری کتاب "سرایہ ملت"
 میں "مسلمان کا علمی نصاب" کا مطالعہ فرمائیں)۔ علم وہ عظیم دولت ہے کہ جس کی وجہ سے
 یقین بھی پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف راہنمائی بھی ملتی ہے۔

خدا کی پہچان کے لئے بنیادی علوم | اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی صفات کا عرفان ممکن نہیں
 اور یہی اس کی پہچان ہے کہ وہ پہچانا نہ جاسکے۔

تاہم بصیرت قلبی سے اُس کی ذاتِ مقدس کے موجود ہونے کے اشارات ہر چھوٹی بڑی اشیائے
 عالم میں پائے جاتے ہیں اسی لئے کہا جاتا ہے کہ آنکھ دلاتری قدرت کا تماشا دیکھے، چنانچہ
 اہل نظر ہر ذرے میں اُس کی ذاتِ ستودہ صفات کے جمال کو ملاحظہ کرتے ہیں۔ ایک حدیثِ
 شریف میں ہے کہ جس نے خود اپنے آپ کو پہچان لیا اُس نے خدا کو پہچان لیا۔ خدا کو پہچاننے
 کے لئے اپنے آپ کو پہچانتا اور اپنے آپ کو پہچاننے کے لئے دونوں عالموں کا پہچانا ضروری
 ہے۔ لہذا اس جگہ انسان اور اس کے گرد و لواحق کے عوالم کی پہچان کے لئے چھ نکات کی
 وضاحت کی جا چکی ہیں کسی حد تک اللہ تعالیٰ کا کچھ عرفان حاصل ہو سکے گا اور عرفان کے حاصل ہونے
 کے بعد ذاتِ باری تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ممکن ہوگا۔ ان چھ نکات کو نیچے بیان کیا جا رہا
 ہے بغور مطالعہ فرمائیں۔

۱۔ ایمان باللہ۔ یہ معلوم کرنا کہ کیا خدا واقعی موجود ہے اور اگر موجود ہے تو نے مافانی کیوں ؟
 خدا کی ذات پر استدلال اور ایسے ایمان کا قیام کرنا جس سے مافران متصور نہیں ہوتی۔

- ۲۔ نقطہ آغاز کہ کائنات کی تخلیق کا مقصد کیا ہے، یہ تخلیق کیسے اور کن مراحل میں ہوئی؟
- ۳۔ ابلیس کی طاقت اور اس کا مقابلہ ایک مسلمان کیسے کر سکتا ہے (آسان طریقے)
- ۴۔ تقسیم اسلام۔ اسلام کے پانچوں ارکان کی مختصر معلومات بہم پہنچانا (اور شوق پیدا کرنا)
- ۵۔ اسلام دشمن عناصر سے آگہی اور ان کی مداخلت کے آسان طریقے۔
- ۶۔ باعمل مسلمان بننے کے چند سہل نکات جن کو ذہن میں رکھنے سے اسلام کی پابندی ہو جائے۔

ایمان باللہ

اہل اللہ نے ایمان باللہ پر استدلال قائم کیا اور جب یہ استدلال محبت اور عشق کی چاشنی کے ساتھ ملا یا گیا تو عجیب و غریب مشامات رونما ہوئے۔ امام غزالیؒ نے فرمایا کہ میں نے خدا کی ذات پر ادلائل قائم کئے لیکن اس جاہل گھسیارے کا ایمان مجھ سے بہت زیادہ مستحکم تھا جس سے میں نے خدا کی ہستی کی دلیل مانگی اور وہ دلیل نہ دے سکنے پر سخت برہم ہو گیا اور کہنے لگا ”میری نظروں سے دور ہو جاؤ ورنہ میں درانت سے تمہارا پیٹ پھاڑ دوں گا خدا کی دلیل کیا ہو سکتی ہے۔ بس خدا ہے اور بغیر کسی دلیل کے ہے“ ایسا ایمان بھی لا شعور میں چھپے ہوئے یا غیر مرئی مشاہدہ کی باعث ہوتا ہے۔ ایسا شخص ہر بات میں خدا کی ہستی کا مشاہدہ کرتا ہے اگرچہ بیان نہیں کر سکتا۔ یہ بھی ایمان کی اعلیٰ قسم ہے جس میں شک نہ ہو اور اگر ایسا ایمان نہ ہو تو دلائل کی مدد سے ایمان کو بہتر بنایا جاتا ہے چنانچہ ایمان کی وضاحت کرنے کے بعد چند ایسے دلائل پیش کئے جائیں گے جن کے مطالعہ سے اللہ تعالیٰ کے عرفان (پہچان) کی طرف راہنمائی حاصل ہو سکے۔ خدا کے اثبات میں اگرچہ دلائل تو کثیر تعداد میں موجود ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر چند دلائل پیش کئے جائیں گے۔

الایمان

ایمان کا مادہ امن ہے۔ جس کے معنی ہیں کسی خوف سے محفوظ ہو جانا، دل کا مطمئن

ہونا اور انسان کا خیر و عافیت کی دولت سے ہمکنار ہونا ہے (ایمان و اسلام) اَمِنْ جب متعدی معنوں میں استعمال ہو تو اس کا معنی 'اَلْمَنْفُتُہ' یعنی میں نے اسے امن دیا ہوگا اور اس معنی کے اعتبار سے اسمائے حسنیٰ میں مومن کہا جاتا ہے اور مومن اللہ کا نام ہے (یعنی مومن وہ ہے کہ اگر کوئی اُس سے وابستہ ہو تو وہ اُسے عافیت عطا کر دے) غیر متعدی معنوں میں پُر امن ہونے والے کو مومن کہتے ہیں۔ بندہ اللہ سے وابستہ ہو کر امن پاتا ہے اور دوسروں کو بھی امن دیتا ہے۔ امانت بھی امن سے مشتق ہے۔ اس سے امین کا لفظ نکلا ہے۔ (یعنی جو بھروسہ اور اعتبار کے قابل ہو اور خوف اور اندیشہ سے امن میں ہو)

تفسیر نعیمی میں ہے کہ چونکہ مومن اچھے عقائد اختیار کر کے خود کو دوزخ کے عذاب سے امن میں رکھتا ہے اس لئے اچھے عقیدوں کے اختیار کرنے کا نام ایمان ہے۔ بعض نے کہا کہ کسی چیز کا حق سمجھ لینا اس کو جان لینا اور یقین کر لینا ایسا ہے۔ یہود و نصاریٰ بھی جانتے تھے کہ اسلام سچا مذہب ہے لیکن اس کو ماننے نہ تھے لہذا اصل ایمان ماننا ہے جانتا نہیں۔ قرآن میں مومن کے علاوہ رب تعالیٰ کو بھی مومن کہا گیا ہے اور اس کے معنی ہوں گے کہ وہ اپنے کرم سے مومنوں کو عذاب سے امن دیتا ہے۔ ایمان کے دوسرے معنی مضبوط کرنے اور بھروسہ کرنے کے ہیں چونکہ مومن عقائد میں مضبوط اور پورا بھروسہ کرنے والا ہے اس لئے مومن کہا جاتا ہے اصطلاح میں ایمان کی تعریف وہی ہے جو حدیث جبریلؑ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی اور وہ یہ ہے "وَاللّٰہُ بِہِ اس کے فرشتوں پر اُس کی کتابوں پر، رسولوں پر، قیامت کے دن پر اور تقدیر کی بھلائی اور شر پر یقین وہ ایمان رکھے کہ وہ اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں" گویا خدا کے واحد و یکتا ہونے، اس کے خالق ہونے، اس کے پروردگار اور حاجت روا ہونے اور اُن کی تمام صفات پر ایمان ہونے اور دل سے تصدیق کرنے کا نام ایمان باللہ کہلائے گا۔ ایمان باللہ کے بنیادی تقاضے محبت الہی، اطاعت الہی اور توکل علی اللہ ہیں۔ — توحید کے اقرار کے بعد ایمان بالرسالت (رسالت کی شہادت دینا) اسلام کا پہلا رکن ہے۔ ایمان، بالرسالت میں رسالت کی ضرورت، رسالت پر ایمان، اتباع رسالت، مقام رسالت، علم نبوت، احترام و محبت رسول اور حقوق رسالت کاظم

ہونا چاہیے تاکہ مقام رسالت سے آگہی ہو اور اتباع کا شوق پیدا ہو۔ ایمان بالآخرت میں موت کی حقیقت، اَلْبَعْثَةُ بَعْدَ الْمَوْتِ، شعورِ حقیقت (اپنی ذات کی پہچان اعمال کے اعتبار سے) جزاء و سزا اور عالم برزخ وغیرہ کے علوم کو حاصل کرنا، آخرت کے حساب کتاب کے لئے خود کو تیار کرنا شامل ہیں۔

امام راغب اصفہانیؒ نے لکھا ہے کہ ایمان کے ایک معنی شریعت محمدیؐ کے ہیں۔ ایمان کے ساتھ ہر وہ شخص متصف ہو سکتا ہے جو توحید و نبوت کا اقرار کر کے شریعت محمدیؐ میں داخل ہو جائے۔ کبھی ایمان کا لفظ بطور مدح استعمال ہوتا ہے اور اس سے حق کی تصدیق کر کے اس کا فرمانبردار ہو جانا مراد ہے اور تصدیق قلبی تو اقرباً و علناً اور عمل بالجوارح سے مکمل ہوتی ہے۔ یعنی اگر تصدیق قلبی درست ہے تو وہاں عمل بھی ہو گا اور ایمان بھی ایمان قلبی کا بھی باگاہ الہی میں مقبول ہے (یعنی صحیح ایمان)۔

ایمان حقیقی اطباء اللہ کو حاصل ہوتا ہے جو یہ جانتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ تمام عالم اعتباری ہے اور غیبت فنا بوسیہ معرفت حق تعالیٰ ہی موجود اور مستقلاً قائم بقدا ہے اور وہی عالم کے تعینات میں متعین ہے اور یہ جملہ تعینات اعتباری ہیں اس قسم کا ایمان کشف اور شہود کی راہ سے ہی حاصل ہوتا ہے نہ کہ کتب تصوف کے مطالعہ یا سائنس اور فلسفہ کے استدلال سے۔

ایقان اس حقیقت کا یقین کامل کہ حق تعالیٰ ہر شے میں بلا حائل اور اتحاد موجود ہے ایمان کا تک تک میں سمانا اور اس یقین میں جو ہو جاتا ایمان بھیجے حضرت عزیرؑ نے فرمایا اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ میں یقین کرتا ہوں کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

احسان پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث جبریل میں احسان کی یہ تعریف فرمائی اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَمْ يَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّكَ يَوْمَئِذٍ رَمَتْكَ عَلَيْهِ (یعنی احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اسے دیکھتا ہے) یعنی اس کے حضور میں حاضر ہے۔ بس اگر نہیں دیکھ سکتا (یعنی اس قدر حضور نہیں ہے) تو اتنا ضروری ہے کہ گویا خدا تجھے دیکھ رہا ہے۔ احسان وہ مقام ہے جس میں بندہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے آثار پر محتاج ہے۔

اور اپنی عبادت میں یہ تصور کرتا ہے کہ میں خداوند تعالیٰ کے سامنے ہوں اور اس کا کم سے کم درجہ
یہ ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ میری طرف دیکھتا ہے۔ یہ مراقبہ کا پہلا ذریعہ ہے احسانِ دل کے شخص
(محسن) کا ہر کام خاص اللہ کے واسطے ہوتا ہے۔

ایمان بالغیب۔ یہ غائب یا چھپی ہوئی چیز پر ایمان لانا ہے جو آنکھ، کان، ناک سے چھپی ہوئی
ہو اور غور و فکر یا عقل میں نہ آ سکے۔

غیب دو طرح کا ہے ایک وہ جس پر کوئی دلیل نہ قائم کی جاسکے مثلاً کسی کی موت، قیامت
کے آنے کا وقت اور ماں کے پیٹ میں بچے یا بچی کا معلوم ہونا وغیرہ یہ مفاتیح الغیب میں
شامل ہیں۔ البتہ اللہ جسے چاہے اس کا بھی علم دے سکتا ہے۔ دوسرا غیب وہ ہے جس پر
کوئی دلیل قائم ہو سکے اور دلیل سے پتہ لگایا جاسکے۔ جیسے خدا تعالیٰ کی ذات اور اُس کی
صفات کا جتنا بھی علم ہو سکے۔ گویا رب کو ہم نے دیکھا نہیں لیکن اس کائنات کا ذرہ ذرہ
اُس کا پتہ دے رہا ہے۔ سورہ بقرہ کے احوال میں یُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ سے مراد یہ ہے کہ
متقی وہ ہیں جو ان غیبوں پر ایمان رکھتے ہیں جو محض عقل و دلائل سے معلوم نہ ہو سکیں۔ مگر دل
کی آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں۔ اللہ کی ذات و صفات، انبیاء کرام کی نبوت، حساب قیامت
منہج جزاء، جنت و دوزخ یہ سب اسی غیب میں شامل ہیں۔ (نعمی)

تفسیر روح البیان میں ہے کہ ایک غائب وہ ہے جسے عالم ارواح کہ جب
تو وہاں سے دنیا میں آگیا تو وہ تجھ سے غائب ہو گیا اور دوسرا یہ کہ اللہ جو تیرے بہت
قریب ہے اور تو اُس سے غائب ہے۔

یاد نزدیک تراز من بہن است دیں عجب ترکہ من اندے دورم
(میرا یادِ خود مجھ سے بھی زیادہ نزدیک تر ہے۔ لیکن یہ عجب ہے کہ میں اُس سے دور ہوں)
(الایۃ) یُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ سے من معنی مراد ہیں پہلے یہ کہ حق تعالیٰ اور

جنت و دوزخ کے منیبات کو بغیر دیکھے جنتے ہیں (۲) یہ کہ وہ غیب چیز (یعنی دل) سے
ایمان لاتے ہیں۔ (چونکہ دل چھپا ہوا ہے زبان ظاہر ہے) اور (۳) یہ کہ وہ غیب کی حالت یعنی
مسلمانوں کے پیچھے بھی ایمان لاتے ہیں (منافق تو مسلمانوں کے سامنے ایماندار بن جاتے تھے

اور بعد میں انکار کرتے تھے) چنانچہ اس آیت کا معنی یہ ہوا کہ مسلمان وہ ہے جو اُن دیکھی چیزوں پر چھپے ہوئے دل سے اور مسلمانوں کے دُر کے بغیر بھی ایمان لاتے ہیں۔

عجب ایمان درج بالا بیان سے ظاہر ہوا کہ عجب ایمان تو ایمان بالغیب ہے اور اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان بالغیب کو ایمان بالشہود کی نسبت بہت قابل تعریف قرار دیا ہے۔ آپ کا فرمان عمرو بن شعیبؓ نے صحیح اسناد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز دریافت کیا ای الخلق اعجب الیکم ایمانا یعنی تمہارے نزدیک کس مخلوق کا ایمان عجیب تر ہے؟ صحابہؓ نے کہا کہ فرشتوں کا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ایمان کیوں نہ لائیں وہ تو خدا کے انوار، عرش کرسی، لوح محفوظ، جنت و دوزخ دیکھ کر ایمان لاتے ہیں۔ ایسا ایمان تو کمال کا حاصل نہیں صحابہؓ نے عرض کیا کہ پھر حبیب لیا تو انبیاء کا ہوگا۔ فرمایا کہ وہ ایمان کیوں نہ لائیں اُن پر تو وحی نازل ہوتی ہے۔ اس کے بعد صحابہؓ نے کہا کہ پھر ہمارا ایمان عجیب ہوگا۔ فرمایا کہ حبیب میں تم میں موجود ہوں تو تمہارا ایمان لانا کیا بڑی بات ہے تم میرے معجزات دیکھتے ہو (چاند کو دو ٹکڑے کرنا، ٹکڑوں کا کلمہ پڑھنا، ایک لٹا پان سے لشکر کا سیراب ہونا وغیرہ) کہہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عجب ایمان دلے تو وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد آئیں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے پاس بس ایک خدا کی کتاب ہوگی اور وہ اس کے احکامات پر ایمان لائیں گے۔ ایک حدیث میں ہے کہ وہ لوگ مجھ سے اس قدر عشق کریں گے کہ میری ایک جھلک دیکھنے کے لئے اپنے تمام مال و متاع دینے کو بھی تیار ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم لوگ دین کے دس حصوں میں سے ایک حصہ بھی ضائع کر دو تو تم لوگ گرفت میں آ جاؤ گے اور وہ لوگ اگر دین کا دسواں حصہ بھی متاعے رہیں گے تو نجات پا جائیں گے۔

تصدیق بلا اتباع ضلالت ہے | جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق تو کرے۔

نہیں کرتا وہ سخت گمراہی اور ضلالت میں ہے کیونکہ اُن کی اتباع ہم پر واجب ہے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے ایمان کو بھی تسلیم نہیں کیا جس میں وہ مختلف اور مختلف ہیں حتیٰ کہ وہ ہر کام میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہ مانیں (فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ

حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ (اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سب سے زیادہ حق ہے اور آپ کے فرمان کی موجودگی میں کوئی خدشہ، تلخیاں یا مختلف فیہ عمل بھی نہیں ہونا چاہیے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ هَوَاكُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ (شکوہ)۔) یعنی تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اس کی ہر خواہش اس دین کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں نے کر آیا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جب میری امت دنیا کو بڑی شے سمجھنے لگے گی تو اسلام کی ہیبت اور وقعت ان کے دل سے نکل جائے گی اور حب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ بیٹھے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہو جائے گی اور حب آپس میں گالی گلوچ اختیار کرے گی تو اللہ جل شانہ کی نظروں سے گر جائے گی۔ احادیث میں وارد ہے کہ جو شخص اپنے عہد کا پابند نہ ہو یا امین یا دیانتدار وغیرہ نہ ہو تو اس کا ایمان کامل نہیں چنانچہ ایسے ایمان سے کیا حاصل ہو سکتا ہے جس سے خلا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ناراضگی کا الہار کریں۔

اللہ تعالیٰ کی پہچان کے لئے براہین (دلائل)

برہان دلیل قاطع کو کہتے ہیں جو تمام دلائل سے زوردار ہو اور ہر حال میں ہمیشہ سچی ہو جیسے قرآن میں ہے يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ (اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آپکی ہے۔ النساء ۱۷۴) اس آیت میں برہان سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ پر نازل ہونے والا قرآن مجید ہے۔ آئندہ سطوح میں عقلی، قرآنی، فلسفی اور سائنسی دلائل اللہ تعالیٰ کی ذات کی پہچان کے لئے پیش کئے جائیں تاکہ قارئین کے دلوں میں یقین و ایمان میں اضافہ ہو جیسا کہ قرآن میں ہے کہ نزول قرآن کے وقت مومنوں کی آنکھوں سے آنسو چھلک رہے ہوتے تھے کیونکہ انہوں نے حق کو پہچان لیا تَهَارَتُوا أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِتَاعَ فُؤَادِهِمُ الْحَقُّ (ناملہ) اور سورۃ توبہ آیت ۱۲۴ میں فرمایا کہ ایمان والوں کے ایمان میں اس سورہ نے اضافہ کر دیا۔

صوفیہ کو تو لوریا ملن کے ذریعے خدا کا عرفان حاصل ہوتا ہے۔ بیان عقلیت بھی عقل کے ذریعے خدا کو پہچانتے ہیں کیونکہ عقل ہی خدا کا ایک علیہ ہے اور قرآن بار بار انسان سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ عقل سے خدا کی کائنات اور قدرت کے اسرار پر غور و فکر کرے اور خود یہ نتیجہ نکلے کہ آیا یہ کائنات کی حیرت انگیز چیزیں اتفاقاً ظہور میں آگئیں یا انہیں ایک محیط عقل کل نے تخلیق کیا؟ دین اور عقل لازم اور ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں اگر قرآن کی کوئی بات فلسفہ سے ٹکراتی ہوئی نظر آئے تو قرآن کے مخفی معانی کو عقل کے ذریعے بے نقاب کرے اور فلسفہ کے نقائص کو درست کرے فصل المقال میں ابن رشد یہ کہتا ہے کہ دین نافہ سنی فلسفے میں کوئی اختلاف نہیں۔ دین و عقل ایک کے ذریعے مکشوف ہوتا ہے اور فلسفہ نفس انسانی کی تخلیق ہے۔ امام غزالی زمین کو اس لئے سپاٹ نہیں ملتے تھے کہ قرآن میں کہا گیا ہے کہ خدا نے اسے قریش کی طرح بکھا دیا ہے۔ امام غزالی ابن سینا اور ابن رشد من حیث مہموم علمائے عقل سے لکھیے متفق ہیں۔ یہ لوگ عقل سلیم کے ساتھ قرآن کا فہم حاصل کرتے اور ان کا درست ہونا ثابت کرتے تھے قرآن کا فرمان خود حق ہے اس پر یقین کرنا ہر ذی عقل کا شعار ہے۔ عقل اور قرآنی انکشافات کے علاوہ اس دنیا میں لغتاً ہولے و مالے بے شمار واقعات اور مشاہدات بھی ایک خدا ہونے کی دلیل پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ ایسے مشاہدات سے بھی درج ذیل بیان میں خدا کی ذات پر استنباط کیا گیا ہے۔

(۱) اثبات ذات حق تعالیٰ کے لیے عقلی دلائل

وہ عقلی دلائل جن پر غور کرنے کے بعد خدا کی ذات پر استدلال قائم ہوتا ہے

حسب ذیل ہیں۔

۱۔ کائنات کے اسباب و علل ہر چیز کسی مقصد کے پیش نظر بنائی یا پیدا کی جاتی ہے اگر ہم سوچیں تو ہمارے گھر میں چھوٹی سے چھوٹی چیز مثلاً اچس کی سلاٹ کو تیل کے کا بھی کوئی مقصد ہے اسی طرح اگر بھینس کے گوبر میں پیدا ہونے والے کیڑے بھی کئی بیماریوں کے علاج میں کام آتے ہیں تو پھر اس زمین، آسمان، سورج، ستاروں وغیرہ کو بھی بغیر مقصد کے پیدا نہیں کیا گیا اور

ان سب کی خالق وہ ذات ہے جس کو ہم خدا کہتے ہیں اور وہ ذات عظیم طاقتوں کی مالک ہے۔
 حل جمع ہے علت کی اور علت کسی سبب، وسیلہ یا ذریعہ کو کہتے ہیں
 اس کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) علت صوری یعنی کسی چیز کی ظاہر صورت جس پر وہ بنائی گئی (جیسے لکڑی
 کو کرسی کی شکل دیدی جائے) (۲) علت غائی یعنی کسی شے کے بنانے کا سبب (جیسے کرسی
 اس لئے بنائی کہ اس پر بیٹھا جاوے) (۳) علت فاعل یعنی اس کے بنانے والا کون ہے؟ (۴) علت
مادی یعنی وہ کون سا مادہ ہے جس سے وہ چیز بنی (لہذا کرسی لکڑی سے بنی) علامہ اقبالؒ
 فرماتے ہیں کہ انائے مطلق عمل کی خاطر یہ ساری صورتیں اختیار کر لیتا ہے اور ہر چیز میں اس کی
 تجلی ظاہر ہوتی ہے۔

می شود از بہر اغراض و عمل - عامل و ممول و اسباب و علل
 مقاصد اور اعمال کیلئے چیزیں ضروری ہوتی ہیں وہ ہیں عمل کرنے والے، جس پر عمل کیا جاوے، عمل
 کے اسباب اور غائی علتیں،

کائنات کی کوئی نہ کوئی علت صوری (اس کی شکل علت غائی کہیں بنائی گئی)
 علت فاعل کس نے اس کو بنایا اور علت مادی (کس چیز سے بنائی گئی) ضروری ہے۔ سائنسدانوں
 نے ابی سب کا جواب دیا ہے لیکن کچھ سائنسدان علت فاعل (یعنی کائنات کو کس نے بنایا)
 کے معاملے میں غفلت کرتے ہیں کہ اس کو فطرت نے بنایا۔ ظاہر ہے کہ فطرت خالق نہیں ہو سکتی
 یہ تو تخلیق کا عمل ہے۔ فطرت تو قانون قدرت ہے۔ خالق تو ایک ذات ہوتی ہے۔ لہذا
 سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کون اس کا خالق ہو سکتا ہے۔ کچھ حساب دان یہ بھی کہتے ہیں کہ
 ہر چیز کے بننے کا کوئی نہ کوئی سبب ہے اور آخری سبب خدا کی ذات ہے چنانچہ آخری سبب
 جس کو کسی نے نہیں بنایا وہی خالق کائنات اللہ تعالیٰ کی ذات ہو سکتی ہے۔
 (۲) خدا کا ہونا ضروری ہے کوئی چیز (کارخانہ یا مشینری) خود بخود نہیں چل سکتی۔ اس کا
 فاعل ضروری ہے اور کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی خدا نہیں تو سائنسدانوں کو ایک ایسا خدا ایجاد
 کرنا ضروری ہے۔ یہ سائنس دانوں کے لئے ایک کھلا چیلنج ہے۔

(۳) امام غزالیؒ اور ایک دہریہ ایک دہریہ کے ساتھ مناظرے کے لئے امام غزالیؒ

کو بلایا گیا تو آپ جائے مناظرہ پر کان تاخیر سے پہنچے اور وجہ تاخیر یہ بیان کی کہ آن کے راستے میں اچانک ہی ایک دریا بن گیا جس کو عبور کرنا ان کے لئے ممکن نہ تھا اور پھر اچانک لکڑی کے چند تختے اُس جگہ پتے ہوئے آگئے اور خود بخود میرے پاس آکر ایک کشتی کی صورت میں پیوست ہو گئے۔ چنانچہ میں نے اس کشتی کی مدد سے دریا کو عبور کیا۔ دہریہ کہنے لگا یہ کس طرح ممکن ہے کہ دریا وجود میں آگیا ہو اور کشتی خود بخود بن گئی ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ دریا اور کشتی خود بخود نہیں بن سکتی تو یہ اتنی بڑی کائنات کس طرح خود بخود بن گئی یہی خدا کے ہونے کی دلیل ہے۔ اس پر دہریہ لا جواب ہو گیا۔

(۴) حضرت موسیٰ کا خدا سے کلام موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ الہی تجھے نیند کیوں نہیں آتی فرمایا دو شیشیوں کو جو امیں بلند کر کے ساری رات کھڑے رہو۔ کچھ دیر بعد جب اُونگھ آئی تو شیشیاں ٹکڑا کر ٹوٹ گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ اگر میں سو جاؤں تو کائنات ٹکڑا جاتے۔ اس لئے میرا سوتا رہا نہیں۔

(۵) نظام خانہ اگر ایک گھر میں کوئی سربراہ نہ ہو تو گھر کا نظام نہیں چل سکتا۔ اس طرح کائنات کا چلنا ممکن نہیں جب تک اس کو چلانے والا کوئی نہ ہو۔

(۶) حضرت ابراہیمؑ کا مردود سے مناظرہ مردود کو خدا کہتا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اگر تو خدا ہے تو مردے کو زندہ کر کے دکھا اور زندہ کو مار کر دکھا۔ اس نے دو قیدی بلائے اور ایک کو پھانسی سے برباد کر دیا اور دوسرے کو پھانسی لگا دی۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ میرا خدا سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو مغرب سے نکال کے دکھا تو اس سوال پر اس کے ہوش اُڑ گئے۔ اس میں بھی ایک خدا کے ہونے کی دلیل موجود ہے۔

(۷) اگر دو خدا ہوتے تو فساد ہوتا کیونکہ دونوں میں جھگڑا رہتا تھا۔ ایک سورج کو مغرب سے نکالتا اور دوسرا مشرق سے نکالتا پارتا۔ چونکہ ایسا کوئی تصادم نظر نہیں آتا۔ اس لئے خدا ہے اور ایک ہی ہے۔

(۸) کوئی شخص مکھی کا پر نہیں بنا سکتا مصنوعات تو بنتی ہیں مگر اصل کے ساتھ ان کا کوئی مقابلہ نہیں۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کارِ نگر تمام مخلوق سے الگ اور ادا رکھا ہے۔

(۹) سورہ الرحمن کا چیلنج :- سورہ رحمن میں اللہ نے اپنی قدرت کے کارناموں کا ذکر کیا ہے اور اللہ نے فرمایا ہے کہ تم میری ذات کو کن کن باتوں سے جھٹلاؤ گے۔ اس کے کارنامے ایسے ہیں کہ اس کائنات میں اس کی کوئی ہمسری نہیں کر سکتا۔ ان باتوں پر غور کرنے سے خدائے قادر مطلق کی حقانیت کا علم ہوتا ہے۔

(۱۰) اللہ بہت بڑا حساب دان ہے :- سورہ انعام آیت نمبر ۶۲ میں ہے وَهُوَ اَشْرَعُ الْخَاسِعِينَ اور وہ (اللہ) سب سے تیز حساب کرنے والا ہے ایٹموں اور مالیکیولوں کے اندر جو کچھ نظام موجود ہے وہ سب ایک حساب کے مطابق دکھائی دیتا ہے۔ منفرد اور مرکب اشیاء کے اجزاء کی ترکیب اور الیکٹرونز کے نظام اور حساب کو دیکھیں تو وہی ایک قانون نظر آتا ہے جو نظام شمسی میں نظر آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب چیزوں کا کاربگر ایک ہی ہے۔ حقیقت ایک ہے ہر شے کی خاکی ہو کہ نوری ہو۔ لہذا غور شدہ کاپکے اگر ذرے کا دل چیریں (۱۱) اہل قبور کے محفوظ اجسام :- قرآن میں سورہ البقرہ آیت ۶۵ میں فرمایا گیا ہے کہ جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں تو ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں وہ اللہ کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں (۱۲) ایسی مثالیں بھی نظر آتی ہیں کہ واقعی ایسے لوگوں کے اجسام ہزاروں سالوں کے بعد بھی قبروں میں محفوظ پائے گئے (۱۳) بغداد میں قبر میں بیسویں صدی عیسوی کے اداس میں کھودی گئیں ان میں سے حضرت خذیفہ بن الیمانؓ اور حضرت جابر بن عبد اللہؓ کے اجساد مبارک تقریباً ۱۳۰۰ سال بعد بالکل تروتازہ پائے گئے (چند صفحات کے بعد اثبات ذات حق کے فلسفی اور مشاہداتی دلائل میں خدا کی نشانیاں دنیا میں کے عنوان کے تحت تفصیل ملاحظہ فرمائیں) ان واقعات سے قرآن کی حقانیت اور خدا کے مقرر کردہ اصولوں اور ذات کائنات کا ثبوت ملتا ہے۔

(۱۲) کائنات صرف ایک ہی عظیم ہستی کے بس میں ہے :- تخلیق کائنات کے بیان میں کائنات کی وسعت کے متعلق کچھ بیان اس کتاب میں لکھا گیا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ کسی کو کائنات کے آخری کناروں کا ابھی تک علم نہیں ہو سکا۔ ہر سال نئے نئے اجرام فلکی انسانی علم میں آتے ہیں۔ لیکن کائنات کہاں تک ہے شاید یہ کبھی بھی معلوم نہ ہو سکے۔ اس بات سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے کائنات کی حقیقت سے

نابلد ہے چنانچہ کوئی طاقت ضرور انسان کی طاقت سے بڑی ہے جو اس قدر عظیم کائنات کو چلا رہی ہے اور وہ ذات خدا کے علاوہ اور کون سی طاقت ہو سکتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ فطرت کے اصولوں نے ہی یہ سب کچھ پیدا کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ فطرت تو قوانین الہی کا ایک ضابطہ ہے کہ اگر گندم بوئی جائے تو گندم ہی اُگے گی۔ فطرت کے اصولوں سے گندم خود بخود نہیں اُگ سکتی جب تک اس کو بونے والا اور پرورش کرنے والا کوئی نہ ہو۔ قوانین فطرت تو خدا نے کائنات کے بنائے ہوئے ہیں وہ ہستی حکم دیتے ہیں تو ”کن“ سے ”فیکون“ ہوتا ہے۔ خود بخود کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ گویا فطرت تو خود خدا نے قدوس کا کلمہ کا رہے اور ایک روز اس کو ختم ہو جانا ہے اور سوائے ذات خداوندی کے اور کوئی چیز باقی نہ رہے گی۔

(۱۳) کشف القبور۔ اہل قبور کے احوال کشف قبور کے ذریعہ معلوم کئے جلتے ہیں۔ ان کی تصدیق آئیوے واقعات خود کرتے ہیں یہ اس لئے کہ جو کچھ اہل قبور بتاتے ہیں سچ ثابت ہوتا ہے۔ اس بات کے متعلق اولیائے کرام نے بہت کچھ لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ مستند کتابوں کی روایات تو ایک طرف راقم الحروف نے بذات خود کشف القبور کو صحیح پایا ہے اور دیکھا ہے کہ جس طرح اولیائے کرام زندگی میں اختیارات رکھتے تھے وہ اختیارات مرنے کے بعد ختم نہیں ہو جاتے۔ اگرچہ کچھ لوگ اس بات کو تسلیم نہیں کرتے لیکن اس میں الٰہی قصور نہیں کیونکہ وہ اس ثمر سے منجانب اللہ محروم ہیں نہ چونکہ یہ بحث بہت طویل ہے اس لئے اس کا متعلقہ کتب سے مطالعہ کریں) ان واقعات کی تصحیح سے خداوند تعالیٰ کی حقانیت بھی واضح ہو جاتی ہے

(۱۴) مرئیواہوں سے خوابوں میں ملاقات۔ ایسے واقعات مطالعے میں آتے ہیں جس سے اس جہان کے اور اگلے جہان کے احوال مرئیوے لوگ خوابوں میں بیان کر جاتے ہیں خواب میں بیان کردہ واقعات اکثر سچے ثابت ہوتے ہیں بشرطیکہ خواب دیکھنے والے کی کیفیت درست ہو۔ سچے خوابوں کو تو نبوت کا چالیسواں حصہ کہتے ہیں۔ ان خوابوں میں بیان کردہ احوال سے بھی خدا کی حقانیت کا پتہ چلتا ہے۔

(۱۵) مشاہدات اولیائے کرام۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو بہت اختیارات عطا

کئے ہیں وہ بے یک وقت کئی جگہوں پر حاضر ہو سکتے ہیں۔ اور وہاں کے حالات کو بیان کرتے ہیں حالانکہ فی الوجود وہ ایک ہی جگہ پر موجود ہوتے ہیں۔ لیکن روحانی طور پر وہ کئی جگہ موجود ہو سکتے ہیں ایسے واقعات حضرت مجدد الف ثانیؑ اور دیگر مستند بزرگوں نے اپنی تصانیف میں بیان فرمائے ہیں۔ کچھ اولیائے کرام ایسے بھی ہیں جو خطہٴ عزمین کو اپنی ہتھیلی پر اس طرح سے دیکھتے ہیں جیسے ہتھیلی پر کوئی تل موجود ہو۔ یہ مضمون بھی بہت طوالت طلب ہے اور اس کے متعلق کچھ بیان علم کے باب میں شامل کیا جا چکا ہے۔ اولیائے کرام کی اس قوت سے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی ہے خدائے تعالیٰ کی حقانیت کا ایک بین ثبوت ملتا ہے۔

(ب) اثبات حق تعالیٰ کے قرآنی دلائل

سب سے پہلے اس بات کو سمجھ لینا ضروری ہے کہ قرآن پاک ایک الہامی کتاب ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی اور اس کا ایک ایک حرف کلام الہی ہے بلکہ مالک کائنات نے فرمایا کہ جس شخصیت پر یہ قرآن نازل کیا گیا وہ بھی روحانیت کے اس قدر بلند مقام پر فائز ہیں کہ ان کا اپنا کلام وحی متلو کے نہ ہوتے ہوئے بھی وحی (یعنی وحی غیر متلو) کا درجہ رکھتا ہے۔

یہ کہا جاسکتا ہے کہ وحی الہی میں جو کچھ خداوند تعالیٰ نے فرمایا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلام پاک کی جو تشریح فرمائی وہ سب کا سب سچائی پر مبنی ہے۔ ان دونوں میں کوئی برابر شک کرنا بھی مسلمان کو ایمان سے خارج کر دیتا ہے۔ انہی اصولوں کی صداقت کے پیش نظر جو دلائل قرآن کریم سے پیش کئے جائیں گے ان میں درہ برابر بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ ویسے تو قرآن کا ہر حرف اللہ تعالیٰ کے ہونے کا ایک دلیل ہے اور اس کلام سے سینکڑوں دلائل قائم کئے جاسکتے ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر چند ایک دلائل قرآن مجید سے ملاحظہ فرمائیں۔ ہماری کتاب ”سرمایہ ملت“ میں ایک باب قرآن کے حقائق و معارف پر شامل کر دیا گیا ہے جس پر اس موضوع پر قدرے زیادہ وضاحت دیدی گئی ہے۔

(۱) وہ ذات جس پر قرآن نازل ہوا۔ خدا سوچئے کہ وہ ذات جس پر قرآن نازل ہوا۔ وہ کس قدر پاکیزہ اور بلند کوار و اخلاق کی مالک تھی۔ آپ کی زندگی پوری کائنات کے لئے صداقت کا نمونہ تھی اور آپ کی صداقت کا یہ عالم ہے کہ آپ کے مخالف بھی آپ کو امین کہتے تھے اور اب بھی کہتے ہیں آپ کی زندگی کی بلندیوں کی مثال کسی شخص میں کبھی نہ دیکھی گئی آپ کی تعریف اور سنت یعنی زندگی کی ایک ایک بات کی اس طرح حفاظت کی گئی ہے کہ آج تک دشمنان اسلام بھی حیران ہیں۔ آپ کی سیرت پر لاکھوں کتابیں لکھی گئی ہیں اور آپ کی شان میں کروڑوں نعتیں اور مدحیں آج بھی لکھی جاتی ہیں دشمنان اسلام آج بھی آپ کو دنیا کا بہترین انسان تسلیم کرتے ہیں۔ یہ وہ واحد ہستی ہے جس کی خلاف آج تک ایک بھی نفرت آمیز جملہ فسوب نہیں ہوا۔ ایسے شخص کی صداقت پر کسی کو رائل برابر شبہ نہیں ہو سکتا اور اگر وہ کہے کہ خدا ہے تو یہ بات ہرگز غلط نہیں ہو سکتی۔

(۲) کلام پاک کلام بشر نہیں۔ قرآن نے عرب اور دنیا کے تمام زبان دانوں اور ماہرین کلام کے لئے یہ اعلان کیا ہے کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ قرآن کسی انسان کی تحریر ہے تو تم سب مل کر اس طرح کی ایک آیت ہی بنا کر دکھاؤ چنانچہ سب دانشوروں نے متفقہ فیصلہ دیا کہ اس قرآن کی آیات کی طرح ایک آیت بھی نہیں بناا جاسکتی۔ بنا برائیں اس کتاب کا الہامی ہونا ثابت ہوا۔

روایات میں ہے کہ جب سورہ کوثر نازل ہوئی تو اہل مکہ نے اس سورہ کو ایک کاغذ پر لکھ کر اس عظیم شاعر کی غار کے باہر رکھ دیا جس نے لوگوں کی بدکرداریوں سے تنگ آکر مکہ کو ترک کر کے ایک غار میں سکونت اختیار کر لیا تھی اس کے عزیزوں نے فرمائش کی کہ درج ذیل سورہ میں جو تنہا مصرعہ ملا دیں۔ اہل مکہ نے دیکھا کہ اس یکتائے روزگار شاعر نے اس کاغذ پر جہاں یہ لکھا تھا اَنَّ اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ اس کے آگے لکھ دیا لَيْسَ هَذَا كَلَامَ الْبَشَرِ کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں۔ اس نے لکھا اور کاغذ واپس کر دیا۔

اس کلام میں ایک فقرہ بھی دین کے الہامی ہونے اور ایک خدا ہونے کی بین دلیل ہے۔ (۳) ان کتاب زندہ قرآن حکیم۔ کوئی بھی الہامی کتاب جو اس دنیا میں آئی یا غیر الہامی کتاب لکھی گئی وہ محض چند سالوں کے لئے زندہ رہی ہے مگر قرآن عظیم ایک واحد کتاب ہے جو

آج بھی عین اسی طرح پہلی حالت میں ہے اور اسی طرح پڑھی جاتی ہے جس طرح یہ نازل ہونے کی وقت پڑھی جاتی تھی۔ اس میں نہ کوئی خامی ہے اور نہ اس کی آیتوں میں ٹکراؤ اور اس کی کوئی آیت ایسی نہیں جو اپنی حلاوت میں دوسری آیت سے کم ہو جیسا کہ انسانی کلام میں عموماً ہوتا ہے کہ کوئی کلام دوسرے کلام سے یا تو بڑھ کر ہوتا ہے یا کچھ کم تر ہوتا ہے لیکن یہ کلام چونکہ اس ذاتِ باکمال کا ہے جس کا کوئی ہمسر نہیں اس لئے انسانی کلام سے ہر اعتبار میں اعلیٰ، ارفع اور ممتاز ہے۔ یہ دلیل اس کتاب کے الہامی اور اس کے نازل کرنے والے ایک خدا کے ہونے کا ثبوت ہے۔

(۴) عبارت قرآن کے الوارہ:۔ اب تو سائنس دانوں نے بھی یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ ہر حرف جو منہ سے نکلتا ہے ایتھر میں لہریں پیدا کرتا ہے اور ہمارا یہ یقین درست ہے کہ قرآن، حدیث اور کلام اولیاء میں حسب مراتب مختلف الوارے کے الوارہ موجود ہوتے ہیں جو عام کلام میں نہیں ہوتے اور پہچان رکھنے والے سائنسی آلات اور انسان اس فرق کو معلوم بھی کر لیتے ہیں قرآن اور حدیث میں جو الوارے ہیں وہ دیگر الفاظ میں نہیں۔ کیونکہ یہ کتاب ”تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ“ ہے۔

(۵) انسانی جسم کی مشینری:۔ مولانا رفیع تجاذیب اجسام (تمام اجسام ایک دوسرے کو اپنی جانب کشش کرتے ہیں) کا ذکر مشنوی میں نیوٹن سے سینکڑوں سال پہلے کیا ہے۔ آپ نے ”تجدید امثال جسم کے غلیات کی ہر روز نئے غلیات سے تبدیل ہونے اور ہر روز انسان کے جسم کی تجدید کے متعلق ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ قدمت نے انسانی جسموں کو کس طرح طویل تر کے لئے محفوظ کیا ہے۔ مولانا نے مسئلہ ارتقاء اور بہت سے مسائل کا حل قرآن کے حوالے سے پیش کیا ہے جو اس کے الہامی ہونے کا بین ثبوت ہے۔ انسانی جسم میں بیماریاں اقدان کا قدرتی طور پر علاج ہونے کے نظام سے بھی کسی خدا کی کارگیری معلوم ہوتی ہے۔

(۶) کارخانہ کائنات میں فتور کا نہ ہونا:۔ سائنسدان جانتے ہیں کہ ایک ایٹم کے اندر کیا کچھ ہے۔ ایک فزیکس کی پوری کائنات میں ہمارے نظام شمسی کی کیا حیثیت ہے اور اگر اس کائنات میں موجیں بے شمار منفردات و مرکبات کی باریکیوں پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی زبردست دماغ کی ہی تخلیق ہو سکتی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ تمام کائنات معین اصولوں پر چل رہی ہے کہیں بھی کوئی کمی یا غلطی نظر نہیں آتی۔ کیونکہ یہ ایسی ہستی کی تخلیق ہے جو خطا سے مبرا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا

چیلنج ہے کہ تم نظر دوڑا کر دیکھو تو تمہیں ہمارے نظام کائنات میں کہیں فطور نظر نہیں آتے گا۔
 ملک آیت ۳-۴) سائنسدان اللہ تعالیٰ کی قوت تخلیق اور اس کی کائنات کا ایک بہت بڑا حساب دانا
 ہونے پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں (اس تحریر میں تخلیق کائنات کے بیان کو شامل کیا گیا ہے اس کے علاوہ
 غلام جیلانی برق کی کتاب ”دو قرآن“ کا مطالعہ بھی فائدہ مند ثابت ہوگا) یہ تمام حیرت افروز باتیں
 جو کائنات میں نظر آتی ہیں، ایک خدا کے ہونے کی دلیل پیش کرتی ہیں۔

(۷) کائنات احاطہ انسانی سے باہر ہے۔ انسان کو تو یہ علم نہیں کہ کائنات کی وسعت کہاں
 تک ہے۔ سورج کا درجہ حرارت چھ ہزار ڈگری سنٹی گریڈ ہے تو پھر کوئی ایسی طاقت ہے جو کائنات
 کی اشرف ترین مخلوق یعنی انسان سے بھی بالا اور برتر ہے جو اس کو اپنے حکم اور نظام پر چلا رہی ہے و خدا
 خدا کے سوا اور کون ہو سکتی ہے۔ انسان تو خود وہ ڈگری سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتا۔

(۸) ایٹم کا اندرونی خاکہ ہے۔ ایٹم کے اندر جو نظام ہے وہی نظام ہمارے نظام شمسی میں کارگر
 ہے۔ اس قدر لطیف ایٹم اور اس قدر عظیم نظام شمسی اور ہر کائنات کی مائع اور چلانے والی
 کوئی سپر طاقت صرف خدا ہی ہو سکتی ہے، جو ہر چیز کو ایک زبردست حساب کے مطابق چلا رہی
 ہے۔ ایک ایٹم کی تحقیق سے ہزاروں مخفی اسرار کو آشکار کیا جا چکا ہے اور ابھی نہ جانے کتنے اسرار
 صیغہ راز میں ہی ہیں۔ یہ سب چیزیں اس کے مائع کی طرف اشارہ کر رہی ہیں، لارڈ کولن نے
 بجا طور پر یہ لکھا ہے کہ ”یہ خیال سراسر باطل ہے کہ کائنات کا آغاز اور تسلسل بغیر کسی خالق کے
 ہو سکتا ہے۔ فطرت کے یہ حیرت انگیز مناظر جن سے تکمیل و رحمت برتی ہے، اپنی تخلیق اور تعمیر
 مبہوت کن دلائل ہیں جو ہمیں صاف بتا رہے ہیں کہ کائنات کا انحصار ایک حقیقی و قیوم اور قادر
 کائنات پر ہے۔“

(۹) صاحب قرآن کا اُمّی ہونا یہ نہ صرف یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئی تھے بلکہ آپ کا اُمت
 کے بے شمار اولیاء و اُمّی ہونے کے باوجود ایسے علوم کے مالک تھے کہ بڑے بڑے عالم ان کے سامنے
 کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔ یہ سب اس لئے ہوتا ہے کہ یہ لوگ تلامذہ ائمہ الحق ہوتے ہیں اور علم لدن
 سے سرفراز کئے گئے ہیں۔ اس لئے دیگر علماء سے بدرجہا زیادہ اعلم ہوتے ہیں۔ اس بات کے
 بھی خلائے رحمن کی ذات کا علم ہوتا ہے۔

(۱۰) قرآن مکمل کتاب اور اسلام مکمل دین ہے۔ تمام شریعتوں کی تکمیل کرنے والی اور تمام انسانوں کے لئے کسی مضابطہ حیات کی آخری شکل قرآن کی وساطت سے ہم تک پہنچی ہے یہ وہ کتاب ہے جو بلوغت انسانیت کے تقاضوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری پیغام ہے۔ جب انسانیت بلوغ کو پہنچ چکی اور دین متعین ہو گیا تو اب مزید کسی کتاب یا دین کی بھی ضرورت نہ رہی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اس دین کو مکمل اور اس کتاب کو آخری کتاب کہا جبکہ اس سے پہلے پیغمبروں کی شریعت میں وقتاً فوقتاً تبدیلیاں آتی رہیں۔ دین اسلام کا دوسرے دینوں سے تقابل کر کے دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس دین میں کسی قسم کی کمی اور کمی نہیں ہے اور یہی اس کے دین الہی اور دین فطرت ہونے کی دلیل ہے۔

(۱۱) حفاظت قرآن کا کرشمہ۔ پہلی کتابیں چونکہ اس وقت کی ضروریات کو پورا کرتی تھیں جب کہ انسانی ذہن مکمل طور پر بالغ نہیں ہوا تھا اس لئے مکمل نہ تھیں۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ جب انسانیت بلوغت پر پہنچی تو قرآن کے بعد کسی کتاب کی ضرورت نہ رہی چنانچہ اس کتاب کو ہر آنیوالے وقتوں کے لئے محفوظ کر دیا گیا اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کر مہ لے لی ہے۔

قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
 اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَہٗ
 لَحٰفِظُوْنَ ۝ (الحجر: ۹)
 بیشک ہم نے ہی اتارا ہے اس ذکر (قرآن) کو اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

حقانین اسلام نے کئی بار اسلام کو ختم کرنے کی نہایت سخت مہم چلائی اور قرآن کے نسخہ جات میں تحریف کرنے کی مسلسل کوششوں کے بعد دیکھا کہ وہ اس میں ایک حرف کی بھی تبدیلی نہ لاسکے۔ یہ اس لئے تھا کہ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود اٹھایا تھا۔ چنانچہ اسلام کے خلاف سخت زہر اگلنے والے میوہ (MUR) نامی ناقد کو بالآخر لکھنا پڑا کہ "اغلیا" قرآن کے علاوہ کوئی کتاب ایسی نہیں جس کا متن ۱۲ صدیوں (اور اب ۱۴ صدیوں) تک ہر قسم کی تحریف سے یوں پاک رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت درج ذیل ذرائع سے پوری فرمائی اور یہ شرف کسی اور کتاب کو حاصل نہیں ہوا۔

دن قاریوں کے دلوں میں قرآن کو محفوظ فرمایا اور ہر زمانے میں لاکھوں محافظ اس کو حفظ کرتے ہیں۔

(۱۰) رمضان المبارک میں تقریباً سب مسلمان صلوٰۃ تراویح میں بطور سنتِ موکدہ (لازمی طور پر) قرآن کو سنتے ہیں یا دہنتے ہیں اور اگر کوئی غلطی کرے تو سامعین میں سے حفاظِ لقمہ دیتے ہیں۔

(۱۱) پورے قرآن کو تاجِ کبھی نے کیلنڈر کے ایک صفحے پر چھاپ دیا ہے اور اگر اس ایک صفحے کو ٹائپر و فلم کے ذریعے اور چھوٹا کیا جائے تو پورا قرآن ایک اپنچ یا ایک نکتے جتنی جگہ میں بھی آسکتا ہے اور اسے دوبارہ اس قدر پھیلا یا جاسکتا ہے کہ اس کے حروف پڑھے جاسکیں۔ چنانچہ ہر انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے قرآن ایک لفظ کی شکل میں محفوظ کر دیا ہے لہذا جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا ہے اور اس کے بعد ذرا سی محنت کرتا ہے تو دل میں کندہ کیا ہوا یہ قرآن ایک فوارے کی طرح پھر حافظ کے دل سے پھوٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ چونکہ اور کوئی کتاب اس طرح دل میں نقش نہیں کی گئی۔ اس لئے وہ قرآن کی طرح حرف بہ حرف یاد نہیں ہو سکتی۔

استدلال چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ ہم اس قرآن کی حفاظت کریں گے، اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ چودہ سو سالوں سے اس کی حفاظت ہو رہی ہے، تو اس سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ دعویٰ حفاظت سچا ہے اور دعویٰ کرنے والا بھی سچا ہے لہذا اس دعوے کے کرنے والے خدا کی اس بات سے تصدیق ہو جاتی ہے۔ یاد رہے کہ دنیا کی کوئی اور دالہامی یا غیر الہامی کتاب ایسی نہیں جو قرآن کی طرح حرف بہ حرف کنہ کو یاد ہو سکے چنانچہ یہ خدا کی ذات کے موجود ہونے کی تصدیق میں ایک اور ثبوت ہے۔

آں کتاب زندہ قرآنِ حکیم - حکمتِ اولادِ مال است و قدیم
 رقرآن حکیم ایک زندہ کتاب ہے - اس کی حکمتِ قدیم اور لاتعال ہے
 حرف اور اریب نے تبدیل نے - آیتش شرمندہ تاویل نے
 اسکے حرف میں نہ کوئی شک اور نہ تبدیلی - اس کی آیات شرمندہ تاویل نہیں
 یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ قلبِ انسانی میں کائنات کی ہر چیز منعکس ہے
 اور اس کو دیکھنے کی صلاحیت صرف قلبِ مدبر رکھتا ہے لہذا وہ اس میں ہر چیز کا معائنہ کر
 سکتا ہے۔ اس بات کی دلیل قرآن کی آیت **وَفِیْ اَنْفُسِكُمْ اَفْلا تَبْصُرُوْنَ** میں موجود
 ہے یعنی تمہارے اندر ہر چیز ہے تم کیوں نہیں دیکھتے۔ یہ وہی ہے کہ اولیائے کرام تمام کائنات

کو اس طرح دیکھتے ہیں کہ جس طرح ہتھیلی پر تل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول اُسے ساری ساری پہاڑ کی طرف دیکھو اسی قبیل سے ہے یہ تمام باتیں ایک خدا کے موجود ہونے کی دلیل قائم کرتی ہیں

مشورہ ۵ :- درج بالا دلائل سے مسلمان کے دل کو یقین ہو جاتا چاہیے کہ ایک خدا کی ذات ضرور موجود ہے جس نے یہ سب دعویٰ کئے اور ان دعوؤں کی سچائی اس کی حقانیت کے ثبوت کے طور پر ہمارے آنکھوں کے سامنے موجود ہے لہذا جب یہ باتیں صحیح ثابت ہو چکی ہیں تو اس قرآن کا ایک ایک حرف بھی مستحق چنانچہ ہمیں اس کے احکام کو تسلیم کرنے کے لئے سر نیزہ خنجر کرنا چاہیے ورنہ اگر مل ہی موت آجائے تو خدا کو کیا منہ دکھائیں گے۔ موت تو کسی وقت بھی آ سکتی ہے اور ہزاروں لوگ جوانی میں روزانہ مرتے ہیں کسی کے متعلق یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ۴۰ یا ۸۰ سال کا ہو کر ہی مرے گا۔ اس لئے آج سے ہی اپنی عاقبت کی فکر ہونا ضروری ہے۔ جو لوگ جوانی میں اچانک مر گئے وہ بھی تمہاری طرح ہی سوچتے تھے کہ ابھی موت دور ہے لیکن ان کی موت اچانک آ پہنچی اور ان کو نیک اعمال کی مہلت نہ ملی۔

(۱۲) **تیسرے آیت قرآنی،** قرآن حکیم میں چند ایسی آیات بھی موجود ہیں جن کا حکم منسوخ کر دیا گیا ہے مگر ان کی تلاوت ابھی تک کی جا رہی ہے (جیسے لَا تَقْرُبُوا الْقِسْمَاتِ الَّتِي أَنْتُمْ تُكْسَرُ بِهَا) اور کچھ آیات ایسی بھی ہیں جن کا حکم اور تلاوت دونوں منسوخ کر دیئے گئے اور جن کا غلات پر یہ حکم تھا۔ مثلاً گیش بلکہ انسانی ذہنوں سے بھی محو کر دی گئی (اس سے معلوم ہوا کہ آیات قرآن کا ذہنوں میں نقش کرنا یا مٹانا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے رکھا ہے تاکہ قرآن کی حفاظت کی جاسکے۔ آیات قرآن کا دلوں میں نقش کیا جانا اور محو ہو جانا ایک خدا کی ذات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

(۱۳) **قرآن حکیم کی صداقت :-** قرآن حکیم میں جن باتوں پر گفتگو موجود ہے وہ من و عن صحیح ثابت ہو رہی ہے۔ مثلاً کربہ جات ارض و سما سے باہر کسی سند کے بغیر نہ نکل سکتا، حکومتِ سما کا غلبہ پانا، انسانی بچے کا پیدائش کے مختلف مراحل سے گزرنا، دو سمندروں کا آپس میں ملنا (سوین) مختلف معنات کے آبی روؤں کے پانیوں کا سمندر میں الگ الگ رہنا، وقت کا مختلف جگہوں پر مختلف ہونا، ایک ہزار سال کا ایک دن ممکن ہونا، رات کے ایک حصے میں طویل مسافت کا طے ہونا وغیرہ یہ تمام ایسے واقعات ہیں جو قرآن نے ہم اسو سال پہلے کہے اور رفتہ رفتہ سائنس کی تصدیق کر رہی ہے۔

(۱۴) قرآن کا فلسفہ زمان و مکان :- علامہ اقبال نے ندوان (جو کہ زمان و مکان کی دو چیزیں ہیں) کی وہ داستان نظم کی ہے جس میں اس نے ایک مسافر کو عالم طوی کی سیاحت کروائی ہے اس کا مطالعہ کلمات اقبال فارسی کے صفحہ ۶۱۲ پر دلچسپی کا باعث ہوگا۔

قرآن کے فلسفہ زمان و مکان کو بیان کرنے کے لیے ایک نہایت طویل کتاب لکھنے کی ضرورت ہوگی۔ ڈاکٹر وحید عشرت نے زمان و مکان کے مجموعہ مقالات کو ۸۴۲ صفحات کی ضخامت میں زمان و مکان کے نام سے ایک کتاب میں پیش کیا ہے جس میں مختلف حکماء اور علامہ اقبال کے فلسفہ زمان و مکان کے متعلق کافی تفصیل درج کی ہے۔ اس کتاب میں قرآن کی بہت سی آیات پر علامہ اقبال کے فلسفیانہ نظریہ خیال کا اظہار کیا ہے۔ اور زمان و مکان کے فلسفے کو قرآن کی آیات سے ثابت کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (کہ وہی خدا اول و آخر و ظاہر اور باطن ہے) میں اس طرف اشارہ ہے کہ سارے کا سارا ارتقا اسی ایک وحدت میں سے شروع ہوا جس نے وحدت کو کثرت میں ظاہر کیا ہے اور آخر کار ارتقاء اسی منزل پر پہنچ جائے گی جہاں سے اس کا آغاز ہوا تھا۔ جیسے کہ قرآن میں فرمایا وَ اَنْتَ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی (سورہ نجم آیت ۲۲) یعنی یہ کہ سب کو آپ کے رب کے پاس ہی پہنچنا ہے۔ اسی طرح قرآن کی آیات مثلاً كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ هَ الَّذِیْ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ یُکَوِّرُ الْاِلَکَ عَلَی السَّهَارِ جَعَلَ فِی السَّمَاءِ بُرُوجًا وَاٰیٰتٍ کَھَمَرٍ اَلِیْلٍ هَلْ اَنْتَ عَلٰی الْاَوْفَاقِ حَیْنَ مِّنَ الدَّھْرِ و غیرہ بیشمار آیات زمان و مکان کے فلسفے کی وضاحت کرتی ہیں لیکن اس جگہ صرف صریح ذیلیات کے متعلق کچھ تفصیل مثال کے طور پر بیان کی جا رہی ہے۔

وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ کَاَنَّ
سَنَیًا مِّمَّا تَعْدُوْنَ (الحج ۴۷)
بے شک ایک دن تیرے رب کے ہاں
ایک ہزار سالہ کی طرح ہوتا ہے جس حساب
سے تم گنتی کرتے ہو۔

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے ہاں اگر ایک سال ۱/۲۶۵ دن کہے

تو اللہ کے ہاں اس دنیا جیسے ایک ہزار سال کا ایک دن ہے یعنی ۲۵۰۰۶۵ سال کا سورہ المعارج میں بارگاہ الہی میں پہنچنے کا راستہ اس دنیا کے ۵۰ ہزار سال کی مسافت ہونے کا ذکر بھی ہے ایک زمانہ تھا کہ ناقص یقین لوگوں کو قرآن کی اس بات پر یقین نہیں آتا ہوگا۔ لیکن اب توجہ دید سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ ایک سیارے کا ایک سال اس وقت پورا ہوتا ہے جب وہ سورج کے گرد ایک گردش پوری کرتا ہے۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عطارد، زہرہ، زمین، مریخ، مشتری، سیٹرن، یورانس اور پلوٹو پر ایک سال کی لمبائی اعلیٰ ترتیب اس دنیا کے ۸۸، ۲۲۵، ۳۶۵، ۶۸۶، ۱۱ سال ۲۹۰۵ سال ۸۲، ۱۶۲، ۲۴ سال اور ۲۴ سال کے برابر ہے کیونکہ اگر زمین سورج کے گرد اپنا ایک چکر ۲۵۰۶۵ دنوں میں کاٹ لیتی ہے تو دوسرے ستارے سورج سے اپنے فاصلوں کے مطابق چکر پورا ختم کرتے ہیں اور چونکہ پلوٹو سورج سے بہت زیادہ دور ہے اس لئے اس کا ایک چکر ۲۴ سال میں پورا ہوتا ہے۔ لہذا اس کا ایک سال دنیا کے ۲۴ سالوں کے برابر ہے۔ درج ذیل خاکے میں ہر ایک سیارے کا مقام دکھایا گیا ہے اور ان کا سورج کے گرد ایک چکر مکمل ہونے کا عرصہ بھی دکھایا گیا ہے۔

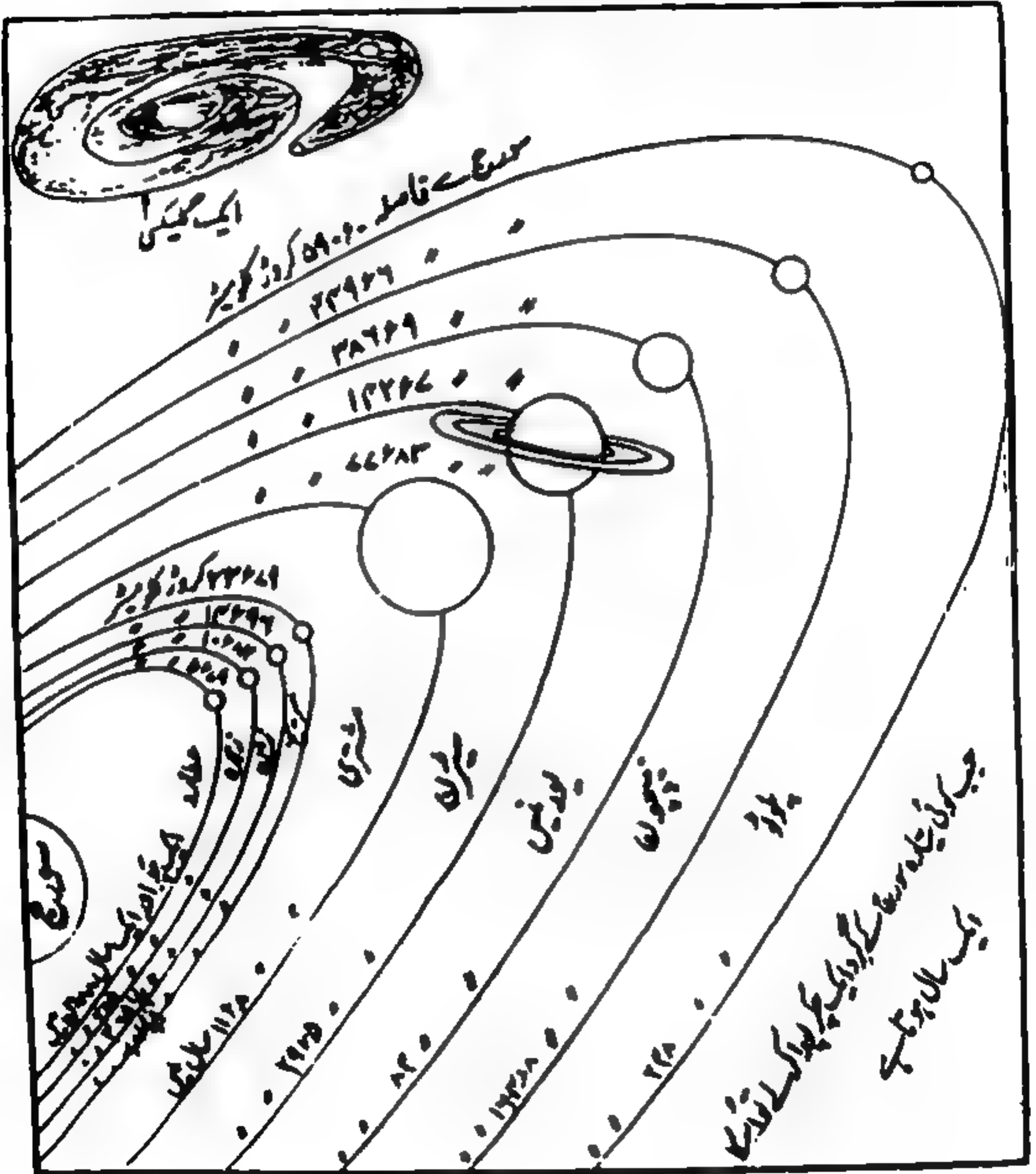
ان سیاروں کے سالوں کی لمبائی کے اختلاف سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں لکھے ہوئے ایک دن کا ایک ہزار سال کے برابر ہونا بھی کوئی ناممکن بات نہیں۔ سائنسدانوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ چاند کا ایک سال ۲۹ دن کے قریب ہے کیونکہ چاند کا ایک چکر زمین کے گرد اسی قلیل عرصہ میں طے ہو جاتا ہے چنانچہ اگر ایک بچہ چاند پر پیدا ہو اور دوسرا اسی وقت زمین پر پیدا ہو تو چاند والا بچہ ۶۰ ماہ یعنی تقریباً ۵ سال کے عرصہ میں اتنا ہی بوڑھا ہو جائے گا جتنا کہ زمین والا بچہ زمین کے ۶۰ سال میں بوڑھا ہوتا ہے۔ چاند کا ایک سال زمین کے ایک ماہ کے برابر ہونے اور چاند کی کشش ثقل اور ہوا کا دباؤ زمین سے کئی گنا کم ہونے کی وجہ سے چاند پر انسانی جسم جلدی بوڑھا ہو جاتا ہے۔

یہ بات کھلی، کہ مندرجہ بالا سیاروں کے اوقات میں اس قدر تفاوت ثابت

ہمارا نظام شمسی (جس میں ہر ستارے پر سال کی طوالت مختلف ہے)

وَإِن يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ النُّجُومِ سَاقِطَةً مِّثْلَ السُّحُوبِ

تو جس وقت ایک دن تیرے دہکے ہیں ہزار سال کی طرح ہوتا ہے جس حساب سے تم گنتی کرتے ہو (۱۱: ۲۷)



تو اسے پیمانہ امروز و فردا سے نہ ناپ جاوے ایم دوں ہر دم جواں ہے زندگی

ہونے سے قرآن کی حقانیت اور اللہ تعالیٰ کے خدا ہونے پر استدلال قائم ہوتا ہے اور یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ اگر اس دنیا کا ایک ہزار سال آخرت کے ایک دن کے برابر ہے تو پھر اس دنیا کی قلیل زندگی کی خواہشات کی خاطر آخرت کی زندگی کو نظر انداز کرنا انتہائی درجہ کی حماقت ہے چنانچہ آخرت کی ہمیشہ رہنے والی زندگی کی طرف توجہ دینا ہی دانائی کی علامت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس دنیا کو قلیل اور چند روزہ دنیا کہا گیا ہے مگر انسان اس قدر نا سمجھ ہے کہ اس چند روزہ دنیا کی خاطر ہمیشہ رہنے والی آخرت کو ضائع کر دیتا ہے اور اس غفلت کی وجہ سے جہنم میں دھکیل دیا جاتا ہے۔ اہل عقل کے لئے اس میں ایک بہت بڑا راز ہے۔

(۱۵) کائنات کی گلیکسیوں کا زمان و مکان

ہمارے نظام شمسی کے تمام سیارے سورج کے گرد ایک ہی سمت میں تقریباً " ایک ہی PLANE یعنی ایک جھکاؤ کے ساتھ گھومتے ہیں۔ سورج کے اندر کا درجہ حرارت ایک کروڑ ۵۰ لاکھ ڈگری سینٹی گریڈ ہے (Fifteen Million) اور اس کا سطحی درجہ حرارت ۶ ہزار ڈگری سینٹی گریڈ ہے۔ سورج کا قطر زمین سے ۱۰۹ گنا ہے۔ یہ تمام سیارے مل کر ایک نظام شمسی کہلاتے ہیں اور ایسے بہت سے نظام شمسی مل کر ایک گلیکسی بناتے ہیں۔ اس گلیکسی میں ہمارے نظام شمسی کی حیثیت محض ایک سوئی کے سرے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور یہ نظام شمسی اپنی گلیکسی کے مرکز سے ۲۴ ہزار روشنی کے سالوں کی مسافت پر ہے۔ یہ گلیکسی ہم ۱۰۰ کروڑ سال سے زائد پرانی بتائی جاتی ہے۔ اور اس قسم کی کروڑوں گلیکسیاں موجود ہیں۔ یہ کروڑوں گلیکسیاں بھی گردش میں ہیں۔ اور ان کی گردش کی رفتار اور سمت معلوم نہیں ہو سکی۔ ایسی دو گلیکسیوں کے درمیان کا فاصلہ اربوں روشنی کے سال سے زیادہ ہے۔ ڈاکٹر شاہلی کا خیال ہے کہ فضا میں ایک مرکز نور ہے جس کے گرد بے شمار شموس (شمس کی جمع) چکر لگا رہے ہیں۔ اور ان کا ایک چکر ۳۴ کروڑ سال میں ختم ہوتا ہے۔ گویا ہمارے ۳۴ کروڑ سال ان شموس کے ایک سال کے برابر ہیں۔ لہذا ان کا ایک دن ہمارے ۸ لاکھ ۲۲ ہزار سال کے برابر ہے۔ یہ تمام انکشافات جو سائنسدانوں کی تحقیق سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ قرآن کے فلسفہ زمان و مکان کی تصدیق کر رہے

جس اور زبان حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ آخرت کی زندگی محض ایک خیال نہیں اور انسان کے لئے اس زندگی کے تقاضے پورے کرنا نہایت ضروری ہیں ورنہ قرآن کے بیان کے مطابق دوزخ عذاب میں گرفتار ہونا ہوگا۔

(۱۶) قرآن کا خطا سے خالی ہونا، قرآن اور اسلام کی خوبیوں میں سے ایک

یہ بھی ہے کہ یہ دین ہر لحاظ سے مکمل اور خطا سے خالی ہے۔ اس کے احکامات ایک دوسرے سے ٹکراتے نہیں۔ اس کا ہر حکم دین فطرت، قوانین فطرت، قوانین صحت، صفائی پاکیزگی طہارت پر مبنی ہے جب کہ دوسری کتابیں تو آج موجود ہی نہیں۔ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ آج انجیل کا اصل نسخہ موجود نہیں بلکہ ۳۰ قسم کی تکمیلیں پائی جاتی ہیں۔ نصاریٰ نے خود ہی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ انجیل میں سارے تین سو مرتبہ اس کے اپنے الفاظ میں تضاد موجود ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ انجیل کو کئی مرتبہ تبدیل کیا گیا ہے۔ اس قسم کے تضادات سے قرآن پاک مبتلا ہے۔ یہ تمام باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ قرآن کا خالق خداوند تعالیٰ کے سوال کوئی نہیں ہو سکتا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے اسلام کے متعلق غیر مسلم علماء اور نو مسلموں کے تاثرات ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی کتاب ”مرکز ایمانی“ باب نمبر ۱ میں ملاحظہ کریں۔

(۱۷) پاکیزہ زندگی، جو لوگ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہیں۔

یہ وہی لوگ ہیں جو قرآن کے بتاتے ہوئے اصولوں پر چلتے ہیں نتیجتاً اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت عطا فرماتے ہیں اور روز بروز اس ہدایت میں اضافہ کرتے ہیں اور تعویٰ کی منزل پر لاکھڑا کرتے ہیں۔ (دیکھیں سورہ محمد آیت ۱۷) یہی وجہ ہے کہ اس مذہب میں اس قدر اولیاتے کرام پیدا ہوئے کہ جس کی مثال کسی دیگر مذہب میں نہیں ملتی۔ اولیاتے کرام کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو ان میں وہ کالات نظر آتے ہیں جو سوائے خدائی عطا کے ممکن نہیں۔ ان اولیاتے کرام کا وجود جو آج کے دیگر مذاہب میں مفقود ہے اور ان کی کرامات کا ظہور اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ یہ مذہب ہر اس خدائے قدوس کی ذات سے تعلق رکھتا ہے اور یہی بات بذات خود خدا کے ہونے کا ثبوت ہے۔

(۱۸) قرآن اور ماڈرن سائنس: قرآن اور جدید سائنس کے مصنف ڈاکٹر یارین

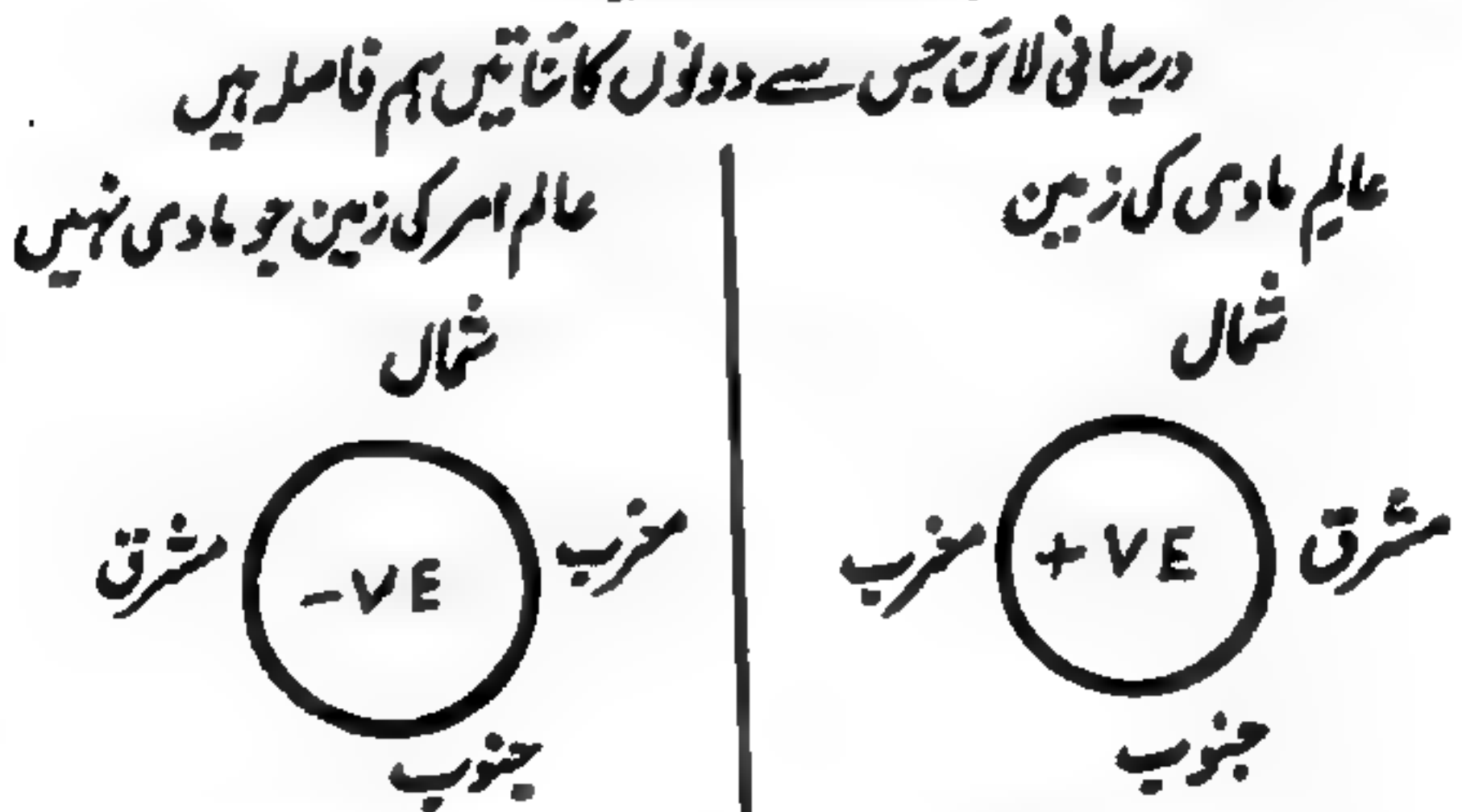
لوکیل ایک مشہور فرانسیسی، سائنسدان، سرجن اور سکالر ہے جس کو فرعون کی ممی محفوظ شدہ لاش کو درست کرنے کا اہم کام سونپا گیا تھا۔ جب اُسے قرآن کے اُن حوالہ جات کا علم ہوا جس میں اللہ تعالیٰ نے فرعون کی لاش کو انسانوں کی عبرت کے لئے محفوظ کرنا ظاہر کیا ہے تو اس نے عربی زبان سیکھی اور پھر پورے قرآن کا بغور مطالعہ کیا۔ اس مطالعہ کے بعد اس نے ایک کتاب لکھی جس میں اُس نے قرآن کی وہ تمام باتیں لکھیں جسے جدید سائنس نے اب دریافت کیا ہے اور جو پہلی اہامی کتابوں میں قطعاً موجود نہیں ہیں۔ اُس کا خیال ہے کہ بائبل میں لکھے ہوئے واقعات ناقابل قبول ہیں جب کہ قرآن میں فریالوجی، تولید انسان، انسان کی ابتدا، تخلیق کائنات طوفان نوح، بنی اسرائیل کی محارمے سنیا میں ہجرت کائنات کی تخلیق سے پہلے صرف دھوئیں کا ہونا، کائنات کا چھ ادوار میں بنایا جانا، چاند، سورج اور ستاروں یعنی فلکیات کا بیان موجود ہونا، اجرام فلکی کا اپنے مدار میں گھومنے کا ذکر، کواکب کا خود روشن نہ ہونا بلکہ روشنی کو منعکس کرنا، انجم سے مراد وہ ستارہ لینا جو جلتا ہے اور خود کو ختم کرتا ہے۔ سورج کے لئے روشنی اور گرمی کا پہچانا اور چاند کی ٹھنڈی روشنی کا انعکاس ہونا رجب کہ بائبل ان دونوں کو چمکنے والے اجسام کہتی ہے، کائنات کا پھیلاؤ، کائنات کے خلا کی تسخیر خدائی طاقت سے ممکن ہونا مثلاً چاند وغیرہ پر پہنچنا، کائنات میں پانی کا مختلف مقامات سے گزرنال (WATER CYCLE)، سورج اور چاند وغیرہ کا اپنے مدار میں اپنی حرکت سے گھومنا، زمین کی سطحوں کا بکھونا ہونا اور پہاڑوں کا میخوں کی طرح لیٹے ہوئے ہونا، حیوانات اور نباتات میں افزائش نسل، ہر شے کی زندگی کی ابتدا پانی سے ہونا (وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ، الانبیاء: ۳۰) پودوں کا نر اور مادہ ہونا (اَزْوَاجًا قُتِبَتْ نَبَاتٍ شَتَّىٰ) یعنی ہم نے نکالے شکم زمین میں سے جوڑے گونا گوں نباتات کے طہ (۵۳) پودوں میں جنسی امتیازات کا ہونا (وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلْنَا فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ، اور یہ قسم کے پھلوں سے دو دو کے جوڑے بنا دیئے۔ (الرعد: ۳) مادہ تولید کی معمولی سی مقدار کا تخم ریزی کے لئے کافی ہونا سُلَّالَةٍ قُتِبَتْ طَيِّبٌ، یعنی انسانوں کو بنایا مٹی کے جوہر منسوبہ سے (المومنون: ۱۲) اور سورہ مجدو: ۸، تخم ریزی کے بعد عورت کے بیضے کا رحم میں قرار پکڑنا قرآن کے لفظ خلق سے واضح ہونا، ماں کے پیٹ میں بچے کا مختلف مراحل مثلاً عَلَقٌ (رخون کا لوتھڑا)،

مَصْنَعَةُ رُغُوشَتِ كِي لُوٹ (عظماء ر ہڈیاں) اَلْمَاءُ ر ہڈیوں پر گوشت چڑھانا، اَخْرَجَ ر (روح پر) نکل کر دوسری مخلوق بنانا، اَكْبَرُ ر بیان موجود ہونا، اس کے بعد بچے میں منہ دیکھنے اور سونگھنے والے اعضاء پیدا ہونا (وَجَعَلَ لَكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ) اور بنا دیئے تمہارے لیے کان آنکھ اور دل۔ السجدہ: ۹ (طوفانِ نوح کا تاریخی آثار سے ثابت ہونا اور موجودہ تحقیقات کا اس کے مطابق ثابت ہونا حضرت موسیٰؑ کا فرعونؑ مقابلہ، مہمرائے سینا کی طرف ہجرت اور فرعون کی موت کا آثارِ قدیمہ سے صحیح ثابت ہونا قرآن کی صداقت کے لئے بہت مضبوط دلائل ہیں۔ ڈاکٹر یوکیل تے درج بالا نکات کے علاوہ دیگر نکات کو واضح کیا اور لکھا ہے کہ قرآن نے ان تمام باتوں کو اُس وقت بیان کیا جب دنیا میں کسی کو بھی ان کا علم نہ تھا اور موجودہ تحقیقات نے ان تمام باتوں کی سچائی کو ظاہر کر دیا ہے۔ یہ قرآن کی حقانیت پر واضح دلائل ہیں۔ اور خدا کے ہونے کے ثبوت بھی۔ (دیکھئے قرآن بائبل اینڈ سائنس از ماٹیس)

(۱۹) معجزات، کرامات اور قوانینِ فطرت: قرآن اور احادیث میں متعدد معجزات اور کرامات کا ذکر آیا ہے۔ آج بھی کرامات دیکھنے میں آتی ہیں۔ حضرت بلقیس کا تختِ مین سے حضرت سلیمانؑ کے حضور آپ کے دارالسلطنت واقع شام میں ایک آنکھ جھپکنے کی دیر میں پیش کیا جانا قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔ چاند کا دو ٹکڑے ہونا جسے سائنس بھی تسلیم کرتی ہے، احماب کہف کا ۲۵۰ سال سونے کے بعد اٹھنا وغیرہ ایسے واقعات ہیں جن کو بخیر ثابت نہیں کر سکے اور ان واقعات کی غلط تاویلیں کرنے لگتے ہیں۔ کرامات تو آج بھی دیکھنے میں آتی ہیں اور ان کا رد کوئی پیش نہیں کر سکا۔ کرامات خرقِ عادات یا ایسے کاموں کا ہونا ہے جو فطرت کے اصولوں سے مطابقت نہ رکھتا ہو۔ ان کرامات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیائے کرام کی شناخت کروانے کی علامت بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر وحی کے ذریعے اس بات کا یقین دلایا ہے کہ اگرچہ دنیا کا نظام چلانے کے لئے ہم نے قانونِ فطرت (سنتِ الہیہ) کا رواج رکھا ہے۔ لیکن فطرت کے قوانین سے ہٹ کر اپنی الوہیت کا ثبوت دینے کے لئے، بغیر باب کے بیٹا بھی پیدا کر سکتے ہیں اور اپنے ولیوں کو مخصوص کرامتوں سے نواز سکتے ہیں۔ یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کی ذات کی نشاندہی کرتی ہیں اور فطرت کی حتمی حاکمیت کا رد کرتی ہیں۔

(۲۰) ہر شے کے جوڑے ہوتا: سورہ الزاریات کی آیت ۴۹ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ

خَلَقْنَا ذَوْجَيْنِ میں اس بات کا ذکر ہے کہ خدا نے ہر چیز کے جوڑے بنائے ہیں چنانچہ آج سائنس نے خود اس حقیقت کی تصدیق کر دی ہے۔ قرآن نے فرمایا رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ (یعنی خدا دو مشرقوں اور دو مغربوں کا رب ہے) اس آیت کا تقاضا تھا کہ زمین کا بھی جوڑا ہوتا تاکہ دو مشرق اور دو مغرب بھی ہو سکتے چنانچہ ڈاکٹر عبدالسلام نے تحقیق کے بعد لکھا ہے کہ کائنات کا بھی جوڑا ہے۔ ایک منفی کائنات (-) بھی موجود ہے جو مثبت کائنات کی مخالف سمت میں، درمیانی پلان سے برابر فاصلے پر موجود ہے منفی کائنات والی زمین مادی زمین جیسی نہیں بلکہ عالم امر سے متعلق ہے۔ مسلمان صوفیاء نے عالم ناسوت، ملکوت، جبروت، لاہوت، ہاہوت، حق اور عالم امر و عالم خلق کا آج سے ۱۰۰۰ سال پہلے بھی ذکر کیا تھا جس کو سائنسدانوں نے آج اپنی تحقیق کے بعد ثابت کیا ہے۔ درج ذیل خاکے سے دو مشرق اور دو مغرب ظاہر ہوتے ہیں



پروفیسر عبدالسلام کا نظریہ ہے کہ مثبت کائنات کے علاوہ ایک ویسی

ہی منفی یعنی امری کائنات بھی موجود ہے جو غیر مادی قسم سے تعلق رکھتی ہے۔

یہ تمام باتیں قرآن کی حقانیت اور ایک خدا کے وجود کو ثابت کرتی ہیں۔

(۲۱) کائنات صفر سے بنائی گئی، کچھ حساب دانوں کا خیال ہے کہ جب کائنات

بنائی گئی تو اس وقت کچھ نہ تھا لہذا اللہ تعالیٰ نے کائنات کو صفر سے بنایا۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب ہم کچھ بنانے کا ارادہ کرتے ہیں تو دگن کہہ دیتے ہیں اور وہ چیز بن جاتی

ہے۔ سائنس دانوں نے اس کی تشریح یوں کی ہے کہ ”گٹن“ سے پہلے صفات کے اعتبار سے کائنات کا عدد صفر تھا اور اس صفر سے ہی کائنات کو بنایا گیا۔ صفر کو اگر دو حصوں میں تقسیم کیا جائے تو ایک حساب دان اس کو یوں ظاہر کرے گا۔

$$\pm 0 = -x + x$$

حساب دانوں کا کہنا ہے کہ $-x$ اور $+x$ دو مقداریں (QUANTITIES)

ہیں جب کہ صفر کوئی مقدار نہیں اور جب کائنات ختم کی جائے گی تو $-x$ اور $+x$ کو دوبارہ ملا کر ماحصل صفر ہو جائے گا اور وہی حالت آجائے گی جو ”گٹن“ کہنے سے پہلے تھی۔ یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ $-x$ اور $+x$ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اس اعتبار سے پروفیسر عبدالسلام کا مذکور بالا نظریہ صحیح معلوم ہوتا ہے جس میں منفی اور مثبت کائنات کا ذکر ہے۔ منفی $(-ve)$ کائنات کو $-x$ اور مادی $(+ve)$ کائنات کو $+x$ قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی حکمت تخلیق کی بات سمجھ میں آتی ہے۔ اور ایک خدا کی ذات موجود ہونے کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

ج۔ اثبات حق کے فلسفی و مشاہداتی دلائل

اختصار کے پیش نظر درج ذیل چند دلائل پر ہی اتفا کیا جا رہا ہے جس میں فلسفیانہ نظریات کے ساتھ ساتھ ایسے مشاہدات کو پیش کیا جائے گا جن سے ہر صاحب علم اور عقل بخوبی واقف ہے۔ ہماری روزمرہ کی زندگی میں ایسے بہت سے مشاہدات رونما ہوتے ہیں کہ اگر ان پر غور کیا جائے تو بہت سے قیمتی حقائق سے پردہ اٹھ جاتا ہے۔ یہ مشاہدات اور حقائق ہمیں ایک خدائے قدوس کی ذات کو تسلیم کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ آئیے ایسی کچھ باتوں کا مطالعہ کریں۔

۱۔ ارادوں کا ٹوٹ جانا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عَرَفْتُ رَبِّي

عَنْ فِسْقِ الْعَزَائِمِ (میں نے خدا کو ارادوں کے ٹوٹ جانے سے پہچانا) آپ فرماتے ہیں کہ بارہا ایسا ہوا کہ ہم کسی کام کا ارادہ کرتے ہیں لیکن اچانک کوئی ایسی بات حائل

۱۔ جاتی ہے کہ ہم وہ کام نہیں کر پاتے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ارادوں کی تکمیل کسی اور (خدا) کے ہاتھ میں ہے۔ فرماتے ہیں کہ ارادوں کو توڑنا کسی دنیاوی طاقت کے ہاتھ میں ہوتا تو ہم اس کا مقابلہ کر سکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے کاموں میں کسی ایسی ذات کا دخل ہے جو قادرِ مطلق ہے اور ہمیں اس میں دخل کی مجال نہیں۔ اس بات سے خدا کی ہستی کا ثبوت ملتا ہے۔

۲۔ حضرت علیؑ کا استدلال، حضرت علیؑ نے ایک دہریے کے ساتھ گفتگو کے دوران اللہ کی ذات کے اثبات میں یہ استدلال قائم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے متعلق صرف دو امکانات ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ کوئی خدا ہے اور دوسرا یہ کہ کوئی خدا نہیں ہے۔ یہ دونوں امکانات ایک دوسرے کے ساتھ برابر اہمیت رکھتے ہیں۔ (یعنی دونوں صورتوں کے جڑ ۵۰ امکانات ہیں) چنانچہ اگر مرنے کے بعد یہ معلوم ہوا کہ کوئی خدا نہیں ہے۔ تو اس حالت میں ہمارا اور تمہارا شرا یک سا ہوگا۔ یعنی دونوں ہی مٹی میں مل کر ختم ہو گئے۔ لیکن دوسری صورت کے مطابق اگر خدا کا ہونا ظاہر ہوا تو تم لوگ خسارے میں رہو گے اور ہمیں نجات ملے گی۔ اس سے ثابت ہوا کہ خدا کو نہ ماننے کی نسبت مان لینے میں فائدہ ہے۔ چودہ سو سال کے بعد آج **THEORY OF PROBABILITIES** بھی یہی ثابت کرتی ہے کہ ہر چیز کے ہر وقت جڑ ۵۰ چانسز ہوتے ہیں!

۳۔ حضرت ابراہیمؑ کا استدلال، قرآن میں سورہ البقرہ آیت (۲۵۸) حضرت ابراہیمؑ اور فرود کے درمیان ایک مختصر گفتگو نقل کی گئی ہے۔ آپ نے فرود سے کہا کہ ہمارا خدا سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اور اگر تو خدا ہے تو سورج کو مغرب سے طلوع کرنے کا حکم دے۔ اس پر وہ لاجواب ہو گیا۔ حضرت ابراہیمؑ نے یہ بھی دلیل قائم فرمائی کہ جو چیز زوال پذیر ہو وہ خدا نہیں ہو سکتی۔ اس دنیا کی ہر چیز کو زوال لازم ہے چنانچہ خدا وہ ہے جس کو زوال نہیں رفت و گذشت کے اصول جن کو کچھ لوگ کائنات کو بنانے اور چلانے والی طاقت سمجھتے ہیں وہ ہیں ایک دن ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ خدا کے سوا ہر چیز کو زوال ہے۔

۴۔ حضرت سلمان فارسیؑ کا استدلال، حضرت سلمان فارسیؑ کے اجداد زرتشت

تھے اور آگ کی پوجا کیا کرتے تھے مگر آپ نے یہ کہہ کر کہ آگ تو پانی ڈالنے سے بجھ جاتی ہے اسے خدا ماننے سے انکار کر دیا اور دنیا کے بڑے بڑے علماء کے پاس گئے تاکہ انہیں خدا کے بارے میں کچھ علم ہو سکے مگر ان کی یہ تمنا پوری نہ ہو سکی۔ آخر کار اٹلی میں پوپ نے کہا کہ تمہاری تسلی صرف وہ کال کمل والا (صلی اللہ علیہ وسلم) کر سکے گا جس کا ظہور عنقریب مکہ میں ہونے والا ہے چنانچہ آپ مکہ کی جانب روانہ ہوئے اور دوران سفر غلام بنایا لے گئے مگر آپ کی جستجو میں فرق نہ آیا۔ ایک یہودی آقا کی غلامی میں تھوڑا دس سال تک رہے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت کیا تو پوپ کی بتائی ہوئی نشانیوں کو دیکھ کر ایمان لے آئے۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے دلائل میں خدا کا اثبات ہے۔ پوپ کی بتائی ہوئی نشانوں کی تصدیق سے رسالت اور خدا کے ہونے کی تصدیق ہوتی ہے۔

۵۔ آیات اللہ (خدا کی نشانیاں) چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو ہر چیز

اللہ کی کاریگری، حکمت، عظمت اور اس کے حسن و جمال اور جلال کی کمل نشانیاں نظر آتی ہیں۔ لیکن جو آنکھوں کا اندھا ہو اُسے کیا نظر آئے گا۔ خدا کی ان نشانوں کو ہی دیکھ کر کسی نے کہا ہے

امرد ز جمالِ توبے پر وہ ظاہر است در حیرتم کہ وعدہ فرما برائے کیست

”خدا یا! اگر آج ہی تیرا جمال بے پردہ نظر آتا ہے تو پھر حیرانگی اس ہا

ک ہے کہ کل قیامت کے دن اپنا جلوہ دکھانے کا وعدہ کس لیے کیا؟

اور جو کچھ لکھا گیا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کے مخفی اسرار اور کمل نشانیاں ہی تو

ہیں قرآن کا حفظ ہو جانا، قرآن میں تحریف نہ ہونا، نیک مسلمانوں کے اجسام کا قبروں میں محفوظ ہونا، اولیائے کرام سے کرامات کا سرزد ہونا، قرآن کی صداقت اور حقانیت کا زندگی میں مشاہدہ ہونا تعلیمات اسلام میں حیاتِ طیبہ اور تقویٰ کا حاصل ہونا وغیرہ ایسی لاکھوں شہادتیں ہیں جس میں ایک خدا کے بزرگ اور برتر کے ہونے کی نشانیاں ملتی ہیں۔ سورہ لقمان میں کشتی کا سمندر کی بلند لہروں میں چلنا بھی اللہ کی نشانوں میں ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔

خدا نے قدوس نے خود فرمایا ہے کہ:-

(۱) كَذٰلِكَ يَبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰلَاٰتِهٖ اِیْسے ہی کھول کر بیان کرتا ہے

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔

اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیتیں
تاکہ تم غور و فکر کرو۔

(البقرہ : ۲۶۶)

وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَّقُونَ۔

اور جو کچھ پیدا فرمایا ہے اللہ نے آسمانوں
اور زمین میں ران میں اُس کی نشانیاں
ہیں اس قوم کے لئے جو متقی ہیں۔

(یونس : ۶)

قرآن میں آیات اللہ کے متعلق متعدد آیات وارد ہوئی ہیں جن کا یہاں ذکر کرنا ممکن
نہیں البتہ ایک مثال جو اللہ کی نشانیوں میں سے بہت دلچسپ معلوم ہوتی ہے یہاں بیان کی
جاری ہے اور وہ ہے بچے کی پیدائش۔

ہم دیکھتے ہیں کہ بچہ ماں کے پیٹ میں نو ماہ تک قیام کرتا ہے اور پرورش
پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کو کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں ہونے دیتا رملانکہ وہاں نہ کھلی ہوا
نہ عام غذا اور نہ کسی سہولت کا سامان نظر آتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ مطلوب ہر قسم کی ضروریات
کو اس کے لئے مہیا کرتا ہے (اللہ تعالیٰ نے اُس سے یہ اچھا سلوک اس لیے کیا کہ ابھی تک
وہ معصوم تھا کہ بچہ اُس نے ابھی تک کوئی اچھا یا بُرا عمل نہیں کیا۔ لہذا اگر وہ پیدا ہونے کے بعد
اچھے کام کرنے لگے تو یقیناً اُس کے ساتھ قبر میں اچھا سلوک ہونا چاہیے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں
کہ جب کوئی نیک بندہ مرتا ہے تو اس کی قبر زندہ رہتی ہے اور وہ بھی قبر میں ایسے ہی رہتا ہے
جیسے کوئی دہن اپنے بستر میں آرام کر رہی ہو۔

احادیث شاہد ہیں کہ اس کی قبر جنت کے باغوں کی طرح ہو جاتی ہے اور جو
نافرمان قبر میں جاتا ہے تو اس کو طرح طرح کے عذاب ملتے ہیں اور اُس کی بلایاں قبرستان میں لوگوں
کے سپرہ طے روندی جاتی ہیں۔ کوئی نافرمان اور بے دین انسان جب اللہ کے سامنے جاتا
ہے تو اس کی بنیائی سلب کر لی جاتی ہے اور وہ اللہ سے عرض کرتا ہے اے اللہ مجھے آج
اندھا کیوں اٹھایا گیا ہے۔ دنیا میں تو میں بالکل بینا تھا؟ اس پر ارشاد باری تعالیٰ ہوگا کہ تم کو
اس لئے اندھا پیدا کیا گیا ہے کہ تمہارے پاس میری آیات و نشانیاں آئی تھیں۔ سو تو نے
انہیں بھلا دیا۔ اس لیے آج ہم تے بھی تجھے فراموش کر دیا ہے (دیکھیں سورہ طہ آیات ۱۱-۱۲)۔

اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نیک عمل کرنے والے کے چہرے پر انوار الہی کی جھلک نظر آتی ہے اور بد چلن لوگوں کے چہرے دنیا میں ہی ٹیڑھے ہو جاتے ہیں اور ان کی آنکھوں اور شکلوں پر لعنت نظر آتی ہے اور جب وہ مرتے ہیں تو لوگ ان کی برائیاں بیان کرتے ہیں اور قبر میں انہیں قبول نہیں کرتی۔ ایسے لوگوں کی ہڈیاں قبروں سے نکال کر باہر پھینک دی جاتی ہیں اور لوگ انہیں پیروں تلے روندتے ہیں۔ ہر نیکی اور بدی کا بدلہ کسی حد تک دنیا میں مل جاتا ہے۔ ایسی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ گویا مکافاتِ عمل کا سلسلہ دنیا سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اہل فہم کے لئے ہر فعل میں اللہ کی نشانیاں موجود ہیں

نکتہ : حضراتِ قارئین کے سامنے یہ نکتہ پیش کیا جاتا ہے کہ اس دنیا کی زندگی اوسطاً ۴۴ سال کی ہے۔ اس کے بعد (اور پہلے بھی) کوئی کسی وقت مر سکتا ہے بچے، جوان اور بوڑھے ہر روز لاکھوں کی تعداد میں مرتے ہیں۔ آپ کو کیا معلوم کہ آپ کی عمر کتنی ہے؟ خدا نخواستہ کوئی شخص گھر سے نکلا اور کار والا اسے (بریک فیل ہونے سے یا حادثے میں) اگر زندہ جائے تو کون اسے روک سکتا ہے۔ ہر روز حادثات اخبار میں پڑھنے کو آتے ہیں اور اگر کوئی بے نمازی اور بے دینی کی حالت میں مر جاتا ہے تو اسے یہی قبر کا عذاب، جہنم کا عذاب اور خدا کی ناراضگی اپنے اعمال کے عوض مول لینا ہوتی ہے۔ اور یقیناً قبر میں اس کا جسم گل سڑ جائے گا، کیرٹے اور بچھو اس کے جسم کو ڈٹے رہیں گے اور قیامت کے روز اور اس کے بعد بھی دردناک عذاب سے دوچار ہوگا۔ یہ بے نمازی اور بے دین کو اس عذاب میں تک نہیں ہونا چاہیے کیونکہ بغیر اعمال کے مغفرت اور رحم کی امید رکھنا ایسے ہی ہے جیسے بغیر فصل بونے کے ہی فصل کاٹنے کی امید رکھی جائے، چنانچہ اگر اس ہمیشہ رہنے والی زندگی کو بہتر بنانا چاہتے ہو تو اس مختصری زندگی میں نماز روزہ کا اہتمام کرو ورنہ اللہ کو کیا شکل دکھاؤ گے۔

نکتہ ثانی : جن لوگوں نے اس دنیا میں نماز و روزے کا اہتمام کیا وہ قبر میں

اور حشر میں بھی اللہ کے انعامات کے مستحق ہوں گے۔ قبر میں ان کے اجسام محفوظ رہتے ہیں۔ کیا ہم واقعی اس قدر بے حس اور بے غیرت ہو چکے ہیں کہ دن بھر میں آگ لگھڑکے

وقت پانچ نمازوں کے لئے مختص کرنا بھی مشکل سمجھتے ہیں اور اس کے بدلے میں قبر اور آخرت کے عذاب کے علاوہ خدا کی ناراضگی کے لئے تیار ہیں؟ افسوس ہے ایسی عقل اور دنیاوی چالاکی پر! ان کو شیطان نے اس حد تک نافرمان کر دیا ہے کہ دن بھر میں آدھ گھنٹہ بھی اُس خدا کی خوشنودی (اور اپنے عذاب سے بچنے) کے لئے نکال نہیں سکتے؟ دو صحابہؓ کے جسموں کو بیسوی صدی کے اوائل میں قبروں سے ترقمازگی کی حالت میں نکالا گیا اور بخدا داد میں دوبارہ دفن کیا گیا تھا۔ ان کی کیفیت ملاحظہ فرمائیے اور پھر اس حقیقت پر یقین کریں کہ نیک لوگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کس قدر اچھا سلوک کرتا ہے اور اگر اس کے باوجود تم نماز ترک کر دو تو یہ بد بختی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

۴۔ دو صحابہ کرامؓ کے ترقمازہ اجسام: راقم اطراف نے صغریٰ میں سنا

اور ایک رسالے کی کٹنگ جس پر نام درج تھا، پڑھا کہ بیسوی صدی کے اوائل میں دو صحابہ کرامؓ کو دیبا کا پانی قبروں میں آجانے کی وجہ سے قبروں سے نکالا گیا۔ لاکھوں بندوں نے ان کی زیارت کی، جنازے کو کندھا دیا، نماز جنازہ پڑھی گئی اور اس واقعہ کو ٹیلی ویژن اسکرین اور فلم بنا کر سینما سکرین پر بھی دکھایا گیا۔ ان صحابہ کرام کو دوبارہ قبروں میں دفن کر نیکی واقعات پڑھ کر ایمان تازہ ہوتا ہے۔ یہ فلم عراق میں موجود ہے مگر افسوس ہے کہ اس فلم کو مسلمان ممالک میں نہیں بھیجا جاتا۔ شاید بڑے لوگ اس کی ضرورت نہیں سمجھتے درتہ یہ فلم بہت سے مسلمانوں کے ایمان کو تقویت دیتی اور جذبہ عمل پیدا کرنے کا باعث بنتی۔

ان دو صحابہ کرامؓ کے اسمائے گرامی حضرت حذیفہؓ بن الیمان اور حضرت جابر

بن عبد اللہؓ ہیں چونکہ تفصیلات بتائے بغیر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی لہذا پورا واقعہ یوں ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی کینت ابو عبد اللہ لقب صاحب البستر قبیدہ غطفان خاندان میں تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محرم راز بھی تھے ان کی اور ان کی والدہ دونوں کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دُعا مانگی تھی آپ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں موتوں کی حفاظت پر مامور کیے گئے تھے۔ آپ غزوہ خندق کے علاوہ اور بھی کئی غزوات میں

شریک ہوئے۔ عراق فتح ہونے پر حضرت عمرؓ نے آپ کو نواح دجلہ کے بندوبست کا
 افسر مقرر کیا تھا۔ ۳۲ھ میں آپؓ نے آذربائیجان فتح کیا۔ بعد میں مدائن کے حاکم بھی بنائے
 گئے حضرت حذیفہؓ نے ہی حضرت عثمان غنیؓ کو قرآن پاک کی تعلیم کرا کے ساری اسلامی
 سلطنت میں پھیلا دینے کا مشورہ دیا تھا۔ آپؓ نے بہت سی احادیث بھی روایت کی ہیں۔
 حضرت جابر بن عبد اللہؓ بھی آنحضرتؐ کے برگزیدہ صحابی ہیں آپؐ کی کینت
 بھی ابو عبد اللہ تھی، قبیلہ خزرج تھا۔ عقبہ ثانیہ میں والد سمیت مسلمان ہوئے تھے۔ آنحضرتؐ
 کو جب قرص کی ضرورت ہوئی تھی تو اکثر آپؐ ہی سے لیتے تھے۔ آپؐ بھی غزوہ خندق میں
 شریک ہوئے اور یہی کئی غزوات میں شرکت کی۔ بیعت رضوان اور حجة الوداع کے موقع پر بھی
 موجود تھے۔

بغداد سے۔ ہم میل دور ایک مقام کا نام مدائن تھا جس کا موجودہ نام سلمان پاک
 ہے۔ دائیں طرف تھوڑے سے فاصلے پر دریائے دجلہ بہتا ہے۔ یہاں حضرت سلمان فارسیؓ
 حضرت حذیفہؓ بن الیمان اور حضرت جابر بن عبد اللہؓ کے مزارات ہیں۔ آخر الذکر دو صحابہ کرامؓ
 کے مزارات عراق کے شاہ فیصل اول کے دور میں دوبارہ تدفین کے بعد بنائے گئے ہیں۔ اس
 سے پہلے یہ دونوں مزارات سلمان پاک سے تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر تھے۔

حضرت حذیفہؓ نے عراق کے شاہ فیصل اول سے خواب میں فرمایا کہ میرے
 مزار میں پانی اور حضرت جابرؓ کے مزار میں نمی آنی شروع ہوگئی ہے لہذا ہم دونوں کو یہاں سے
 منتقل کر کے دریائے دجلہ سے ذرا فاصلہ پر دفن کر دیا جائے۔ بادشاہ اپنی مصروفیات کی بنا پر
 دن کو یہ خواب بھول گئے۔ دوسری شب خواب میں پھر وہی کہا گیا اور وہ بھول گئے تیسری
 رات عراق کے مفتی اعظم کو حضرت حذیفہؓ نے خواب میں وہی بات کہی اور کہا کہ ہم دونوں
 سے بادشاہ سے کہہ رہے ہیں لیکن وہ مصروفیات کی وجہ سے بھول جاتا ہے۔ آپ بادشاہ
 کو متوجہ کروائیے اور یہی یہاں سے دوسری جگہ منتقل کروائیے۔

مفتی اعظم نے اس وقت کے وزیر اعظم نوری السعید پاشا سے فون پر بات
 کی اور پھر تعینات کر کے انہیں تمام حالات سے آگاہ کیا۔ نوری السعید پاشا مفتی اعظم

کو لے کر بادشاہ کے پاس گئے۔ بادشاہ نے واقعہ سننے کے بعد کہا کہ ہاں میں ان کو تین بار خواب میں دیکھ چکا ہوں اور انہوں نے مجھے بھی ہر بار یہی حکم دیا ہے۔ غرض اس موضوع پر آپس میں کافی بات چیت ہوئی اور مفتی اعظم نے صحابہ کرام کے حکم پر عمل کرنے پر زور دیا۔ لیکن بادشاہ نے کہا کہ پہلے اعتیاداً اس بات کی تصدیق کرائی جائے کہ واقعی دریا کا پانی اُن کے مزارات کی طرف آ رہا ہے یا نہیں چنانچہ بادشاہ کے حکم پر عراق کے محکمہ تعمیرات عامہ کے چیف انجینئر اور عملے نے مزارات سے دریا کے رخ پر ۲۰ فٹ کے فاصلے پر پوزنگ وغیرہ کرا کر دیکھا، مفتی اعظم بھی وہاں موجود رہے، پورے دن کی ٹنگ و دو کے بعد شام کو یہ رپورٹ دی گئی کہ پانی تو درکنار کافی نیچے سے جو مٹی نکلی ہے اس میں تہی تک نہیں ہے۔ اسی رات حضرت حذیفہؓ بادشاہ کے خواب میں پھر تشریف لائے اور اپنی بات دہرائی لیکن چونکہ بادشاہ کو پوزنگ وغیرہ کی رپورٹ مل چکی تھی جس میں ماہرین ارامنی نے بتایا تھا کہ پانی نہیں جا رہا لہذا انہوں نے اسے خواب سمجھ کر نظر انداز کر دیا اگلے رات حضرت حذیفہؓ مفتی اعظم عراق کے خواب میں تشریف لائے اور اب کی دفعہ اُن سے سختی سے کہا کہ ہمارے مزارات میں پانی گھستا آ رہا ہے لہذا ہمیں جلد از جلد یہاں سے منتقل کرادیں۔

صبح مفتی اعظم پھر گھبرائے ہوئے شاہ پریشان حالت میں بادشاہ کے پاس گئے اور تمام واقعہ بیان کیا بادشاہ کچھ جھلا سا گیا اور کچھ ناراضگی کے عالم میں کہنے لگا کہ مفتی صاحب آپ ماہرین ارامنی کی رپورٹ دیکھ چکے ہیں خود بھی موقع پر آپ موجود رہے پھر کیوں پریشان کرتے ہیں اور خود بھی پریشان ہوتے ہیں۔ مفتی اعظم نے کہا لیکن پھر بھی مجھے اور آپ کو برابر حکم دیا جا رہا ہے۔ لہذا مزارات کھدوا دیجئے اور انہیں جگہ منتقل کروا دیجئے۔ شاہ عراق نے کہا اچھا تو پھر آپ فتویٰ دے دیجئے چنانچہ انہوں نے فتویٰ دے دیا۔ یہ فتویٰ اور اس کے ساتھ شاہ عراق کا یہ فرمان کہ عید الاضحیٰ کو ظہر کی نماز کے بعد حضرت حذیفہؓ بن الیمانؓ اور حضرت جابر بن عبد اللہؓ کے مزارات کھوئے جائیں گے اخبارات میں شائع کر دیا گیا۔ اس فتویٰ کا اور فرمان کا اخبارات میں شائع ہونا تھا کہ تمام عالم اسلام میں جوش و خروش اور ہیل پھیل گئی رائے نبوزا یکبسی اور دنیا کی دیگر نیوز ایجنسیوں کے ذریعے یہ خبر تمام دنیا میں پھیل گئی۔

یہ حج کا زمانہ تھا اور تمام دنیا کے مسلمان مکہ معظمہ میں آئے ہوئے تھے جنہوں نے صحابہ کرام کے مزارات عید الاضحیٰ کے کچھ دنوں بعد کھونٹے کی درخواست کی تاکہ وہ بھی شریک ہو سکیں۔ اس کے علاوہ دنیا کے بے شمار ملکوں ہندوستان، ترکی، ایران، شمالی افریقہ، شام، فلسطین، مصر، روس، بلغاریہ، لبنان، عیاز وغیرہ سے بے شمار لوگوں نے عراق کے شاہ فیصل اول کو تار بھیجے کہ کچھ دنوں کے بعد مزارات کھولے جائیں تاکہ وہ بھی صحابہ کرام کے جنازوں میں شریک ہو سکیں۔

شاہ عراق کے لئے یہ بڑا مشکل مرحلہ تھا۔ ایک طرف تمام عالم اسلام کا اصرار اور دوسری طرف خواہوں میں جلد از جلد مزارات کی منتقلی کی ہدایت۔ اور اگر مزارات میں واقعی پانی رس رہا ہے تو مزید دیر ہونے سے مزارات کو نقصان پہنچ سکتا ہے آخر ایک ترکیب کی گئی وہ یہ کہ دریا کے رُخ پر دس فٹ کے فاصلے پر ایک لمبی اور گہری خندق کھدوا کر اس میں سمٹ اور بجری وغیرہ بھرادی گئی اور دوسرا شاہی فرمان جاری ہوا کہ اب مزارات کی منتقلی عید الاضحیٰ کے دس دن بعد کی جائے گی۔

مدائن (مسلمان پاک) میں عید الاضحیٰ کے بعد دس دنوں میں تقریباً پانچ لاکھ افراد جمع ہو گئے۔ اس میں ہر مذہب فرقہ اور عقیدے کے لوگ تھے۔ عراق کی حکومت نے اس موقع پر دوسرے ممالک سے پہنچنے والوں پر کسٹم پاسپورٹ اور کرنسی وغیرہ کی تمام پابندیاں ختم کر دیں اور صرف اپنے ملک کا اجازت نامہ لانے کو کہا۔ اس موقع پر کئی ملکوں سے سرکاری وفد بھی آئے۔ ان دنوں ترکی پر مصطفیٰ اکمال آتا ترک کی حکومت تھی ان کی نمائندگی ان کے ایک وزیر مختار نے کی، مصری وفد میں وزیر اعلیٰ کرم کے علاوہ سابق شاہ فاروق جو اس وقت مصر کے دل بھر تھے نے بھی شرکت کی۔

آخر خدا خدا کر کے وہ دن آیا جس نے لوگوں کے دلوں میں ہل چل مچا رکھی تھی۔ اور بس کیلئے لاکھوں افراد مدائن میں جمع تھے۔ یہ پیر کا دن تھا۔ عراق کے شاہ فیصل اول، مفتی اعظم عراق، عراق کی پارلیمنٹ کے تمام ارکان، سرکاری وفد اور لاکھوں افراد کی موجودگی میں مزارات کو کھولا گیا تو واقعی حضرت حذیفہؓ کے مزار میں پانی اچکا تھا اور حضرت جابرؓ کے

مزار میں نہی آچکی تھی۔ جب کہ یہ مزارات دریائے دجلہ سے دو فرلانگ کے فاصلے پر تھے ایک کرین کے ذریعے جس میں پھاڑے کے پھل کی طرح کا پھل لگا تھا اور اس پر ایک اسٹریچر کس دیا گیا تھا استعمال کیا گیا۔

حضرت حذیفہؓ کی نعش مبارک کو زمین سے اس طرح اٹھایا گیا کہ ان کی نعش مبارک کرین پر نصب شدہ اسٹریچر پر چود بخود آگئی۔ اسٹریچر کو کرین سے الگ کیا گیا اور شاہ عراق مفتی اعظم عراق، شہزادہ فاروق دالی مصر، ترکی کے وزیر مختار نے اسٹریچر کو کندھا دیا اور بڑے احتیاط و احترام سے ایک شیشے کے بکس میں رکھ دیا۔ اور پھر اسی طرح حضرت جابرؓ کی نعش مبارک کو ان کے مزار سے نکالا گیا، نعشائے مبارک کا کفن حتیٰ کہ ریش ہائے مبارک کے بال تک بالکل صحیح حالت میں تھے اور لاشوں کو دیکھ کر ہرگز یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ یہ تیرہ سو سال پہلے کی نعشیں ہیں دوامع رہے کہ حضرت حذیفہؓ کا انتقال ۳۳ھ میں اور حضرت جابرؓ کا انتقال تقریباً ۳۴ھ میں ہوا تھا، بلکہ یہ گمان ہوتا تھا کہ ان کو رحلت فرمائے ہوئے دو تین گھنٹے ہوئے ہیں اور سب سے حیرت انگیز بات یہ کہ دونوں صحابہ کرامؓ کی دونوں آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ان میں اتنی پراسرار چمک تھی کہ کئی لوگوں نے چاہا کہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھیں لیکن ان کی آنکھیں اس چمک کے آگے ٹھہرتی نہیں تھیں، ٹھہر بھی کیسے سکتی تھیں۔ جن آنکھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو وہ آنکھیں سبحان اللہ

ایک بین الاقوامی شہرت کے مالک جرمن ماہر چشم نے یہ منظر دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا، وہ بے اختیار ہو کر آگے بڑھا اور مفتی اعظم کا ہاتھ پکڑ کر اس نے کہا کہ اسلام کی حقانیت اور صحابہ کرامؓ کی بزرگی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے اور اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ دونوں صحابہ کرامؓ کی لائیں شیشے کے بکسوں میں رکھی ہوئی تھیں اور رونائی کی غرض سے چہروں پر سے کفن ہٹایا گیا تھا۔ عراقی فوج نے باقاعدہ سلامی دی، توپوں سے بھی سلامی دی گئی۔ مجمع نے ناز جنازہ پڑھی، بادشاہ، علمائے کرام، سفراء اعلیٰ حکام اور پیشوا لوگوں نے جنازوں کو کندھا دیا اور یہ تمام کارروائی ایک جرمن فلم ساز کمپنی نے پورے مجمع کو ۳۰ فٹ لمبی اور ۲۰ فٹ چوڑی اسکرین پر اور بزرگ بیڑی۔ دی کیمرو دکھائی مزید چار بڑے بڑے

سکین اور بھی لگائے گئے جس کی وجہ سے تقریباً پانچ لاکھ افراد نے جس میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے نہایت اطمینان و سکون کے ساتھ مزارات کے کھلنے سے لے کر آخر وقت تک کی تمام کارروائی دیکھی ورنہ ہزاروں افراد زیارت کے شوق میں ریل پیل اور ہڑ بونگ میں کچل کر مر جاتے۔

اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جنازوں کو پورے ادب و احترام کے ساتھ سلمان پاک کی طرف لے جایا جانا شروع کیا گیا راستے میں ہوائی جہازوں نے غوطے لگا کر سلامی دی اور ان پر پھول پھراور کیے اس کے علاوہ مجمع نے بھی جنازوں پر منوں پھول برسائے، کئی جگہ یہ جنازے رکوائے گئے اور تقریباً چار گھنٹے بعد یہ جنازے سلمان پاک، حضرت سلمان فارسیؓ کے مزار کے پاس پہنچے یہاں اعلیٰ فوجی حکام نے گارڈ آف آرمیش کیا۔ لاشوں کو پہلے کرین سے اتارا اور پورے ادب و احترام سے قبروں میں جو پہلے سے تیار تھیں رکھا اور اس طرح توپوں کی گرج، فوجی بینڈوں کی گونج اور اسٹراکبر کے فلک شکاف نعروں کے درمیان ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ اس موقع پر اور اس واقعہ کو دیکھ کر اتنے لوگ ایمان لے آئے کہ جس کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔ اگلے دن بغداد کے سیناؤں میں اس واقعہ کی فلم دکھائی گئی۔

یہ واقعہ آج دنیا میں صداقت اسلام کی ایک زندہ مثال ہے اور خدا تعالیٰ کی ذات پاک کے ہونے پر واضح دلیل ہے۔ کاش یہ فلم حاصل کی جائے تاکہ لوگوں کا ایمان تازہ ہو۔

۷۔ وجدان خدا کی نشاندہی کرتا ہے۔ وجدان مقام شہود کو کہتے ہیں یعنی

ساک کا ذات حق سبحانہ کو ہر ذرے میں مشاہدہ کرنا اور اس سے قلبی لذت اور ذوق حاصل کرنا۔ خدا کی ہستی کے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ سالکوں کو وجدان حاصل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی ہستی کا سمجھنا روایتی وجدان سے ہی ہو سکتا ہے۔ جو محض عبادت اور نیک زندگی کی پیداوار ہے، عقل انسانی محدود ہے اور عقل کا انحصار اس قسم پر ہے جو کہ خود بھی محدود ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی ہستی لامحدود ہے اور لامحدود کا محدود میں آنا ممکن نہیں (INFINITE CAN NOT BE CONTAINED IN

FINITE) وجدان کی ابتدائی کیفیت جس کو چھٹی جس کہا جاتا ہے حقیقتاً وجدان نہیں

کہہلا سکتی اور یہ چھٹی جس تو ہر کسی انسان میں کسی حد تک پائی جاتی ہے۔ اہل اللہ کا وجدان صرف مسلمانوں کے حصے میں آنے والی دولت ہے اور یہ طاقت ہی ان کو خدا کی نشان دہی کرتی ہے۔
۸۔ اللہ ہر شے پر محیط ہے، کیت (یعنی MASS) کا بڑھنا یا گھٹنا، اس کی حرکت (VELOCITY) پر منحصر ہے۔ اگر حرکت (V) زیادہ ہے تو درج ذیل فارمولا کے مطابق ماس بھی زیادہ ہوگا۔

$$M_0 \text{ ————— کیت صفر رفتار پر}$$

$$M \cdot v = \frac{M_0}{\sqrt{1 - \frac{v^2}{c^2}}} \text{ ← کیت کی رفتار کا مربع}$$

(کیت کسی خاص رفتار پر) →

$$\frac{M_0}{\sqrt{1 - \frac{v^2}{c^2}}} \rightarrow \text{اگر کسی چیز کی رفتار روشنی کی رفتار تک پہنچ جائے تو۔}$$

$$\frac{M_0}{0} = \text{یعنی}$$

یعنی اگر کسی چیز کی حرکت روشنی کی رفتار سے بڑھ جائے تو اس کی کیت لامحدود ہو جائے گی۔
[دوسرے نقطوں میں (لامحدود) سے بڑھ جائے تو اس کی کیت لامحدود ہو جائے گی۔]

اگر ہم VELOCITY کو اتنا بڑھا دیں کہ وہ روشنی سے بھی تیز ہو جائے تو MV یعنی مادے کی کیت (MASS) اتنی جڑی ہو جائے گی کہ انسانی فہم میں نہیں آ سکے گی اور ناقابل پیمائش ہوگی مگر اس رفتار کے حاصل کرنے سے پہلے (MASS) نور میں تبدیل ہو جائے گا اس سے اللہ کے لہذا کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جو تمام کائنات کا خالق ہے اس کا نور تو قرآن کے بیان کے مطابق ہر جگہ پھیلا ہوا ہونا سمجھ میں آتا ہے۔ جیسا کہ سورہ النور آیت ۲۶ میں فرمایا وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّخِيبًا (اللہ تعالیٰ ہر چیز پر احاطہ کر لینے والا ہے) اور کیا یہ کائنات اس کے مقابلے میں ایک نقطے کے برابر نہ ہوگی۔ یہ فارمولا اور یہ نکات خدا کے ہمنے کی دلیل ظاہر کر رہے ہیں۔ آئن سٹائن نے درج بالا حقیقت کو دوسری شکل میں اس طرح لکھ دیا۔

$$E = M \cdot C^2$$

(روشنی کی رفتار کا مربع \times کمیت) = (قوتائی)

ایسی مساوات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر ENERGY بڑھے گی تو کمیت (MASS) بھی بڑھے گی چنانچہ جو لوگ اونچے مکالوں میں رہتے ہیں وہ نیچے رہنے والوں کے مقابلے میں زمین کی چوبیس گھنٹوں کی گردش میں زیادہ سفر طے کریتے ہیں لہذا ان کے فہم کا سیار بھی زیادہ بلند ہو جاتا ہے۔

۹۔ بلیک ہولز (BLACK HOLES) ، ریڈیو ٹیلی سکوپ کے ذریعے

سائنسدانوں نے آسمان میں کالے سوراخ (BLACK HOLES) دیکھے ہیں کہ جو کچھ ان جگہوں پر کثافت (DENSITY) بہت زیادہ ہے امولاً کثافت وہیں زیادہ ہوگی جہاں مادے کے کھینچنے کی مقدار زیادہ ہو اور اسی لیے یہ سوراخ کالے نظر آتے ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ یہ کالے سوراخ دونوں جہازوں کو آپس میں ملانے والے دروازے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو جس جگہ یہ دونوں جا کر مل رہے ہیں وہاں ان کے قریب ایٹمی چیزوں کا خاتمہ ہو رہا ہے۔

یاد دوسرے نقطوں میں مذکورہ بالا $x +$ اور $x -$ مل کر (ZERO) ہو رہے ہیں۔
($x + x = 0$ ۔ گویا) قرآن نے آسمانوں کے دروازوں کا ذکر کیا ہے اور ہر چیز کا اوپر موجود کرنے اور فنا ہونے کا بھی ذکر ہے۔ بلیک ہولز کا اس سے زیادہ تذکرہ عام آدمی کی فہم سے زیادہ ہے اس لئے اس مسئلہ کو زیادہ نہ بیان کرنا ہی بہتر ہے۔ البتہ اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ سورہ النحل آیات ۱۰۱ میں ذِاتِ الْجُبِّ (یعنی قسم ہے آسمان کی جس میں راستے ہیں) انہی بلیک ہول کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ اور اس کے علاوہ ان راستوں سے ستاروں کی گزرگاہیں بھی مراد لیں جاتی ہیں اِلَّا حُتِّبًا كَ لَا تَقْلُ مَعْنٰی کس چیز کو مضبوطی سے باندھا بھی ہے چنانچہ سائنسدان کہتے ہیں کہ ان بلیک ہولز سے کوئی چیز بچ کر نہیں جاسکتی حتیٰ کہ روشنی بھی اس میں بند ہو جاتی ہے۔ ان سوراخوں کے قریب جو بھی چیز آتی ہے ان کی طرف کھینچ جاتی ہے یہ تمام باتیں قرآن کی صداقت پر دال ہیں۔

۱۰۔ ہر چیز کو انداز سے کے مطابق بنایا جانا : چاند زمین سے تخمیناً

پلارہا ہے۔ انسان کی حقیقت اس کائنات کے سامنے ایک کیڑے سے زیادہ نہیں ہے اتنی بڑی کائنات کے پیدا کرنے کا کوئی مقصد ضرور ہے۔ دنیا کی تخلیق کا شاہکار دیکھ کر اور ہر چیز میں نظام الہی کے کوششے نشانیوں کے طہر پر دیکھ کر اور عناصر کی نگرانی شکل و صورت اور وحدت دیکھ کر ایک ناقابل تردید خالق کی طرف خیال جاتا ہے۔

دنیا نے مغرب کا ایک حکیم، دنیا کے نظام سے متاثر ہو کر لکھا ہے۔
 ”جوں جوں ہمارا علم فطرت بڑھتا جاتا ہے، ہم محسوس کرتے ہیں کہ ابھی کچھ اور بھی ہے جسے جاننا چاہیے۔ اس کیف انگیز دنیا میں ہم جوں جوں آگے بڑھتے ہیں ہماری سر توڑیں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ مطالعہ کائنات پر صرف کی ہمالیہ ہیں بلند تر کیف و تن کا پیغام دیتا ہے۔ ہم سب اس حسین منزل کی طرف بڑھتے ہی جاتیں گے اور ٹھہریں گے نہیں اس لئے کہ کائنات کی تجلیاں از بس قریب نظر ہیں۔“

ایک اور حکیم مغرب کہتا ہے ”میری مثال اس بچے کی ہے جو سمندر کے کنارے کھیل رہا ہو۔ مجھے اپنے ساتھیوں کی نسبت کوئی زیادہ خوبصورت شگزیہ یا گھونگامل جاتا ہے لیکن ابھی حقیقت بحرِ ذخار کی طرح میرے سامنے ہے جس کا میں کوئی علم نہیں۔“
 فرانسس تھاچسن نے لکھا ہے ”تمام قریب اور بعید کی اشیاء کو ایک لازوال طاقت نے منحط طہر پر بیک دیگر باندھ رکھا ہے جب تم ایک پھول کو پھیر دو گے تو فصلے گردوں میں ایک ستارہ کا پٹا اٹھے گا۔“

حقیقت ایک ہے ہر شے کی خاکی ہو کہ لوزی ہو
 لہو خورشید کا شپکے اگر فرتے کا دل چیریں

یورپ کا ایک شاعر کہتا ہے ”جب میری نگاہ تیرے سپ اسانوں کے ستاروں اور مہتاب پر پڑتی ہے جو تیری مشیت سے مقبور اور مجبور ہو کر سرگرم عمل ہیں تو معانی خیال آتا ہے کہ خدا جانے یہ انسان کیا چیز ہے جس کی تجھے اس قدر فکر ہے کہ اس آدم کو تو نے اپنا جلوہ بھی دکھایا، کبھی ہم کلامی کا شرف بھٹا اور کبھی انسانوں کی طرف تو نے اپنے پیغمبر بھیجے۔“

لندن یونیورسٹی کے پروفیسر ڈیوڈ مرلیز جیم انسان کا علم حاصل کرنے کے بعد لکھتا ہے ”عظیم فطرت کے لامتناہی جلال و جبروت دیکھ کر میرا دل ڈوب رہا ہے۔“
سر جیمز جینز کہتا ہے ”یہ کائنات کوئی مشین نہیں بلکہ کسی شاعر کا زبردست تخیل معلوم ہوتا ہے۔“

ریڈ ڈائجسٹ ۱۹۷۳ء میں امریکہ کے شہر آفاق سائنسدان تھامس ایڈلین جس نے ایک ہزار سے زائد ایجادات کیں، ایک روز کہنے لگا کہ لوگ مجھے بہت بڑا موجد کہتے ہیں حالانکہ میں قلعاً ایسا موجد نہیں جو قابل ذکر ہو۔ جب میں سوچتا ہوں کہ میں ایک زیرک انسان تو کیا ایک یوق آدمی بنانے پر بھی قادر نہیں جو حقوق کی سی باتیں کر سکے، تو اس کے باوجود مجھے موجد کہنا ایک بہت بڑی بے انصافی ہے۔ پھر اس نے اپنی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ”حقیقی موجد تو اس کی ذات ہے۔“

آن سٹائن کا قول ہے ”وہ انسان جو کائنات پر اظہار تعجب کے لئے نہیں ٹھہرتا اور اس پر غشیت اور تقویٰ کی کیفیت طاری نہیں ہوتی وہ مرچکا ہے اس کی آنکھیں بے عارت سے محروم ہیں۔“ ان سائنسدانوں کے اقوال پر قرآن کی وہ آیت صادق آتی ہے۔
کہ جس میں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھ سے میری کائنات کا علم رکھنے والے ہی ڈرتے ہیں۔
مَا تَكُنْشِى اللّٰهُ مِنْ عِبَادٍ اِلَّا الْعُلَمَاءُ اللّٰهُ سے صرف علمائے فطرت ہی ڈرتے ہیں۔ (الفاطرد ۲۸)

قرآن نے حصول علم اور تفکر فی الکائنات پر بہت زور دیا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے فرمایا ہے۔
ناداں! ادب و فلسفہ کچھ چیز نہیں ہے اسباب ہنر کے لیے لازم ہے تگ و دو
وہ علم بین زہر ہے احرار کے حق میں جس علم کا حاصل ہو جہاں میں دو کھن جو
خودی میں ڈوبنے والوں کے عزم و ہمت نے اس آب جو سے کیے بحر بیکراں پیدا
وہی زمانے کی گردش پہ غالب آتا ہے جو ہر نفس سے کرے عمر جاوداں پیدا
خودی کی موت سے مشرق کی سرزمینوں میں ہوا نہ کوئی خدائی کا راز داں پیدا

تخلیق کائنات

التَّحْلُوقُ خلق کے معنی کسی چیز کو بنانے، اندازہ لگانے یا ابداع (بغیر کسی مادہ یا بغیر کسی تقلید کے پیدا کرنے) کو کہتے ہیں۔ خلق بصورت استعمالہ (کسی تبدیلی کے ساتھ) یہ ہے کہ خدا نے سوا دوسروں کو بھی تخلیق کا اختیار دیا جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ کو فرمایا اِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِأَرْذَىٰ رَأْسِهِ مَالِ یعنی جب تم میرے حکم سے مٹی کا جانور بناتے تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے خود کو أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ فرمایا ہے۔

ساری کائنات کو ایک خالق نے بنایا ہے اور ہر چیز میں اس کا جلوہ رونما ہوتا ہے، اگر ہم اس کی صناعتی اور تخلیقی میں پوشیدہ کالاتِ حُسن اور عجائبات پر غور کریں تو واقعی انسان ششدر رہ جاتا ہے اور اس موضوع پر اگر ہزاروں کتابیں بھی تحریر کی جائیں تو بھی اس کا پوری طرح بیان نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ اس کائنات کی تخلیق میں چند اہم اقدام کو ہی بیان کیا جائے گا تاکہ معلوم ہو کہ یہ کائنات کیوں اور کس طرح وجود میں آئی۔

جب کچھ نہ تھا تو صرف خدا نے تعالیٰ کی ذات موجود تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ گویا پانی کو تمام اشیاء سے پہلے تخلیق کیا جا چکا تھا، جیسا کہ سورۃ ہود آیت ۶ میں ہے، فَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ۔ زمین اور آسمانوں کو چھ دنوں میں بنانے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اس سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پانی کو ہر چیز کا جزو بنایا گیا۔ سورۃ النبی میں بھی ذکر ہے کہ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ۔ یہاں زمین و آسمان کی چھ روزہ تخلیق سے مراد چھ ادوار ہیں اور ہر دور کے طول کے متعلق کوئی شواہد موجود نہیں۔

احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تخلیق کائنات سے پہلے اللہ تعالیٰ کی اپنی تمام صفات و کمالات (وہ ازلی ہیں) اس وقت بھی اس میں موجود تھیں۔ یعنی تخلیق سے پہلے ہی وہ خالق، رازق، غفار، رحیم، حلیم، رحمن وغیرہ کی صفات سے مشغول تھا، لیکن یہ صفات عمل میں اسی وقت آسکتی تھیں اگر کوئی مخلوق ہوتی۔ وہ رازق تھا لیکن رزق کسے دیتا، رحیم تھا مگر کس پر رحم کرتا، چنانچہ اپنی صفات

کو عمل میں لانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ میں اپنی صفات سے پہچانا جاؤں، جیسا کہ حدیث شریف میں بھی وارد ہے۔

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَأَجَبْتُ أَلْتُ
میں ایک مخفی خزانہ تھا مجھے اس بات کی محبت ہوئی
کہ میں پہچانا جاؤں اسلئے میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔
اس تصور کے لئے ہی مخلوقات کے پیدا کرنے کا خاکہ ذہن میں رکھا اور اس کے ساتھ ہی لفظ ”کُنْ“
سے کائنات کے پیدا کرنے کا حکم فرمایا اور ہر چیز حسب حکم اپنے وقت پر نمودار ہونے لگی اور یہ
سلسلہ اللہ تعالیٰ کی مشیت تک جاری رہے گا۔ علامہ اقبالؒ نے فرمایا کہ کُنْ فَيَكُونُ کا سلسلہ ابھی تک
جاری ہے۔

یہ کائنات بھی ناتمام ہے شاید کہ آ رہی ہے ودام صدائے کُنْ فَيَكُونُ
اللہ تعالیٰ چاہتا تو لفظ ”کُنْ“ کہتا اور ہر چیز یکدم پیدا ہو جاتی، لیکن اللہ تعالیٰ کا خلق و تدبیر اور عجائبات
قدرت و حکمت اور تقاضائے مشیت یہی تھا کہ ایک حساب کے ساتھ ہر چیز معرض وجود میں آئے۔
داستانِ تخلیق تو بہت طویل ہے لیکن اتنا کہا جاسکتا ہے کہ جیسے کسی چیز کو بنانے سے پہلے اس
کی تخلیق کے لیے ایک جذبہ عشق ہمارے دلوں میں کار فرما ہوتا ہے۔ اسی طرح حبیب اور حیل کائنات
کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ کی صفات عشق و محبت واضح طور پر نمایاں تھیں اور اسی جذبہ عشق کے تحت
کچھ انوار الہی نہایت لطیف نورانی شکل میں اللہ تعالیٰ کے روبرو صفتِ آئینہ نمودار ہوئے۔ یہ نور چمک رہا تھا
صاف اور شفاف تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام کمالات و صفات اور حسن و جمال کا عکس اس
نورانی آئینہ میں شاہد کیا اور اپنے اس حسن کے مجسمے کو اس قدر پسند فرمایا کہ وہ اس پر عاشق ہو گیا۔
صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ نور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور تھا جس پر وہ عاشق ہوا اور آج بھی
وہ اس پر عاشق ہے۔ جب اس نور کی طرف محبت کی نگاہ ڈالی تو اس نور کے وجود پر برقِ انفعال
دہیا کے پسینے نمودار ہوئے چنانچہ بعد ازاں اس پسینے سے تمام مخلوقات کو پیدا کیا۔ پیشانی
کے پسینے سے فرشتوں کو اور غل و ترتیب باقی حصوں سے باقی مخلوقات کو پیدا کیا۔
روایات میں ہے کہ اس نور کو اربوں سال تک اپنے قرب میں رکھا اور اس کی
چمک تمام جہات میں پھلتی رہی۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے (ایک حدیث کے مطابق) اپنی ہمر کا

اندازوں بیان کیا ہے کہ انہوں نے اس نور کو تیر ہزار مرتبہ دیکھا جبکہ نور ان کو تیر ہزار سال کے بعد نظر آیا کرتا تھا۔ اکثر علماء اور صوفیاء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور میں سے ایک نور ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں بھی ہے کہ انہوں نے بوجھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا؟ تو آپ نے فرمایا یا جابر ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نیتک (سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تہا سے نبی کے نور کو پیدا فرمایا) آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا "انا من نور اللہ والمومن من نوری اور ایک حدیث میں والخلق من نوری فرمایا یعنی میں اللہ کے نور سے ہوں اور مومن میرے نور سے، اور دوسری حدیث کے مطابق مخلوق کو میرے نور سے پیدا کیا)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کی تصدیق فرمائی اور مکتوبات (مترجم حصہ دوم مکتوب) میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں (خلقت من نور اللہ) مجدد الف ثانی نے یہ بھی فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش دوسرے افراد انسانی کی طرح نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم باوجود جسم عنصری رکھنے کے نہ حق تعالیٰ سے پیدا ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم ممکنات میں سے نہیں بلکہ اس سے بلند اور ارفع امکان سے پیدا ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تخلیق کو تین اول یا حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ اس کا بیان حقیقت کعبہ میں آئے گا، انشاء اللہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمائے کے بعد ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب حق تعالیٰ نے اس نور سے اٹھارہ ہزار قسم کی مخلوقات کو پیدا فرمایا جس میں سوائے آدم علیہ السلام کے باقی تمام مخلوقات، نباتات، ہمدات، حیوانات، فلکیات یعنی ہر چیز کو پیدا فرمایا، اس کے بعد آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، تخلیق کائنات اور تخلیق آدم کے متعلق سورہ بقرہ، النساء، الانعام، صود، مومن، یونس، اعراف، فرقان، الحديد، التوبہ، الانبیاء، المؤمنون، النحل، الزمر، الحج و غیرہ کا مطالعہ فرمائیں تخلیق آدم کی مختصر تفصیل آئندہ صفحات میں شامل کی گئی ہے۔

مختصر تخلیق | جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو اس لیے پیدا فرمایا کہ اس کی صفات کو پہچان جائے، چنانچہ مخلوق اس کی پہچان حاصل کرنے کی کوشش میں ہے اور ابھی تک

اس کی معرفت کی ابتدائی صفات کو بھی پہچانا نہیں جاسکا ہے

دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر

ماہچنناں در اقل وصفت تو ماندہ ایم

تخلیق کائنات کے متعلق سورۃ الدخان آیت ۳۸ میں حق تعالیٰ نے یوں فرمایا کہ ہم نے زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کود کے طور پر نہیں پیدا فرمایا (وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لِعٰیْنٍ) اس تخلیق کے مقصد کی بوں بھی وضاحت بیان فرمائی ہے کہ ۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِعِبَادَتِيْ
 (الذہبیات ۵۶) اور نہیں پیدا فرمایا میں نے جن اور انسان کو مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔

قوم شیخ کے متعلق ذکر کرتے ہوئے قرآن نے فرمایا کہ وہ لوگ اپنی زندگیوں کو اسی طرح نگ رہاں منانے اور جی بھر کے پیش کرنے میں صرف کیا کرتے تھے حتیٰ کہ وہ درد ناک عذاب میں مبتلا کیے گئے۔ ان کی مثال دینے کے بعد اہل مکہ اور آنے والی نسلوں کو بھی فرمایا کہ تم آئینے حساب سے غافل نہ رہو۔ روایات میں ہے کہ اسی قوم شیخ کا ایک بادشاہ ابو کرب جب کتے سے گزرا تو اُسے نبیؐ اخلاص صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خبر دی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار سال بعد مدینہ منورہ میں مہر فرمائیں گے، چنانچہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ایک خط لکھ کر ابوالیوب انصاریؓ کے اجداد میں سے اُس عالم کے ہاتھ میں دیا جو ایک جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ میں اس نیت سے مقیم ہو گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رجب بھی آپ تشریف لائیں گے (ایمان لے آئیں۔ چنانچہ ان کی نسل میں سے ابوالیوب انصاریؓ لے وہ خط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا جس کے آخری الفاظ یہ تھے: ”میرا سلام قبول فرمائیں اور قیامت کے دن میری شفاعت فرمائیں“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی درخواست کو قبول فرمایا۔ (ضیاء القرآن)

گو مذکورہ جماعت کے لوگ حضورؐ کی امت سے نہیں تھے لیکن اپنی عقیدت اور رجوع کے سبب آپ کے اُمتی اور مقبول باگاہ الہی بن گئے۔ لیکن یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے آج کے مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہوتے ہوئے بھی آپ سے محبت نہیں کرتے

بلکہ رات دن مال و دولت کے سیٹھنے میں مصروف ہیں اور اپنی آخرت کی نجات کے لیے بالکل غفلت نہیں کرتے۔ سورۃ الدخان کی اس آیت ۲۸ میں اس طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اس کا رِغائے حیات کے ہر ریزہ میں جو ظلم و ضبط پایا جاتا ہے اس کے نظام میں جو سنجیدگی اور گہرائی پائی جاتی ہے اس کے مشاہدے کے بعد کوئی شخص یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ یہ سب کچھ کھیل تماشا ہے اور اس کو محض تفریح و طبع کے لیے بنا دیا گیا ہے۔ جب ہر چیز بامقصد ہے اور اپنے مآلح کی طرف اشارہ کرتی ہے تو پھر انسان اس کی تابعداری کیوں نہیں کرتا ؟

درج بالا آیات کے علاوہ اللہ تعالیٰ متعدد بار انسانوں کی توجہ ان کے مقصد تخلیق کی طرف مبذول کرتا ہے اور قرآن میں ۳۰۰ سے زائد مرتبہ آیات تخلیق کا ذکر ہوا ہے جس کی تفصیل یہاں بیان کرنا ممکن نہیں۔ ایسی آیات میں کہیں تو فرمایا گیا ہے کہ تم خود کیوں نہیں کہتے؟ کیا تمہارے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟ کبھی فرمایا کہ ہم نے موت اور زندگی کو تمہاری آزمائش کے لیے بنایا۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ کون نیک اعمال کرنے کے بعد ہمارے انعامات کا واسطہ بنتا ہے۔ کبھی فرمایا دُنیا تو آتوت کی کھیتی ہے اور یہ دنیا اللہ تعالیٰ کے ابدی انعامات کے مقابلے میں بہت قلیل شے ہے۔ اس پر بھروسہ نہ کرو۔ کچھ آیات ایسی ہیں جن میں اس زندگی اور آخرت کی زندگی کے فرق کو بیان فرمایا ہے تاکہ شاید یہ لوگ اپنی تخلیق کے مقصد کو پہچانیں مگر ہم ہیں کہ نہ ہی قرآن اور حدیث کی بات سننا چاہتے ہیں اور نہ ہی کسی نیکی کی طرف بلانے والے کی نداد اور صدا کو سننا چاہتے ہیں۔ کافلوں کو اس کائنات کی ہر شے سے نکلنے والی اس منادی کو سنتیں جو خدا کی طرف دھیں پکار رہی ہے اور معلوم کریں کہ

وَ اذِکْبا می آید املی آوازِ دوست

کمپیوٹر کی تحقیقاتی روشنی میں تخلیق کائنات

سائنسدانوں نے کمپیوٹر کو طبیعیات کے اصولوں پر مبنی ایک پروگرام فیڈ کرنے کے بعد یہ معلوم کرنے کی کوشش کی ہے کہ کائنات کب اور کس طرح وجود میں آئی، اُن کی تحقیقات کی تفصیل بہت طویل ہے لیکن اس جگہ عوام کی معلومات کے لیے اس تحقیق کا مختصر اور آسان خلاصہ شامل

کیا جا رہا ہے جس کو عام فہم کرنے کے لیے بہت محنت کی گئی ہے اور پروفیسر نور محمد چوہدری ڈائریکٹر
ریٹائرڈ) نیوکلیر ریسرچ لیسورٹری گورنمنٹ کالج لاہور کی مدد دیا خلاصہ مٹا لگ تیار کیا گیا ہے جسے معمولی
سائنسی علوم رکھنے والے بھی سمجھ سکتے ہیں۔ اس خلاصے سے پہلے ایک ایسا عام فہم خلاصہ ہی دیا جا رہا
ہے جسے وہ لوگ بھی سمجھ سکتے ہیں جو سائنس سے قطعاً ناواقف ہیں۔

عام فہم خلاصہ

امریکہ اور اس کے سائنس دانوں نے معلوم کیا ہے کہ آج سے تقریباً ۱۵ بلین
(۱۵ x ۱۰^۹) سال یعنی ۵۰ ارب سال پہلے ایک زبردست حرارتی دھماکہ ہوا اور اس وقت پوری کائنات
ایک ذرے کی شکل میں موجود تھی، اس کی جسامت ذرے سے زیادہ نہ تھی اور اس کی کمپن ناقابل فہم
درجہ حرارت پر تھی۔ اس ذرے میں روشنی بھی نہ گزر سکتی تھی اور طبیعیاتی قوتیں اس میں مقید تھیں۔
اس دھماکے کے بعد یہ کائنات پھیلنا شروع ہوئی۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ کائنات کا یہ ذرہ
ایک نور تھا اور دھماکے کے بعد جس طرح اس نور کو چاہا گیا کائنات ویسے ہی بنتی گئی یعنی بونہی کُن
کہا تو بے حد چھوٹے وقفے میں کائنات کا بننا مکمل میں آ گیا، سائنسدانوں نے کائنات کا بننا اور مکمل
ہونا سات مرحلوں میں بیان کیا ہے اور کہتے ہیں کہ ہر مرحلے پر درجہ حرارت کم ہوتا چلا گیا اور طبیعیاتی قوتیں
ایک کے بعد ایک ظاہر ہونا شروع ہوئیں۔ ان مرحلوں کے دوران کائنات کی توانائی آٹمی سطح کی مسکوا
 $E=mc^2$ کے مطابق UNAKS نامی مادی ذرات اور ایکٹرونز (برقیہ) میں بدلنا شروع ہوئی اور
ان کے ساتھ ساتھ مخالف باروںے مادے (ANTI MATTER) ظہور میں آنے لگے۔ توانائی
سے مادی ذرات اور مادی ذرات سے توانائی بننے کا عمل جاری رہا حتیٰ کہ کائنات نے ایک گرم گیند
کی شکل اختیار کر لی۔

یہ کائنات مزید ٹھنڈی ہوتی ہی اور پھیلتی رہی۔ مادے، مخالف آئینی عکسی مادے
اور توانائی نے خمیر شدہ آٹے کی شکل اختیار کی۔ چوتھے مرحلے میں جبکہ کائنات کا پھیلاؤ بڑھ رہا تھا
اور درجہ حرارت کم ہو رہا تھا، کائنات نے نظام شمسی کی صورت اختیار کی جس کے مرکز میں سورج اور
گرداگرد سیارے گھومنے لگے۔ ایٹم میں بھی اس نظام شمسی کی طرح کوارکس کے ملنے سے پروٹون (قلبیہ)

ماہرہ صدر اقامت الحروف کی تصنیف "سرایہ ملت" میں شامل کیا جائیگا۔

اور نیوٹرونز (عدلیہ) وجود میں آئے۔

کائنات کے اس دھماکے کے تقریباً ایک منٹ بعد ایک لطیف ذرہ نیوٹرینو (NEUTRINO) باقی مادے سے الگ ہو کر آزادانہ وجود میں آگیا۔ سائنسدانوں کا مفروضہ ہے کہ نیوٹرینو اس قدر بھاری تعداد میں موجود ہیں کہ کائنات کے مادے کو بنانے میں ۷۰ فیصد مقدار ان نیوٹرینو کی ہو سکتی ہے اور جس کائنات کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں یہ نیوٹرینو کے انباروں پاس طرح ہے جس طرح پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف جمی ہوتی ہے۔ (یعنی نظر آنے والی کائنات مائے مائے کا دس فیصد حصہ ہے اور اس کا بقایا ۹۰ فیصد حصہ نیوٹرینو کی شکل میں موجود ہے اور ہمیں نظر نہیں آتا) پانچویں مرحلے میں گویا دھماکے کے تین منٹ بعد درجہ حرارت 10^{11} K پر تھا اور چھوٹے ذرات پر پروٹون اور نیوٹرون کی ایٹم کے مرکز میں آمیزش ہوئی۔ لیکن مکمل آمیزش چھٹے مرحلے میں ہوئی کیونکہ اس درجہ حرارت پر الیکٹرون اتنے طاقتور بنتے کہ ان کا بندھن ایٹم کے ساتھ ٹکنا نہ تھا۔ دھماکے کے ساتویں مرحلے میں ایک ارب سال بعد درجہ حرارت ۵ اکیڑوں تک گر گیا اور اس دور میں کہکشاں پر سے کائنات کے غنی اجسام جو کوثر کہلاتے ہیں وجود میں آئے جن سے ریڈیائی برقہ لہریں نکلنے لگیں۔ (جیوگرافیکل میگزین جون ۱۹۸۳)

ان تمام مفروضات کو صحیح اور عملی طور پر ثابت کرنے میں اور دیگر بہت سے سوالات کا جواب دینے میں ابھی کتنے سال درکار ہیں اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

ہر شے اللہ کی فرمانبرداری ہے | سورہ الذاریات کی آیت ۵۶ سے معلوم ہوا کہ جنوں اور انسانوں کی تخلیق کا واحد مقصد عبادت الہی ہے۔ عبادت سے مقصود اللہ تعالیٰ کے سامنے انتہائی عجز و تذلل کا اظہار کرنا ہے یعنی اس کے احکام کے آگے تسلیم خم کرنا و اپنے فرائض و واجبات کو مکمل سے ادا کرنا۔ یہی کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ عبادت آن حرکات و سکنات کا نام ہے جس سے اپنا پیارا (خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم) راضی ہو جائے۔ قرآن میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ عام انسانوں کے سوا ہر چیز اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہے اور اس کے حکم کی اتباع میں اپنی بندگی کا اظہار کرتی ہے۔

ہر ایک جانتا ہے اپنی (مخصوص) عبادت اور تسبیح کو۔

كُلُّ شَيْءٍ عَالِمٌ صَلَاتُهُ وَتَسْبِيحُهُ

(الشورہ: ۲۱)

سورہ حشر کی آخری آیتوں میں بھی فرمایا گیا ہے کہ۔

لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْنَاهُ خَائِبًا مَّتَصَدِّعًا مَّا فِيهِ خَشْيَةَ اللَّهِ
(یعنی اگر ہم نے آتا رہتا اس قرآن کو کسی پہاڑ پر تو آپ اس کو دیکھتے کہ وہ جھک جاتا اور پاش پاش ہو جاتا اللہ کے خوف سے)

لیکن انسان پر خدا کے خوف کے آثار دیکھنے میں نہیں آتے وہ رات دن عیش پرستی میں مبتلا ہو کر خدا کو بھلائے بیٹھا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ انسانوں اور جنات کے سوا ہر مخلوق اللہ کے خوف سے ڈرتی ہے اور اس کے تابع فرمان ہے۔ سورہ حمہ السجدہ آیت ۱۷ میں ہے پھر اس (اللہ) نے توجہ فرمائی آسمان کی طرف اس وقت وہ محض دھواں تھا پس فرمایا اے اور زمین کو کہ آجاؤ تمہیں حکم اور ادائے فرائض کے لئے) خوشی سے یا مجبور۔ دونوں نے عرض کی کہ ہم خوشی خوشی (دست بستہ) حاضر ہیں (قَالَ لَئِنَّا ظَآئِعِينَ) سورہ الرعد آیت ۱۳ میں ہے کہ اللہ کے سامنے زمین اور آسمان کی ہر چیز خوشی خوشی یا مجبوراً سربسجود ہے اور اس کے تابع فرمان ہے۔

ذرا غور کریں تو معلوم ہوگا کہ سورج یا ندرستارے نباتات جمادات سب اللہ کے حکم کے سامنے سربسجود ہیں۔ سورج ایک سیکنڈ کے لئے بھی نکلنے اور غروب ہونے میں تاخیر نہیں کرتا۔ آگ کو حکم ہے کہ وہ جلائے چنانچہ وہ ہمیشہ جلاتا ہے۔ گندم سے ہمیشہ گندم اور جو سے ہمیشہ جو آگتا ہے یہ نفوس بھی خلاف درزی نہیں کرتے غرضیکہ دنیا کی ہر چیز وہی کرتی ہے جس کا اس کو حکم ہے سوائے انسان کے کہ وہ اپنے خالق کی نافرمانی پر رات دن کمر بستہ ہے۔

نعمتوں کا نافرمانی میں خراج | سورہ المؤمنون اور النازعات کی درج بالا آیات میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو تمام مخلوقات سے ممتاز

پیدا فرمایا۔ اسے عقل و فہم، اختیار و ارادہ، خلافت اور نیابت الہی اور کائنات کی تسخیر کی قوت بخشی۔ یہ تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کی خاص عنایات ہیں جو مخلوق میں سے کسی کو عطا نہیں کی گئیں۔ اس کے علاوہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا اور ان پر اپنی محبت کی نظر ڈالی ان کو اپنی صورت پر بنایا اور احسن تعلیم کا رتبہ عطا فرمایا تو روح خداوندی کا ان میں نفخ کیا اور ان کو مسجد ملائکہ بنایا انہیں تمام اسماء کا علم عطا فرمایا۔ عروج و اسرار ترقاں متاثر ملے کرنے کی صلاحیت بخشنے کے

ساتھ ساتھ انسان کے دل میں اپنی اور اپنے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ڈال۔ یہ تمام باتیں عطا فرماتے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کو اثرات المخلوقات کا نام دیا مگر دیکھنے میں یہ آئی ہے کہ عام انسان اپنی اس بالکل تخلیق کا مقصد صرف دنیا میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنا خیال کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ سورہ العنکبوت میں فرمان الہی ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ریشک انسان اپنے رب کا ناشکر گزار ہے (الکَنُود وہ ہے جس کا ہر نعمتوں کو نافرمانی پر خرچ کرے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ لوگ پیدا ہوتے ہیں، بڑے ہو کر تعلیم حاصل کر کے رزق کمانے کے چکر میں لگے رہتے ہیں، سن بلوغت پہنچا دی کرتے ہیں ان کے ہاں بچے پیدا ہوتے ہیں پھر پھر بچوں کی پرورش میں مشغول رہتے ہیں، بوڑھے ہو جاتے ہیں اور بالآخر اس دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں۔ انسانوں کے اس عیش پرستی میں لگے رہنے اور عمر بسر دنیا کی لگن میں رہنے کا ذکر ایک جگہ اس طرح فرمایا۔

اَلْهٰكُمُ الشَّكَاوَةُ ۙ اَحْسٰی زُرْتُمْ الْاَقَابَۃُ
 كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ
 تَعْلَمُوْنَ ۙ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عَلٰمَ الْيَقِيْنِ ۙ
 لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۙ ثُمَّ لَتَرَوْهُنَّ
 عَلٰی الْيَقِيْنِ ۙ (سورۃ الشکاوۃ)
 غافل رکھا، تہیں مال کی کثرت حاصل کوئی ہوس لے
 یہاں تک کہ تم قبول نہ کیا جیسے ہاں ہاں تم جلد
 جان لگے، پھر اہاں تہیں اپنی کوششوں کا انجام
 جلد معلوم ہو جائیگا، ہاں اگر تم (اس انجام کو) یقین
 محو پر جانتے (تو ہرگز ایسا نہ کرتے ہاں) تم دیکھ
 کر ہو گے دوزخ کو، پھر آخرت میں تم دوزخ کو جہنم کی آنکھ سے دیکھ لو گے۔

اس سورہ میں انسان کی فطرت کو اچھی طرح واضح کر دیا کہ وہ مادی اعمال، مال اور مال کی ہی تمنا کرتا ہے حتیٰ کہ جب وہ مر کر قبر میں جاتا ہے تو اس بوس کے پکو میں ہی جکڑا ہوا جاتا ہے لیکن لوگ عقل سلیم کے مالک ہیں ان کے دلوں میں اس دنیا میں بھیجے جانے کے مقصد کی ہمہ وقت آگہی رہتی ہے اور وہ احکام خداوندی کی بجا آوری سے غفلت نہیں کرتے۔

انسانوں کی خدا سے غفلت اور دنیا میں بجا انہماک کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے ان سرکش بندوں کو مخاطب کر کے سوچ مومنون کی آیت ۱۱۵ میں فرمایا۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا
 وَ اَنَّا لَكُمْ اِلٰهًا لَا تَرْجِعُوْنَ (یعنی کیا تم نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے؟) انسان کے لئے یہ لمحہ فکر یہ ہے کہ دنیا میں جوتے ہوئے آخرت غافل نہ رہے۔

تخلیق آدم علیہ السلام

قصہ آدم کا خلاصہ | قصہ آدم بہت دلچسپ، رنگین اور اللہ تعالیٰ کے حسین شاہکار کا قصہ ہے۔ اس قصے کی عمیق گہرائیوں پر طائرانہ نظر سے بھی ایک طویل داستان پر مبنی ہوگی۔ کمال اختصار کی کوشش کے باوجود یہ بیان چند صفحات پر محدود نہیں رہ سکتا۔ اس کی مختصر سی تفصیل کا علم ہونا ہر شخص کے لئے ضروری سمجھا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں پانچ سے زیادہ مقامات پر اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس کے چند اقتباسات اس تحریر میں دیئے جائیں گے جو شخص قصہ آدم سے نا بلد ہے تو گویا اسے اپنے ہی مقام سے نا شناسی ادا اپنے اندر مخفی اسرار کے خزانوں کے علم سے محروم کن سکایت رہے گی۔ قصہ آدم پر ایک طائرانہ نظر ملاحظہ فرمائیں تاکہ اس کے مضامین کا علم ہو سکے۔

جب کچھ نہ تھا تو خدا تعالیٰ کو پہلے اپنے والا کوٹ نہ تھا چنانچہ اُس نے چاہا کہ میں اپنی خدیوں کیساتھ پہچاننا ہاؤں یعنی یہ کہ میں رزاق ہوں مگر رزق کسے دوں؟ میں رحیم ہوں مگر کس پر رحم کروں؟ چنانچہ اُس نے دنیا کا ایک پروگرام مرتب کیا اور پھر فرمایا کہ ہو جا۔ چنانچہ وہ تمام پروگرام ہونا شروع ہو گیا اور صلیب کائنات ہے کُن فیکُن کا صدائیں بلند ہوتی رہیں گی۔

اس کائنات کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ نے غرضوں میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا اور آپ کے نور سے ۱۸۰۰۰ انواع کی مخلوقات کو پیدا فرمایا اور سب سے آخر میں حضرت آدم علیہ السلام کا ڈھانچہ مختلف جگہوں کی مٹی اور پانی سے تیار کر دیا اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھوں سے آدم کو اپنی ہی شکل پر پیدا کیا۔ ابلیس جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودیوں حاصل کر چکا تھا اس وقت معلم الملکوت تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور جنات کو بلا کر آدم کو تخلیق کرنے اور ان کو اپنا نائب (خلیفہ) بنانے کا تذکرہ کیا اور حکم دیا کہ جب میں آدم میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اسے سجدہ کر دینا کیونکہ آدم کی ذات سے تمہیں بے شمار روحانی فیوض حاصل ہوں گے فرشتوں نے نہایت ادب سے عرض پیش کی کہ یہ خاک کا پتلا دنیا میں خون خرابا اور اخلاقی آلودگیوں میں مبتلا ہوگا (اس لئے

آپ کی خلافت کا حقدار نہیں ہو سکتا) جبکہ ہم قیامت تیری فرمانبرداری اور پاکی بیان کرتے ہیں۔
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں (اس کی) وہ (خوہیاں) جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ نے جب
 آدم علیہ السلام میں اپنی روح پھونکی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئے اور ایک پھینک آنے پر الحمد للہ کہا کچھ
 دیکھو اللہ، اللہ، اللہ۔ لا الہ الا اللہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ فرشتوں کو سلام کیا۔ فرشتے اس بات کو
 دیکھ کر حیران ہو گئے کہ یہ آدم تو پیدا ہوتے ہی ذکر اور شکر میں مشغول ہو گئے ہیں لہذا یقیناً یہ کوثر خاص
 انعام یافتہ مخلوق میں سے ہے۔

فرشتوں کا وجود۔ فرشتوں کی تسبیح کے لئے کہ اس مخلوق کو خلیفہ بنانے کا فیصلہ عین درست ہے
 اللہ تعالیٰ نے کچھ اشیاء مثلاً سورج، چاند، ستارے، درخت، بنسریاں وغیرہ کو فرشتوں کے سامنے
 پیش کیا اور فرمایا کہ اگر تم خود کو آدم سے بہتر خیال کرنے میں سچے ہو تو ان اشیاء کے نام بتاؤ۔ فرشتوں کو
 صرف اُن باتوں کا ہی علم ہے جو ان کو (تسبیح، ذکر، تکیہ، رکوع، سجود وغیرہ کی قسم سے) بتلائے گئیں تھیں
 انہوں نے ان اشیاء کے نام بتانے سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا اور اپنے دعوے پر محذرت پیش
 کی۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تخلیق کی بلندی کچھ اس انداز پر متعین کی تھی کہ ان کے داغ نہیں
 ابداع و ایجاد، تحقیق اور علم الاسماء کا مادہ کوٹ کوٹ کر ڈال دیا گیا تھا (جس طرح حُرّی کے بچے کو آئینہ
 سے نکلنے ہی ٹھونگیں مارنے کا علم دیا گیا ہے) چنانچہ آدم نے سب چیزوں کے نام بتلا دیئے۔ جب
 فرشتوں نے آدم کا علم دیکھا تو وجد میں آ گئے اور حکم الہی کے مطابق آدم کو سجدہ کر دیا (اس سجدے
 کی مدت کافی لمبی تھی) مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ جب فرشتوں نے سجدے سے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ابلیس
 کے گلے میں لعنت کا طوق ڈال دیا گیا ہے اور اس کی شکل بھی مسخ کر دی گئی ہے۔ (اس دنیا میں بھی
 گستاخوں اور منافرانوں کی شکلیں مسخ کر دی جاتی ہیں) تو انہوں نے ایک اور سجدہ سکرانے کے طور
 پر کر دیا (چنانچہ ہماری نمازیں دو سجدے ہی رکھے گئے ہیں)

انکار ابلیس۔ ابلیس نے سجدہ نہ کرنے کی وجہ دریافت کی گئی تو بجائے اپنی غلطی اور سرکشی کو
 تسلیم کرنے کے اس نے اس نافرمانی کو خدا کی مشیت پر ڈال دیا اور یہ بھی کہا کہ میرا ناری وجود آدم کے
 خاک و جود سے افضل ہے، اس لئے میں آدم کو سجدہ نہیں کر سکتا اور (لعوذ باللہ من ذلک) میں
 نے بے دریغ کہہ دیا کہ اے خدا یا! میری یہ گمراہی تیری وجہ سے ہے۔ شیطان کی اس بات کو علامہ نے

یوں بیان کیا ہے ۔

حرف استکبار تیرے سامنے ممکن نہ تھا

ہاں مگر تیری مشیت میں نہ تھا میرا سجود

اس پر حضرت یزداں سے یہ جواب ملا ۔

پستی فطرت نے سکھائی ہے یہ حجت اسے

کہتا ہے تیری مشیت میں نہ تھا میرا سجود

دے رہا ہے اپنی آزادی کو مجبوری کا نام

ظالم اپنے شعلہ سوزاں کو خود کہتا ہے دُور (دھواں)

ابلیس کو اس نافرمانی پر جنت سے نکل جانے کا حکم ہوا اور اُس کا شمار کافروں میں سے کیا جانے لگا۔ لیکن جنت سے نکلنے کے وقت اس نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ اے خداے بزرگ و بڑا اگر تو مجھے قیامت تک جہنم دیدے تو میں تیرے ان بندوں کو جن کی خاطر تو نے مجھے جنت سے دھوا کر کے نکالا ہے گمراہ کر دوں گا اور تو دیکھے گا کہ چند مخلص بندوں کے سوا باقی سب تیری زمین پر تیری نافرمانی پر کمر بستہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے جہنم دی گئی اور ان کو گمراہ کرنے کی طاقت بھی دی گئی مگر میرے مخلص بندوں پر تیرا رحم برابر بھی زور نہیں چلے گا۔ اور جو تیری گمراہ کاریوں میں آگئے ہیں اُن سب کو تیرے ساتھ درخت میں دھکیل دوں گا۔ ہاں ہمیں میری طرف سے پوری طاقت دی جاتی ہے کہ ان پر ہر طریقے سے حملے کر اپنی فوج استعمال کر اور ان کو شریک کر مال و دولت اور اولاد میں اور ان سے دھمے کرے یہ شک شیطان تیرے سب دھمے دھوکے کے سوا اور کچھ نہیں ہوں گے۔

جنت سے خروج۔ اللہ تعالیٰ نے جنت میں نبی و نوح کو پیدا فرمایا اور آدم علیہ السلام کے لئے جنت میں رہنے کا ساتھی بنا دیا۔ دونوں کو حکم دیا کہ جنت کے تمام میوے کھائیں مگر اس درخت کے نزدیک نہ جائیں۔ ابلیس نے جنت میں آدم سے (دیوار جنت سے باہر کھڑے ہو کر) کہا کہ اے آدم مجھے آپ سے بہت ہمدردی ہے۔ اور رحم بھی آتا ہے کہ خدا نے آپ کو اسی شجر جنت (گندم) سے محروم کر دیا ہے حالانکہ اس درخت کے کھانے میں یہ تاثیر ہے کہ تم یلو

فرشتے بن جاؤ گے یا ہمیشہ ہمیشہ جنت کے یاسی بن جاؤ گے۔ ابلیس قمیص کی آنے لگا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ اور اصرار کیا کہ اس درخت کو کچھ لوہ آدم نے بات نہ سنی تو اس نے حضرت خا کو اس بات پر رضامند کر لیا کہ اس شجرہ علد کو کھالیں حضرت خا نے آدم کو بھی رضامند کر لیا۔ جو نہیں دینا نے اس درخت کو کچھا تو جنت کا لباس اُن کے جسموں سے اتر گیا اور جنت کے تپوں سے اپنے جسموں کو ڈھانپنے لگے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ندا فرمائی کہ اے آدم کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہ فرمایا تھا اور یہ نہیں کہا تھا کہ یہ شیطان تم دنوں کا دشمن ہے؟ آدم نے شرم سے سر کو جھکا دیا اور عرض کیا۔

وَبَيْنَا ظَلُمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا
وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝
(الاعراف ۲۳۰)

اردو: (میں نے عرض کیا) اے ہمارے پروردگار ہم نے ظلم کیا اپنی جانوں پر اور اگر نہ بخش فرمائے تو ہم سے ہمارے لئے اور نہ رحم فرمائے ہم پر تو یقیناً ہم نقصان اٹھانے والوں سے ہو جائیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ اب تم زمین پر جاؤ اور اگر وہاں تم اہل تمہاری اولاد نیک عمل کرو گے تو پھر بارہ جنت الفردوس عطا کر دی جائے گی۔ دنیا میں تم شیطان کی فریب کاریوں سے بچتے رہنا۔

اس دلتے کے کھانے کے بعد آدم کو سرا عریب (سرہ لٹکا) کی پہاڑیوں میں اور حضرت نوح کو صبرہ میں نازل کر دیا گیا۔ میں سو سال آہ و زاری اور توبہ استغفار کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی اور دونوں کی ملاقات عرفات کے میدان میں ہوئی۔ اس کے بعد اس دنیا میں ان کی نسل کی افزائش ہوئی اور وہ ہوا جو آپ نے سنا اور دیکھا۔ علامہ اقبالؒ نے ابلیس کے گمراہ کن حربوں کا ذکر اپنے کلام میں دلچسپ انداز سے کیا ہے جس کے لئے کلیات اقبال کا مطالعہ کیا جائے۔

اس واقعہ میں ہمیں جو سب سے بڑا سبق دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ شیطان کو چونکہ جنت سے رسوا کر کے نکالا گیا تھا۔ اس لئے وہ اولاد آدم کو لالچ، ہوس اور حرص کی چکی میں پیس دینا چاہتا ہے اور ان کو مال و جان، اولاد، عزت و کفریب دے کر گمراہ کرنے میں مصروف رہتا ہے تاکہ وہ خدا کی یاد سے غافل ہو جائیں۔ آئندہ اسباق میں اس واقعہ کی کچھ تفصیل بیان کی

جاری ہے تاکہ اس معاملے کا مکمل تفصیل معلوم ہو سکے اور شیطان کے تہمتکنڈوں سمجھا جاسکے۔ اس بیان کے آخر میں چند وہ مفید باتیں بھی درج کی گئی ہیں جن کی وجہ سے شیطان کے حیلوں سے بچنے کی راہ آسان ہو جائے۔ اگر اس تحریر کا بغور مطالعہ کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ شیطانی حملوں سے محفوظ رہا جاسکے۔ **وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ**۔

قرآن میں قصہ آدم کا ذکر | قرآن کی بیسی ہے کہ جو چیز زیادہ اہم ہو اس کو بار بار بیان کیا جاتا ہے۔ قرآن میں اس قصہ آدم کا تفصیلی ذکر پانچ بار آیا ہے۔

چونکہ یہ تفصیل کافی طویل ہے اس لئے ہر بیان کے خصوصی نکات ہی بیان کئے جائیں گے۔
(۱) پہلی بار سورہ بقرہ میں آیت ۳۷ سے لیکر ۳۹ تک تخلیق آدم کی تفصیل کم و بیش وہی ہے جو ”قصہ آدم کا خلاصہ“ کے عنوان سے بیان کی جا چکی ہے۔

(۲) دوسری بار یہ قصہ سورہ الاعراف میں آیت ۱۷۱ سے لے کر ۲۷ تک بیان ہوا ہے۔ اس میں ابلیس کا قول سنا ہے قلیلاً تو نے مجھے اپنی رحمت سے ایس کر دیا ہے تو اب میں ضرور انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے اُن کی تاک میں پہنچوں گا اور پھر میں ضرور اُن کا ان کے پاس (بہکا کے لئے) اُن کے آگے سے اُن کے پیچھے سے اور اُن کے دائیں اور بائیں طرف سے اور تو ان میں سے اکثر لوگوں کو شکر گزار رہ پائے گا۔ چنانچہ اس کو جنت سے ذیل کر کے نکال دیا گیا اور آدم اور ان کی زوجہ کو جنت میں رہنے کیلئے حکم دیا گیا اور ایک خاص درخت کے پاس جانے سے روک دیا اس کے بعد پورا قصہ ذکر کیا گیا اور آخر میں اولادِ آدم کو شیطان سے خبردار رہنے کیلئے کہا گیا ہے۔

(۳) تیسری بار سورہ الحجر میں آیت ۲۶ سے لے کر آیت ۴۴ تک قصہ آدم کا ذکر ہوا ہے۔ ان آیات میں ابلیس کا یہ قول موجود ہے کہ اُس نے رب تعالیٰ سے یہ کہا کہ چونکہ تو نے مجھے بڑا کامیاب بنا دیا ہے اور میں بڑے کاموں کو زمین والوں کے لئے ضرور خوشامتا بنادوں گا اور ضرور گمراہ کروں گا۔ ان سب کو، ان بندوں کے سوا جنہیں اُن میں سے چن لیا گیا ہے (قَالَ رَبِّ بِنَا غَوَّیْتَنی اَلَا رَیْتَنی لَہُم فی الْاَرْضِ وَلَا غَوَّیْتَهُمْ اَجْمَعِیْنَ ؕ اِلَّا عِبَادَکَ مِنْہُمُ الْمُخْلِصِیْنَ)۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تخلص لوگوں کا راستہ ہی میری طرف آنے کا سیدھا راستہ ہے اور میرے لیے بندوں پر تیرا کوئی بس نہیں چلتا۔

(۴) چوتھی بار، سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۱ سے لے کر آیت ۷۰ تک آدم کے قصہ کو بیان کیا گیا ہے۔ آیت ۷۲ میں ہے کہ ابلیس نے کہا اے اللہ تعالیٰ مجھے بتا کہ آدم کو کیوں تو نے فضیلت دی ہے و اگر تو مجھے مہلت دے قیامت تک تو جڑ سے اکھاڑ پھینکوں گا اس کی اولاد کو چند افراد کے سوا (لَکِن اَخْرَجْنِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَمَةِ لَا خَلْبَ لَکَ اِلَّا قَلِیْلًا) اسکی اس بات پر فرمایا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جا چلا جا، (جو مرضی ہو کر، سو جوان میں سے تیری پیروی کرے گا تو بیشک تم سب کی پوری پوری سزا جہنم ہے اور گمراہ کرنے کی کوشش کر جن کو تو گمراہ کر سکتا ہے ان لوگوں میں سے اپنی آواز (کافسوں کا ری) ہے اور ان پر حملہ کرنے کے طور سواروں اور پیادہ دستوں کے ساتھ اور شریک ہو جانے والوں میں اور اہل میں اور ان سے (محبوٹے) وعدے کرتا رہا اور وعدہ نہیں کرتا ان سے شیطان مگر مکر و فریب

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاءُكُمْ جَزَاءً مَّوْفُورًا وَاسْتَغْفِرُ زَمَنِ اسْتَغْفَرْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمُ بِخَلْقِكَ وَرَجْلِكَ وَشَارِكُهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدَّهُمْ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا إِنَّ عِبَادِي لَیْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ ۝

ربنہ اسرائیل : ۷۳، ۷۴، ۷۵

کار یاد رکھ (جو میرے بندے ہیں اُن پر تیرا غلبہ نہیں ہو سکتا) (دسا برابر بھی)۔

(۵) پانچویں بار قصہ آدم کو سورہ طہ کی آیات ۱۲۱ تا ۱۲۴ میں بھی بیان کیا امدان آیات کی ابتداء میں اس بات کو واضح کر دیا کہ وَلَقَدْ عٰهَدْنَا اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ قَنَسٰی وَلَهُ نَجْدٌ لَهُ عَزْمًا (آیت ۱۲۱) اور ہم نے حکم دیا تھا آدم کو اس سے پہلے (کہ وہ اس درخت کے قریب نہ جائیں) سورہ بھول گیا اور نہ پایا ہم نے (اس لغزش میں) اس کا کوئی قصداً اس کے بعد اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو ابلیس کی دشمنی سے خبر دیا تھا کہ کہیں وہ اُن کو جنت سے نکال کر مصیبت میں نہ ڈال دے۔ اور بتایا کہ جنت میں تو نہ بھوک اور نہ تنگ ہے اور نہ پیاس ہے اور دنیا میں سراسر مشقت ہے ابلیس نے دوسرے ڈال کر وہ شجر غلد کھلوا دیا اور جنت سے نکلوا دیا آیت ۱۲۴ میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ جس نے میری یاد (نماز روزہ وغیرہ) سے منہ پھرتا تو اُس کیلئے زندگی کا ہار ٹھک کر دیا جائیگا اور قیامت میں نہ حائے انہیں گے (وَمَنْ اَعْوَضَ عَنْ ذٰکُرٰی فَاِنَّ لَهُ مَعِیْشَةً

مَنْكَا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ اَعْمٰی (طہ ۱۲۳) اور ایسا شخص کہے گا کہ الہی مجھے اندھا کیوں اٹھا یا ہے جبکہ میں دنیا میں بینا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ دنیا میں تمہارے پاس ہماری نشانیاں آئی تھیں سو تو نے ان کو بھلا دیا اور آج اسی طرح تجھے فراموش کر دیا جیسے گا۔

ان آخری آیات میں صاف صاف بیان کر دیا گیا ہے کہ جو لوگ میری یاد سے غافل رہیں گے تو ان کو طرح طرح کے عذاب اور مصائب پہنچتے رہیں گے۔ کبھی مال و دولت ہی عذاب بن جاتا ہے اور کبھی غربت کسی کی ذلت کا باعث ہوتی ہے۔ بیماریاں، مقدمہ بازی، آفات نقصانات، بے چینیوں، عموماً ان لوگوں کو پہنچتی ہیں جو خدا کی بغاوت پر آمادہ رہتے ہیں۔

پیدائش آدم | ترمذی اور ابو داؤد میں مذکور ہے کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق کے لئے مختلف قسم کی مٹی (سیاہ، سرخ، سفید، نرم، سخت، کھاری، عمدہ، خراب) کو جمع کیا اور اس کو پانی سے گوندھ کر خمیر تیار کیا۔ سورہ النحل میں ہے کہ انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو کہ اصل میں بدبودار گارا تھا۔ فرشتوں نے اور سب سے زیادہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے، اس کام میں حصہ لیا کیونکہ ان کو بتایا گیا تھا کہ انسان سے فرشتوں کو فیوض حاصل ہوں گے۔ حضرت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ نے تبریز میں لکھا ہے فرشتوں اور جنوں نے دس دن میں مٹی کو جمع کیا، بیس دن کے لئے اس کو پانی میں چھوڑ دیا کہ مٹی سے منتقل ہو کر جسمیت کی طرف آگئے۔ یہ تمام کام تین ماہ رجب، شعبان اور رمضان میں مکمل ہوا۔ پھر اسے جنت کی طرف لایا گیا اور جنت میں ہی ان میں روح پھونکی گئی۔ جس مٹی سے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا، اس کے قریب کی مٹی سے حیوانات و نباتات وغیرہ بھی پیدا کئے گئے۔ آدم علیہ السلام کی قریب کی مٹی سے انگور، زیتون، کھجور اور انجیر بھی پیدا کئے۔ (کھجور کو اسی لئے آدم کو پھونچا بھی کہا جاتا ہے)۔

تفسیر عزیزی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی تیار کردہ مٹی کو دہاں پر رکھوا یا۔ جہاں آج کل خازن کعبہ ہے۔ اس پر چالیس دن بارش ہوئی۔ اتالیس دن غم و رنج کا پانی برسا اور ایک دن خوشی کا پانی برسا۔ جب یہ مٹی خشک ہوئی تو کھنکھانے لگی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس مٹی کو مکہ اور طائف کے درمیان وادعی نمان میں عزرات کے پہاڑ کے قریب رکھا گیا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے خاص اپنے دست قدرت سے آدم علیہ السلام کا قالب بنایا اور اس کو وہ سعادت عطا کی جو

فرشتوں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ فرشتے تعجب سے آدم کے آس پاس پھرتے تھے اور اس کی خوبصورتی سے حیران تھے اور کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر ہی بنایا تھا۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ ہم اگر کوئی چیز بنائیں تو اس میں ہماری شخصیت نظر آتی ہے۔
 تراشیدم صتم بر صورتی خویش بشکل خود قدر انقش بستم
 (میں بتوں کو اپنی صورت پر تراشتا ہوں۔ اور خدا کا نقش باندھتا ہوں تو اپنی صورت پر)
 ابلیس کو جس کا نام عزراہیل تھا، حضرت آدمؑ کی پیدائش اور خلافت کا علم ہو چکا تھا۔ وہ بھی حضرت آدمؑ کے قالب کو دیکھنے آیا اور فرشتوں سے کہا کہ تم اس پر تعجب کرتے ہو یہ تو اندر سے ایک خالی جسم ہے جس میں جگہ جگہ سوراخ ہیں۔ اس کی ضروری کا یہ حال ہے کہ اگر بھوکا ہو تو گر پڑے اگر خوب سیر ہو تو چل پھرنے کے اس خالی قالب سے کچھ نہ ہو سکے گا۔ پھر لولا کہ ہاں اس کے سینہ میں بائیں طرف ایک بند کوٹھڑی (دل) ہے۔ ہمیں خبر نہیں کہ اس میں کیا راز ہے، شاید یہی لطیفہ عزرائیلؑ کا جگہ ہو جس کی وجہ سے یہ خلافت کا حقدار ہوا۔

روایات میں ہے کہ انسان کی روح کو جب داخل ہونے کو کہا گیا تو وہ ڈرے لگی اور اس تاریک مقام میں گھسنے سے گھبرانے لگی۔ اس پر نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو آدم علیہ السلام کے اندر داخل کیا گیا تو روح بلا جھجک داخل ہو گئی۔ روایات میں ہے کہ جب مٹھ کو حضرت آدمؑ کی تخلیق کے لئے جمع کیا گیا تو زمین نے مٹھ دینے کے لئے فرشتوں کو انکار کر دیا۔ کہ وہ انسان کا جسم بننے کے لئے تیار نہیں۔ زمین کی اس منت سماجت کو سن کر فرشتے واپس آئے۔ آخر کار عزرائیلؑ علیہ السلام کو بھیجا گیا تو انہوں نے زمین کی ایک نہ سنی اور نہ بردستی مٹھ اٹھا کر لے آئے (کہا جاتا ہے کہ عزرائیلؑ علیہ السلام کو بندوں کی رو میں قبض کرنے پر اس کے دستیں کیا گیا ہے کہ وہ کسی کے رونے دھونے کی پروا نہیں کرتے اور جان قبض کر کے لے جاتے ہیں)۔

حضرت آدم علیہ السلام میں جب روح ڈلی گئی تو اس کا مشاہدہ اس وقت ہوا جب آپ نے اپنا ایک پاؤں زمین پر رکھا اور دوسرے پاؤں کا گھٹنا زمین پر ٹیکے ہوئے تھے۔ آپ اس قدر کمزور تھے کہ آپ کا اٹھنا مشکل محسوس ہو رہا تھا۔ جب روح کمر تک پہنچی تو آپ نے اٹھنا چاہا لیکن گر پڑے کیونکہ ٹانگوں تک ابھی روح داخل نہیں ہوئی تھی۔ اس

لئے کہا خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (انسان کو جلد باز پیدا کیا گیا ہے) جب آپ کو اسماء کا مشاہدہ حاصل ہوا تو آپ کی زبان سے اللہ۔ اللہ۔ اللہ۔ لا اھلا الا اللہ نکلا۔ اس پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے قوت عطا فرمائی جس سے آپ سیدھے کھڑے ہو گئے اور جنت میں چلے گئے جہاں چلے جاتے۔ جنت میں چلتے پھرنے لگے تو حکم ہوا کہ فرشتوں کے پاس جا کر ان کو سلام کہو اور سنو کہ وہ تمہیں کیا جواب دیتے ہیں۔ تب آدم علیہ السلام نے وہاں جا کر السلام علیکم کہا۔ فرشتوں نے وحیکم السلام درجۃ اللہ سے جواب دیا۔ ارشاد ہوا کہ یہی الفاظ تمہاری اولاد کے لئے مقرر کئے گئے۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے مولا میری اولاد کون؟ تب ان کی پشت پر دست قدرت پھیر کر ساری انسانی روہیں نکالیں اور آدم علیہ السلام کو دکھائی گئیں اور ان میں سے کافر مومن منافق۔ قطبہ اولیاء اور انبیاء دکھائے گئے (احادیث)

روحوں کا وعدہ الست وعدہ الست سے پہلے روہیں اپنے مقامات میں تھیں اس وقت تک انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ ان کے متعلق اللہ کا کیا ارادہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی قیامت انہیں کو ظاہر کرنا چاہا تو اسرافیل کو صور پھونکنے کا حکم دیا اور تمام روہیں جمع ہو گئیں۔ ان میں وہ کیفیت پیدا ہو گئی جو قیامت کے دن مردوں کو زندہ کرنے سے پیدا ہوگی۔ روحوں کے جمع ہونے پر اللہ نے اپنا بلا کیف خطاب فرمایا اور کہا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) اہل سعادت نے خوشی خوشی اپنے رب کے حکم کا جواب دیا اور جلی کہا جس طریقے سے انہوں نے جواب دیا ان کی کیفیت اسی کے مطابق ہو گئی۔ نیک اور بد میں امتیاز ہو گیا۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ فلاں کا تعلق فلاں سے ہوگا۔ اور فلاں سے کٹ جائے گا۔ بد بخت روہوں نے جب اللہ کا خطاب سنا تو وہ کبیدہ خاطر ہو گئیں اور یاد دلنا خواستہ جواب دیا۔ وہ اس طرح بھاگیں جس طرح شہد کی مکیتوں کو دھونی دی جائے تو دڑتی ہیں۔ اس لئے انہیں ذلت اور خواری حاصل ہوئی۔ ان کے نوزناریک ہو گئے۔ اس وقت سے مومن میں اور کافر میں امتیاز ہو گیا۔ اور برزخ میں روحوں کے مقام کا تعین کر دیا گیا۔ اس سے پہلے روہیں جہاں چاہتیں تھیں قیام کر لیتی تھیں۔ اہل مشاہدہ ان روحوں کو اب بھی الگ الگ دیکھ سکتے ہیں۔ جن روحوں نے خطابِ الہی کا جواب نہ دیا ان کو محروم کر دیا گیا۔ یہ شہادت اس لئے طلب کی گئی کہ کل قیامت کے روز کافروں کی روہیں

یہ نہ کہیں کہ ہم نے اپنے والدین کی پیروی کی وجہ سے شرم کیا اور یہ نہ کہیں اللہ تعالیٰ نے ہم کو ان باطل پرستوں کے سبب ہلاک کیا ہے (ابریز)

حضرت حوا کی پیدائش | آدم علیہ السلام جنت میں تنہا رہتے اور تمنا کرتے کہ میرا کوئی ہم جنس ہو۔ دوسرے جمعہ کے دن جب آپ سو رہے تھے تو فرشتوں نے حضرت کی دائیں پسلی چاک کی جس سے آپ کو تکلیف نہ ہوئی اور اس سے آنا قانا ایک نہایت خوبصورت عورت نکلی۔ تفسیر عزیزی میں کان طویل گفتگو نقل کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتوں کی گواہی پر ان کا نکاح ہوا اور چھ ماہ میں دس بار درود شریف پڑھا گیا۔ کچھ روایات میں ہے کہ آپ کی پسلی میں درد ہوا اور آدمی کے سر جتنا ایک پھوڑا بن گیا اور یہ پھٹ کر ایک چھوٹا سا ڈھانچہ زمین پر گر گیا جس کی نشوونما ہوتی رہی اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ ڈھانچہ بہت مہلک بڑا ہو گیا اور اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے کلام کرنا شروع کر دیا۔

حوا کا لفظ حوا سے بنا جس کے معنی زندہ کے ہیں۔ چونکہ یہ زندہ انسان سے پیدا ہوئی اور ہر زندہ انسان کی والدہ ہیں اس لئے حوا کہلائیں۔ حوا کا لفظ حوط سے بھی کہا جاتا ہے۔ حوط کے معنی ٹہنی مائل سیاہی ہے اور حوا کے ہونٹوں کا رنگ بھی ایسی تھا ان کا قد ۴ ہاتھ تھا۔ ان کی عمر ۹۹ سال تھی۔ آدم علیہ السلام کے بعد ساڑھے ساٹھ سال زندہ رہیں (رواج ابی) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت یہ ہے کہ حضرت حوا کو زلیخا سے آراستہ کیا اور دونوں کو جنت میں پہنچایا گیا تاکہ وہاں کے انوار سے سیراب کیا جائے۔ یہاں عام میوہ بات کے کھانے کی اجازت تھی مگر صرف ایک درخت سے منع کیا گیا تھا۔

فرشتے | ملک کا مادہ الٰہ ہے۔ جس کے معنی ارسال کرنا ہے اور ملوک کا معنی پیغام بھیجا ہے اور ملوک کے معنی قاصد ہیں۔ بعض کم فہم لوگوں نے فرشتوں کا انکار کیا اور کہتے ہیں فرشتوں سے مراد نیک آدمی ہوانے عالم یا ملکہ نبوت ہے۔ فرشتے انسانوں اور جنوں سے الگ ایک مستقل مخلوق ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے امور اور احکام قدرت کی تدبیر اور تنقید کے لئے مقرر فرمایا ہے یہ معصوم ہیں اور گناہوں سے پاک ہیں کیونکہ ان کو نفسانی خواہشات کا مادہ نہیں دیا گیا۔ چونکہ خواہشات کی مخالفت کی وجہ سے درجات بڑھتے ہیں اس لئے جو فرشتہ جس درجے پر بھی فائز

کیا گیا قیامت تک اسکا درجہ پر رہے گا۔ ان کا وجود سرا سر نور ہے۔ اس لئے ظلم، فساد اور فتنہ ریزی پر ان کو ملکہ نہیں۔ یہ اللہ کی عبادت کرتے رہتے ہیں اور اس سے بالکل تھکتے نہیں بیضاوی میں ہے کہ یہ اپنی لطافت کی وجہ سے اپنی شکلیں بدلنے کا قدرت رکھتے ہیں (یعنی)

تفسیر روح البیان میں ہے کہ انسان جنوں کا چار حصہ ہیں اور وہ خشکی کے جانوروں کا چار حصہ اور وہ دریائی جانوروں کا اور وہ زمیں کے فرشتوں کا اور وہ آسمان کے فرشتوں سے لے کر ساتویں آسمان کے فرشتوں اور وہ کسی کے فرشتوں اور وہ عرش اعظم کے چھ لاکھ پرودوں میں سے ہر پردے کے فرشتوں کا دسواں حصہ ہیں اور یہ سب عرش اعظم کے فرشتوں کے آگے ایسے ہیں جیسے دریا کے مقابلے میں قطرہ۔ ان کا تعداد اللہ ہی جانتا ہے۔

فرشتوں کی اقسام | ان کا اقسام بہت ہیں مثلاً عرش کو اٹھانے والے، اس کے گرد گھومنے والے، جلیل القدر فرشتے (جبرائیل وغیرہ) مقرب فرشتے، جہنم و جنت کے فرشتے، انسانوں کی حفاظت کرنے والے، اعمال نامہ لکھنے والے، امور دنیا کے فرشتے، ریائی برسلنے والے، بچہ بنانے والے، انسانوں کی مدد کرنیوالے فرشتے وغیرہ۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر کوئی جنگل میں پھنس جائے تو آواز دے۔ اَعِيْنُوْنِيْ عِبَادَ اللّٰهِ يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ (اے اللہ کے بندوں میری مدد کرو اللہ تم پر رحم کرے۔)

حضرت آدم علیہ السلام کے جسد مبارک میں روح پھونکنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے گفتگو کی کہ میں دنیا میں ایک خلیفہ (نائب) مقرر کرنا چاہتا ہوں اور جب میں ایسا کروں تو تمہارے سجدہ کر دینا۔ سجدہ آدم کی غرض کیا تھی | ابن عباسؓ کی روایات میں ہے کہ یہ سجدہ نہ تھا بلکہ صرف جھکنے کا اظہار تھا۔ امام آلوسیؒ نے بھی یہی لکھا ہے۔ بعض مفسرین کا خیال تھا کہ یہ سجدہ توجہ تھا اور زمین پر سر رکھ دینا تھا اور آدم علیہ السلام مسجد والیہ تھے چنانچہ قرطبی نے لکھا کہ اللہ کا فرمان تھا اسْجُدُوْا لِيْ مُسْتَقْبِلِيْ وَجْهِ اٰدَمَ یعنی اے فرشتو! آدم کی طرف چہرہ کر کے مجھے سجدہ کرو۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ بیشک آدم تمام فرشتوں سے علم کی وجہ سے افضل تھے کیونکہ جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہیں ہو سکتے۔ فرماتے ہیں کہ یہ سجدہ نفیبت آدم کے

اعتراف کے طور پر تھا اور جو انہوں نے آدمؑ کے متعلق خیال آرائیاں کیں تھیں اس کی معذرت کے طور پر سجدہ کرنے کا حکم تھا۔ لیکن اگر سجدہ توجہ خیال کیا جائے جس کا مطلب یہ ہوا کہ سجدہ اللہ تعالیٰ کو تھا اور آدم قبلہ بنائے گئے تھے تو یہ دلیل ضعیف ہے کیونکہ اس میں آدم علیہ السلام کی فضیلت واضح نہیں ہوتی۔ جب کسی کو مسجد الیہ مان لیا جائے تو مسجد الیہ کا سجدہ سے افضل ہونا ضروری نہیں جیسے کعبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ تھا مگر آپ درجے میں کعبے سے افضل تھے۔ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے وہ ذرات جو آپ کے جسم کے ساتھ مس ہیں ہر چیز سے افضل ہیں حتیٰ کہ عرش سے بھی افضل ہیں۔ (مدارج النبوت) ایک مسلمان کا خون بھی ایک حدیث کے مطابق کعبے افضل ہے۔

قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ یہ سجدہ آدمؑ کی تعظیم و تکریم اور اظہار فضیلت کے لئے تھا۔ ابن جریر اور صاحب معالم التنزیل نے بھی یہی لکھا ہے۔ ہر کیف یہ سجدہ عبادت کا نہ تھا کیونکہ اگر یہ سجدہ خدا کو ہوتا اور آدم محض قبلہ ہوتے تو شیطان اس سے انکار نہ کرتا۔ اس کے بعد سجدہ نہ کرنے کی وجہ یہی تھی کہ اس نے خود کو آدم سے بہتر سمجھا (أَنَا خَيْرُ مَنَّهُ) ایک اور جگہ بھی اس کا ذکر ہے کہ اس نے کہا هَذَا الَّذِي كُذِّمْتُ عَلَيْهِ کہ یہ انسان ہے جس کو تو نے مجھ پر کراہت اور فضیلت دی (یہ آیت بھی اسی فضیلت کو وجہ سجدہ ثابت کرتی ہے)

علم الاشیاء سے مراد آدم علیہ السلام کے لئے عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ کا لفظ آیا ہے یعنی ان کو علم الاشیاء سے مراد علم دیگیا لیکن غرضتوں سے کہا کہ چلو تم ان چیزوں کی خبر ہی دیدو یہاں اَنْبَسُوْنِیْ کا لفظ آیا ہے جو عَلَّمَ سے انڈا ہے۔ آدم کے لئے اَسْمَاءُ کُلُّهَا تھا (یعنی تمام چیزوں کے نام اور یہاں بِاَسْمَاءِ هُوَلَاہُ کہا گیا یعنی جو چیزیں سامنے ہیں ان کے نام ہی بتاؤ اَسْمَاءُ اسم کی جمع ہے جس کے معنی وہ لفظ یا علامت ہے جس سے کوئی چیز پہچانی جاتے۔ علامت اس سے مراد لفظ کے نام یا نسل آدم کے نام یا لغات کا علم یا اسمائے الہی کا علم لیا ہے۔ بعض مفسرین نے اس سے علم مَآکَانَ وَمَا یَكُوْنُ اِلَیْ یَوْمِ الْقِیَمَةِ یعنی اُن تمام اشیا کا علم جو اس وقت کائنات میں تھیں اور قیامت تک آنیوالی تھیں، مراد لیا ہے۔

قرطبی نے ہر چھوٹی بڑی چیز کا علم لکھا ہے احادیث میں اس سے مراد ہر شے کا علم لیا گیا ہے۔
 عَلَّمَ کا معنی آہستہ آہستہ علم دینا ہے۔ آدم کو ایمانیات کا علم ان کی
 پیدائش سے پہلے ہی دیا ہوا تھا۔ جیسے کہ مرنے کا بچاؤ دے سے باہر نکلنے ہی ٹھونکیں مارنا شروع
 کر دیتا ہے یا انسان کا بچہ دودھ پینا شروع کر دیتا ہے۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کو پیدا ہوتے ہی
 جب چھینک آئی تو اپنے الحمد للہ کہا جس میں خدا کی ذات اور صفات کا ذکر ہے۔ اس کے علاوہ
 ساق عرش پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ لکھا ہوا حضرت آدم نے پڑھ
 لیا اور اس کا مطلب بھی سمجھ لیا۔

امام راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ اشیاء کا صرف نام بتانا ہی کوئی کمال نہیں
 بلکہ آدم کو ان کے صفات و خواص و افعال کی معرفت بھی عطا کی گئی تھی۔ کیونکہ دنیا میں اگر انہوں نے
 خلیفہ کے فرائض انجام دینا تھے اور محض ناموں کا جانتا کوئی فائدہ نہیں دیتا تغیر البیضاء میں ہے کہ
 اللہ تعالیٰ نے نفس انسانی مختلف اجزاء اور متفرق قوی سے پیدا کیا۔ اس میں یہ صلاحیت اور
 استعداد رکھی گئی کہ وہ طرح طرح کے درکات کو خواہ عقل سے جانے یا سمجھنے سے
 یا تخیل یا قوت و اہم سے، اپنے علم میں لاسکے۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ انسان کے علم میں یہ بلکہ تھا
 کہ جس سے وہ طرح طرح کی چیزیں تیار کر سکے جیسے ریڈیو سی وی جہاز، ایلکٹرونک وغیرہ۔

علامہ نے عَلَّمَ پر بہت طویل گفتگو کی ہے اور لکھا ہے کہ آدم کے
 علم کی حد مقرر نہیں کی جاسکتی اور اس میں بے بہا علوم شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ انسانوں کیلئے
 چھوڑ دیا کہ اس پر غور کریں۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ آدم کو سات لاکھ زبانوں کا علم تھا۔
 اور ایک ہزار پیشوں میں خوب ماہر تھے۔ شہروں، گاؤں، جانور، پرند، چرند وغیرہ کا علم بھی
 شامل ہے مگر یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا ان دو ایکوں کے مقابلہ میں ایک قطرہ بھی نہ تھا۔
 حضرت مجتہد الف ثانی فرماتے ہیں کہ خیر و کمال کے ساتھ نقص بھی
 چلتی ہے۔ حسن و جمال کے لئے نقص کا آئینہ درکاس ہے اور آئینہ شے
 کے مقابل ہوتا ہے لہذا خیر کے لئے شر اور کمال کے لئے نقص کا آئینہ ضروری ہے۔ ہر وہ شے
 جس میں نقص اور شرارت زیادہ ہوگی وہ خیر اور کمال کی نشاندہی بھی زیادہ کرے گی۔ اس طرح

ذم نے مدح کے معنی پیدا کر دیئے اور یہ شر و خیر و کمال کا عمل بن گیا۔ اسی لئے مقامِ عبودیت تمام مقامات سے بلند ہے کیونکہ یہ معنی عبودیت میں اتم اور اکمل ہیں۔ یہ مقام محبوبوں کے لئے خاص ہے۔ اگر انسان کو فساد اور خونریزی کے ساتھ علم اور آگہی نہ دی جاتی تو وہ خدا اور ظلم کا منبع قرار دیا جاتا لیکن منشأ الہی تھا کہ یہ جنگ و جدال کے باوجود شر کی طاقتوں کے خلاف نبردِ آسمان ہو گا اور ظلم و ستم کے خاتمہ کے لئے انقلابی جدوجہد کرے گا اور اعلائے کلمہ حق کی خاطر جان کی بازی بھی لگا دے گا۔ جو کفر میں تیز ہوتا ہے وہی اسلام میں بھی تیز ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نازیبا حرکت کرنے والوں کے لئے تلوار سونت لیتے تھے غازی علم دین شہید نے ایک محظہ میں راج پال کی گردن اڑادی پاکستان کی تعمیر میں اُن غنڈوں اور فتنہ و فساد کرنے والوں نے اپنے علاقوں سے ہندوؤں کو نکال باہر کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر خونریزی اور جنگ و جدال کسی قوم میں موجود نہ ہو تو اُن کی شخصیت دائمی طور پر ناقص رہ جاتی ہے اور پسماندہ قوموں میں اُن کا شمار ہوتا ہے۔ اسی لئے جہاد کو اسلام میں ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عرب کی جاہل قوم پر جب خیر و شر میں تمیز کا فرق ظاہر کیا تو وہ دنیا میں سب سے بہترین قوم بن گئی۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر یہ ظاہر فرمایا کہ فرشتوں کا مل عابد ہو اور انسان کامل عالم ہے۔ غایب کے لئے عراب ہے اور عالم کے لئے خلافت کا تخت و تاج ہے۔ تمہارا تعلق عالم ارواح سے ہے اور آدم کا تعلق عالم اجسام اور ارواح سے ہے۔ تمہاری عبادت جبری ہے مگر آدم کی عبادت اختیاری ہے۔ اور تمہاری خوراک ہی عبادت ہے اور تمہاری عبادت میں کوئی چیز حائل نہیں مگر ان کی عبادت میں ہزاروں مشاغل، مراحل اور مشاغل مائل ہوں گے اور یہ لوگ ان سب پر لات مار کر میری اطاعت کی طرف آئیں گے اس لئے ان کا ایک سجدہ تمہارے ہزاروں سجدوں سے افضل ہو گا۔ تم میں کوئی گتہ گارتہ ہو گا چنانچہ ان کے لئے میری شان ستاری اور غفاری ظاہر ہو گا ان میں بیشک شہوت اور غصہ ہو گا مگر جب یہ میرے لئے ہو گا تو بڑے بڑے نتیجے اخذ ہوں گے۔ ان کے دل میں میرا عشق ہو گا اور ابراہیمؑ جیسے عاشق، ایوبؑ جیسے صابر اور معروفؑ کرخی، یازید بسطامی، یحییٰ بغدادی، ابو الحسن قلنا جہمؑ عظیم

اجمعین جیسے عاشق ہوں گے۔ یہ وہ عبادات کریں گے جو تم نہیں کر سکو گے۔ یہ بھوکے رہ کے روزہ رکھیں گے، مسافریں کرچ کریں گے، غازی اور شہید بنیں گے، میرے قرآن کے مطابق فیصلے کریں گے، اُنکے ایک ایک سانس میں میرا ذکر ہوگا، میرے جنیب کے صحابی بن کر اس کے جان نثار بنیں گے، ان کے طفیل تمہیں ہزار عبادتیں نصیب ہوں گی تم میں سے کوئی وحی لے کر جاٹے گا اور کوئی جہاد میں شریک ہوگا اور کوئی اعمالنا سے لکھے گا اور کوئی ان کی حفاظت کرے گا اور کوئی حج میں ان کے ساتھ شریک ہوگا۔

آدم کا علم دیکھ کر فرشتوں کی کیفیت وجد | ابتدا میں عالم اجسام، عالم ارواح سے الگ تھا۔ عالم امر اور خلق میں رابطہ بھی نہ تھا۔ فرشتے

اور جن ان عالم سے بے نیاز تھے۔ حق تعالیٰ کی بہت سی صفات ابھی ظاہر نہ ہو سکی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ منشا تھا کہ ایسا خلیفہ بنایا جائے جو ملک کو ملکوت سے، خلق کو امر سے، ظلمت کو نور سے، غم کو سرور سے، پست کو بالا سے، رحمت بلا کو سکانِ زمین سے، ظاہر کو باطن سے ملا دے۔ اس میں ارض و اراضیات، دین و دنیا، جمادات و نباتات اور حیوانات، ملکوت اور ملکوتیات سب جمع ہوں۔ یہ خلیفہ ایسا ہو کہ اپنے وجود سے رب کے وجود، اپنی وحدانیت سے رب کی وحدانیت، اپنی زندگی سے خدا کا اثبات، قدرت اور اس کا ارادہ سمع، بصر، کلام اور علم کو ظاہر کرے۔ فرشتوں کو کیا علم تھا کہ اس مٹی کے چراغ میں اللہ تعالیٰ کی نورانیت کا روشن ہوگا۔ وہ چراغ قلب کے فالوس میں ہوگا اور وہ فالوس اس کے جسم کے طاق میں ہوگا جس میں اسرار الہی کی بتی روشن ہوگی۔ اس کو عقل کا نور دیکر نور علی نور کر دیا جائے گا جس سے اللہ تعالیٰ کے تمام صفات عدل، احسان، محبت، عزت، رحمت، غلبہ، غضب اور انتقام وغیرہ ظاہر ہوں گے علامہ فرماتے ہیں کہ یہ

طر تو نے یکساں غضب کیا، مجھ کو بھی فاش کر دیا۔ میں ہی تو ایک راز تھا سینہ کا نشان

فرشتوں نے جب دریافت کیا کہ الہی آدم ہیں وہ کیا ہوگا جو ہم میں نہیں۔

اُس وقت تو انہیں یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) پھر خلیفہ میں روح ڈال کر اپنی تجلی ذاتی ڈالی اور تین قسم کے علوم دیے۔

(۱) روحانیت اور ملکوتیات (جس کی کسی قدر فرشتوں کو بھی خبر تھی)۔

(۱۱) جسمانیات (جس سے فرشتے ناواقف تھے) تاکہ یہ خلیفہ دنیا میں ہونے کے ساتھ ساتھ قدرت والا بھی ہو اور عالم اس کے سامنے جھک جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار طاقتیں دیکھ کر اور اس کو مسجد ملائکہ بنایا۔

(۱۲) الہیات (جو فرشتوں کے وہم سے بھی بالا تھا) کا علم بھی عطا کیا۔ جب فرشتوں نے آدم کے علم کی ایک جھلک دیکھی تو ان پر حالت وجد طاری ہو گئی علامہ اقبال نے اپنے کلام میں خاکی اور نوری مخلوق میں جو فرق بیان کیا ہے وہ طبعی ہی معنوں کا اظہار کرتا ہے۔ ہماری تصنیف اسلام اور روحانیت میں "مقام آدم" کے نام سے دلچسپ اشعار کا مجموعہ پیش کیا گیا ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

ہمارے اعمال میں ارادہ الہی کا دخل

کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو سجدے کا حکم دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سجدے کے ادا ہونے کا ارادہ ہی کیا یا نہیں؟ فرمایا ابلیس پر سجدہ مشروع اور واجب کرنے کا ارادہ کیا مگر اس سے سجدہ واقع ہو جانے کا ارادہ نہیں کیا۔ یہ اس لئے کہ ہوتا ہی ہے جو اللہ ارادہ کرے جیسا کہ فرمانِ باری ہے۔

اِنَّمَا اَمْرٌ كَرَادَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَقُوْلَ
لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (یس: ۸۲)

اب جب سجدہ نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ سجدہ کرے حضرت آدم کے پھل کے کھانے کی بھی یہی توضیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ نہیں کیا کہ آدم پھل نہ کھائیں (یعنی کھانے کا ارادہ کیا) کیونکہ پھل کھانے کا کام واقع ہو چکا ہے جیسا کہ فرمایا۔

اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَا اَرَدْنَاهُ اَنْ
يَقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (النحل: ۴۰)

حضرت حسن بصری کی صحبت میں ایک معتزلہ کا امام عمرو بن عبیدہ کچھ مدت تک پھر الگ ہو گیا۔ کیونکہ وہ کہتا تھا کہ اللہ کسی چیز کا فیصلہ نہیں کرتا (یعنی بندگی نافرمانی کا خود فیصلہ

کرتا ہے) اور پھر اس پر عذاب نازل کرتا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ نے جو ایدیا تیرا تاںس ہو اللہ تعالیٰ اپنے حکم جاری ہونے پر عذاب نہیں دیتا بلکہ اپنے حکم کی مخالفت پر عذاب دیتا ہے۔

کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جس کام میں اللہ کا امر یا نہی نہ ہو اس پر عذاب نہیں دیتا، لیکن جس کام میں بندے نے شہوت اور قصد کو دخل دیا اس پر عذاب دیگا۔ جیسا کہ فرمایا۔
وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِن قَبْلُ
فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ۝

(اس لغزش میں) ہاں کا کوئی قصد (ارادہ) (طہ ۱۱۵)

اس سورہ میں فرعون کی سرکشی، تکبر، عناد، بدکاری، فخر اور جان بوجھ کر نافرمانی کا ذکر کرنے کے بعد آدم کا ذکر کیا گیا ہے کہ اگر بھول چوک سے کوئی خطا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ عفو و درگزر سے کام لیتا ہے اور ثَمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ ۚ لَئِيْلًا ۚ کا تاج بھی سر پر رکھ دیتا ہے۔ نسیان کا معنی یہ ہے کہ جو چیز انسان کو ودیعت کی گئی ہو اس کو محفوظ نہ رکھنا اور اس کی وجہ کبھی دل کی کمزوری یا غفلت ہوتی ہے لیکن اللہ کے حکم کو قصداً غفلت یا التوا میں ڈالنا نسیان میں شامل نہیں۔ آدم نے یہ خیال کیا کہ اس درخت کو کھانے کی ممانعت حرام یا مکروہ تحریمی نہیں بلکہ معمولی ممانعت ہے۔ چنانچہ پھل کا کھانا خطائے اجتہادی تھی نہ کہ عمدی۔

ایک حدیث شریف میں ہے اللہ کے بچائے بغیر نافرمانی سے بچاؤ (یعنی بچتا ممکن نہیں) اللہ کی اطاعت پر اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہی توفیق ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ (المومن: ۱۲) چنانچہ اللہ بزرگ و برتر کیلئے ہی حکم ہے۔

اللہ تعالیٰ جیسے چاہتا ہے جو چاہتا ہے اپنے بندوں پر جاری کر دیتا ہے اُسی کی حجت بالغہ ہے (یعنی قبول حق کے لئے مجبور نہیں کرتا بلکہ دلیل اور حجت سے دعوت دیتا ہے اور اختیار دیتا ہے کہ چاہو تو حق قبول کرو چاہے باطل قبول کرو)

فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ (انعام: ۱۴۹) اور وہ چاہے تو راہ دے تم سب کو۔ (ہدایت) خلاصہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی منشاء اور ارادے سے ہی ملتی ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو

ہی ہدایت دیدیتا تو پھر اس دنیا میں اُس کے بندوں میں سے نیک اور بد کی تمیز نہیں ہو سکتی تھی اور
 یہی انسان کی تخلیق کا مقصد بھی تھا کہ نیک و بد میں تمیز ہو سکے۔ چنانچہ جو لوگ نیت کو درست رکھتے
 ہیں، دل کو اللہ کی طرف لگاٹے رکھتے ہیں، اُس کی اطاعت کا جذبہ دل میں لگاٹے رکھتے ہیں وہ
 عملی طور پر اس کی طرف قدم اٹھاتے ہیں۔ تو پھر وہ ان کو ہدایت کی توفیق دے دیتا ہے۔ اگر جو لوگ
 کوئی خطا ہو جائے تو وہ اس پر سزا نہیں دیتا۔ کیونکہ سزا صرف عدا، نافرمانی، سرکشی، تکبر اور
 نفس پروری وغیرہ کے کاموں میں ملتی ہے۔

انسان کن باتوں پر قادر ہے | قدر اور جبر کا مسئلہ بہت مدت سے پیچیدہ چلا آرہا ہے اور
 ہر دور میں اس پر طویل گفتگو ہوتی رہی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنے بندوں کو مشاہدات
 کا علم عطا فرمایا وہاں جبر و قدر اور دیگر علوم کے متعلق بھی دلائل و براہین عطا فرمائی ہے۔

حضرت علیؑ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے سوال کیا کہ حضرت ہمیں
 بتلائیں کہ قدر اور جبر کیسے ہیں؟ یعنی ہم کس چیز پر قدرت رکھتے ہیں اور کن باتوں پر مجبور ہوتے
 ہوئے قدرت نہیں رکھتے؟ آپ نے فرمایا: اٹھ کر کھڑے ہو یا ڈو وہ شخص کھڑا ہو گیا۔ پھر
 آپ نے فرمایا: ایک ٹانگ اٹھاؤ! اُس نے ایک ٹانگ اٹھائی، آپ نے پھر فرمایا: دوسری ٹانگ
 بھی اٹھاؤ اس نے عرض کیا کہ دوسری ٹانگ نہیں اٹھائی جاسکتی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ٹانگ
 اٹھانا قدر ہے اور دوسری کا نہ اٹھنا جبر ہے یعنی تم ایک ٹانگ اٹھانے کے لئے قدرت رکھتے ہو تو پس اللہ تعالیٰ تم سے
 اسی ایک ٹانگ کے اٹھانے کا تقاضا کرتا ہے اور دوسری ٹانگ کے اٹھانے کی توقع نہیں رکھتا۔

حضرت علیؑ کی اس مثال نے تقدیر کے ہر مسئلے کو واضح کر دیا ہے اقم الحروف
 کو اللہ تعالیٰ نے جو اہم عطا فرمائی وہ یہ ہے کہ ہر کام کے لئے سعی کرنے کا اختیار تو اللہ تعالیٰ نے
 سب کو عطا فرمایا ہے اور اختیار کا سب سے کمزور وجہ یہ ہے کہ انسان کسی کام کی خواہش، لگن
 یا تڑپ تو دل میں پیدا کر سکتا ہے مثلاً کوئی اگر نماز ادا نہیں کرتا تو دل میں خواہش تو پیدا کرے
 اور اللہ سے اس کی توفیق ہر روز اور بار بار طلب کرے۔ یہ بات یقینی ہے کہ جو کسی چیز کو باز
 اللہ سے طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کا ہاتھ پکڑ کر پہنچ دیتے ہیں اور جو شخص نماز کی خواہش
 نہیں رکھتا تو گویا وہ ایک ٹانگ جو وہ اٹھانے کی قدرت رکھتا ہے نہیں اٹھاتا تو پھر اس کو

خدا سے نماز کی توفیق کیسے حاصل ہو۔ جو طلب کی ایک ٹانگہ اٹھائے جبر کا شکوہ نہیں کرنا چاہیے۔

احادیث اس بات پر شاہد ہیں کہ جو ایک قدم اللہ کی طرف آتا ہے تو خدا اس قدم اس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جو اس کی طرف چل کر آتا ہے تو وہ اس کی طرف دھڑک کر آتا ہے (الح) مولانا رومؒ نے فرمایا کہ اگر تم کسی کا دروازہ کھٹکھٹاتے رہو گے تو بالآخر اس دروازے سے کوئی سر باہر نکلے گا۔

گفت پیغمبر کہ چوں کوئی درے عاقبت بینی ازاں درہم سرے
(پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اگر دروازہ کھٹکھٹاتے رہو گے تو اس میں سے کسی دن ضرور کسی کا سر نمودار ہوگا)
حاصل آنکہ ہر کہ او طالب بود جان مطلوبش بود ما غیب بود
(علامہ یہ کہ جو بھی طالب ہوتا ہے۔ تو مطلوب کی جان بھی اس پر رغبت کرنے لگتی ہے)
تشنگاں گر آب جویند در جہاں۔ آب ہم جوید بعالم تشنگاں
(دنیا میں جب کوئی پیاسا پانی طلب کرتا ہے تو پانی بھی دنیا میں پیاسوں کو طلب کرتا ہے)
اے کہ تو طالب نہ تو ہم بسا۔ تا طلب یا بازیں یار وفا
(اے شخص تو طالب نہیں ہے تو تو بھی آ۔ اس وفادار یار سے تو بھی طلب حاصل کرے گا)
عربی میں مثل مشہور ہے "صَوْنُ طَلَبٍ وَحِدٌ" (یعنی جس نے طلب کیا پایا) انسانی عقل اس بات پر حیران ہے کہ اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو ایمان کی دولت سے نوازتا ہے اور کن کو کفر کی تاریکیوں میں ڈال دیتا ہے۔ درج بالا اصول سے یہ بات بھی سمجھ میں آ جاتی ہے کہ اہل کفر میں سے بھی جو لوگ اس کھوج میں لگے رہتے ہیں کہ صحیح مذہب کون سا ہے اور اپنی اس طلب میں کوشاں رہتے ہیں تو ذات باری تعالیٰ ضرور ان کی راہنمائی کرتا ہے اور اسلام کیلئے ان کا سینہ کھول دیتی ہے اور جو شخص اس تک و دو میں نہیں پڑتا تو وہ اپنی تمام عمر کفر کی تاریکیوں میں ضائع کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ایسے شخص کی بھی چندال پروا نہیں رہتی۔ اسی طرح جو شخص یہ جانتا چاہتا ہے کہ اسلامی فرقوں میں سے کون سا فرقہ درست ہے اور اس تلاش میں وہ تعصب سے کام نہیں لیتا تو ذات باری تعالیٰ ضرور اس کی راہنمائی کرتی ہے اور اس پر صحیح راستہ واضح کر دیتی ہے۔ یہ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ متعدد بار تجربے سے ثابت کرنے کے بعد لکھا گیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو شخص ایمان حاصل کرنے، صحیح فرقے کو تلاش کرنے، نماز کی پابندی کرنے یا اعلیٰ و کرام کی دستگیری حاصل کرنے کی خواہش ہی دل میں پیدا نہیں کرتا تو خدا کو بھی اس بات کی پرواہ نہیں کہ وہ کس حالت میں مرتا ہے گویا جو شخص ایک ٹانگ اٹھانے کی بھی کوشش نہ کرے تو اس کو اپنے سوا کسی اور کو کو سنا نہیں چاہیے۔ ایک ٹانگ اٹھانے کی شکل بات پر

روح کیا ہے | لطیفہ بدن کا رب، حیاتِ حسی کا مصدر اور قوائے نفسانی پر فیضان کا منبع ہے روح جسم میں آنے سے جسم زندہ ہو جاتا ہے اور نکل جانے سے جسم کو موت آ جاتی ہے۔ انسانی جسم میں حرکت کا یہی سبب ہے ہر چیز میں روح ہوتی ہے۔ نباتات سے حیوانات کی روح ارفع ہے اور انسانی روح کو قائم رکھنے والی روح اس سے بھی افضل ہے۔ بعض صوفیاء نے کہا کہ روح ایک سوار ہے اور بدن اس کی سواری ہے یا روح ایک مستقل جسم ہے جس کا ظاہری مظہر بدن ہے۔ روح عالم بزرگ میں سیر کرتی اور دنیا کے احوال کا مشاہدہ کرتی ہے، ملائکہ کے احوال کی نگرانی ہے روح ان تمام باتوں کو سن سکتی ہے جو ملائکہ آسمانوں میں انسانوں کے بلے میں کرتے ہیں۔ کچھ روہیں پر عازر بہشت کی طرف مصروف ہیں اور عروج میں جہاں تک پہنچ گئیں وہی ان کا مقام بن جاتا ہے۔ مرنے کے بعد جب روہیں پہلوں کے پاس پہنچتی ہیں تو ان سے زندہ لوگوں کے متعلق سوال کرتی ہیں اور وہ جواب دیتی ہیں۔ زندہ لوگوں کے اعمال افعال شدہ روہوں پر پیش کئے جاتے ہیں اور وہ اپنے اعمال سے خوش اور برے اعمال سے افسردہ ہوتی ہیں۔ جو روح عالم ارواح میں سب سے زیادہ اللہ کے قرب میں رہی وہ سب سے زیادہ عظیم ہے۔

سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ عرش کے سوا اللہ تعالیٰ نے روح سے برتر کوئی مخلوق پیدا نہیں کی وہ اتنی عظیم ہے کہ اگر چاہے کوسالوں زمینوں اور آسمانوں کو ایک لقمہ میں نگل جائے۔ اس کو ملائکہ کی صورت میں پیدا کیا اور اس کا چہرہ آدمیوں کے چہرے کی طرح ہے عوارف المعارف میں ہے کہ قیامت کے دن روہیں اور فرشتے ایک صف میں عرش کے دائیں جانب کھڑے ہوں گے (یوم یقوم الروح والملئکۃ صفًا) روح ایک لطیف غیبی ہے جو عالم بالا کے مشہور مقامات کی سیر کرتی ہے (روح میرانی) اور پھر واپس آ جاتی ہے۔ اس کے

ذریعے غیب کی چیزیں نظر آتی ہیں اور ارباب حقائق کو کشف اسی کے ذریعے ہوتا ہے انسان پر اللہ کی قیومیت روح کی قیومیت کے ذریعے ہے اور حیوانی، انسانی اور روح قدس سے مرکب ہے۔

انسانی روح اگر چاہے تو (ہر چیز سامنے آجاتی ہے)

عالم ارواح سے مراد عالم ملکوت ہوتی ہے اور عالم ملکوت کی قرع (شاخ) عالم محسوس ہے۔ جو عالم میں ہے وہ ملکوت میں بھی ہے۔ چنانچہ جو چیز ملکوت میں ہوگی وہ محسوس بھی ہوگی۔ (وقت و ترتیب و حال کی مناسبت سے) عالم ارواح میں معانی محسوس صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس عالم ناسوت (دنیا) میں کسی کو بلانا ہوتا تو کفار دیتے ہیں لیکن عالم ارواح یعنی ملکوت میں کسی چیز کو اپنی جانب متوجہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا تصور کرتے ہیں اور اس کی جانب متوجہ ہو جاتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ روح بھی متوجہ ہو جاتی ہے اور روح کی عادت ہے کہ جس چیز کی جانب متوجہ ہوتی ہیں اس میں حلول کرتی ہیں۔ لیکن اپنے مرکز اصلی سے جدا نہیں ہوتی ہیں۔ روزنامہ جنگ میں ایک بار روح کے عنوان سے ایک مضمون میں انسانی ذہن کے متعلق یہ بات لکھی گئی تھی کہ جب بحیثیت مجموعی کسی ایک تعاضے پر انسان کا ذہن مرکوز ہو جائے (مراقبہ) تو روح حرکت میں آجاتی ہے اور جب روح حرکت میں آجائے تو وجود کا مظہر بننا لازمی ہو جاتا ہے (وجود سامنے آجاتا ہے) جب آپ آیہ: قُلِ الْمَوْتُ شَيْءٌ اَمْسُوْهُمَا فِیْ رَاۤیِہِمْ فَاَدِیْجِیْہِمْ کہ روح میرے رب کے امر میں سے ہے) کا مطالعہ کریں تو یہ معلوم ہوگا کہ روح رب کے امر سے ہے۔ سورہ یٰسین میں ہے کہ اللہ کا امر یہ ہے کہ وہ کسی چیز کا ارادہ کرے تو اسے کہتا ہے کہ ہو جاؤ وہ ہو جاتا ہے۔ آدم کی اصل بھی روح ہے اور روح امر رب بھی ہے لیکن امر رب اللہ کا ارادہ بھی ہے۔ لہذا اللہ کا ارادہ جب حرکت کرے تو تخلیق بن جاتا ہے۔ چنانچہ جب انسان کی روح حرکت کرے تو وجود لازم ہوتا ہے گویا وہ چیز یا روح سامنے آجاتی ہے۔ ایسے ہی معنوں میں کسی شاعر نے کہا ہے۔

اے جذبد دل گر میں چاہوں ہر چیز متقابل آجائے۔ منزل کی طرف دو گام چلوں تو ملنے منزل آجائے
نفس اور شیطان | اب طالب مکی کہتے ہیں کہ جب روح بھلائی کے لئے حرکت کرتی ہے

تو ایک تو دل میں ظہور کرتا ہے اور انسان کو فرشتہ خیر عمل کے لئے کہتا ہے جب نفس شتر کے لئے حرکت کرتا ہے تو دل میں ظلمت پھیل جاتی ہے۔ پھر شیطان اس ظلمت کو دیکھ کر گناہ کیلئے کہتا ہے اور کوشش کرتا ہے۔ صوفیہ فرماتے ہیں کہ جس کے دل پر ظلمت کے بادل چھائے رہتے ہوں، وہاں شیطان کی یاد شاہی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس ظلمت سے نکلنا ہو تو نیک محبت میں آئے نفس شیطانی کے ذریعے احکام چلاتا ہے۔

سردلبران میں ہے کہ گناہ کے کام کر دینے کے لئے ابلیس گناہ پر مقرر نہیں ہوتا اور اس کی مسلسل کوشش نہیں کرتا۔ ایک گناہ میں پھانسنے کی کوشش میں اسے ناکامی ہوتی ہے تو دوسرے اور پھر تیسرے یا چوتھے میں پھانسنے کی کوشش کرتا ہے اور تازیت اسی قسم کی کوششوں میں لگا رہتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان گمراہ ہو خواہ کسی صورت سے ہو اور معصیت میں مبتلا ہو۔ اگر کوئی فاحشات میں نہ لجھے تو قرآن، حدیث، توحید و رسالت کی غلط تاویلوں سے گمراہ کرتا ہے اور اچھے خاصے نیک اور دینداروں کو گمراہ کر کے قوم و ملت کے افراد کو آپس میں لڑا دیتا ہے۔ اور ان کی جڑوں کو کمزور کر دیتا ہے حضرت امداد اللہ مہاجر علیؒ نے لہذا اسلوب میں لکھا ہے کہ خواہ انسان کتنا ہی نیک ہو، شیطان اس کو کسی نہ کسی وقت گمراہ کرنے کی کوشش میں رہتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر ایسا عابد کسی بزرگ امیر نہ ہو تو اس کا شیخ شیطان ہی ہوتا ہے جو اسے کسی مرطے پر بھی پچھاڑ سکتا ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ ایک دن زنا اور فاحشا سے بچتے رہنے کی دعا کر رہے تھے تو پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص نے حضرت سے کہا کہ آپ بڑھے ہو گئے ہیں کیا آپ کو اب بھی زنا کا خطرہ لاحق ہے؟ فرماتے گئے کہ میں تو بڑھا ہو گیا ہوں مگر شیطان تو بڑھا نہیں ہو گیا۔ اس کے برعکس نفس تہایت ضدی اور ہٹھڑا ہے جس لذت کی چاٹ اسے پڑ جاتی ہے اور جو خواہش اس میں پیدا ہو جاتی ہے وہ اس پر اثر جاتا ہے اور ہر طرف سے گھیر گھا کے انسان کو اسی طرف لالے کی کوشش کرتا ہے لیکن چونکہ اس کی فطرت میں اصلاح کا مادہ رکھا گیا ہے وہ ذرا سی اصلاح کی تحریک سے اپنی اصلاح کر لیتا ہے۔ یہ وہ بات ہے جو ابلیس کو نصیب نہیں۔

نفس کا بیان بہت طویل ہے۔ ہماری تصنیف ”تہذیب نفس“ میں نفس کے متعلق مفصل

بیان آراں کر دی گئی ہے۔ یہاں صرف اتنا معلوم کر لینا چاہیے کہ نفس کو روح سفلی بھی کہتے ہیں یہ عنامراربعہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس میں علوی روح ظاہر ہوتی ہے۔ اس لئے علوی روح کا آئینہ ہے۔ علوی روح میں تجلیات الہیہ کو قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ انسان میں یہ نفس لطائف ستہ (نفس، قلب، روح، سرخشی، اختیام) میں سے ایک لطیفہ ہے اور صوفیائے کرام کے نزدیک اس کا مقام جسم انسانی میں ناف سے ذرا نیچے ہے۔ نفس ربوبیت کی ایک شعا ہے جو تعیند انسانی میں اگر ایک تعیند اعتباری میں مقید ہو جاتی ہے۔ اور اس تعیند سے آزادی اور مبداء اصلی (اللہ) کی جانب مراجعت کی تلاش موجب سعادت ہے اور اس کے برعکس اس کے تعیند مذکور سے انس اور اللہ تعالیٰ کی جانب جانے کی کوشش سے برگشتگی موجب شقاوت ہے۔ اس لطیفہ کی وجہ آدمؑ نے شجر ممنوعہ کو کھایا کیونکہ نفس ذات ربوبیت سے پیدا ہوا تھا اور ربوبیت کی شان یہ ہے کہ کسی کے منع کرنے سے باز نہ رہے لیکن یہاں نفس نے اپنے اوپر بھروسہ کیا، حالانکہ اس کا فرض تھا کہ اخبار الہی پر بھروسہ کرتا اس نے یہ نہ جانا کہ اقتضائے طبیعت کے مطابق عمل کرنے سے روح میں تاریکی پیدا ہو جاتی ہے۔

حضرت شہاب الدین سہروردیؒ فرماتے ہیں کہ ”و نفس و ما سواھا“ (قسم ہے نفس کی اور جس نے اس کا تسویہ کیا یعنی برابر کیا) سے مراد یہ ہے کہ جب روح حیوانی کا تسویہ روح علوی یعنی روح انسانی سے ہوا تو نفس پیدا ہوا۔ ان دونوں روحوں کا تعلق عشق کی وجہ سے اس قدر بڑھ گیا جس طرح آدمؑ اور حوا کے درمیان بڑھ گیا تھا۔ دونوں کی جدائی اس طرح ناگوار ہے جیسے موت۔ اُن کی جدائی موت ہے۔ روح انسانی سے روح حیوان کو تسکین حاصل ہوئی اور یہ دونوں ایک دوسرے سے مانوس ہو کر نفس بن گئے۔ اور اس پیار کے نتیجہ سے قلب پیدا ہوا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات میں لکھا ہے کہ نفس کی اصل خباثت پر ہے اور یہ اللہ کی نافرمانی پر کمر بستہ ہے۔ اس کی عین کو بدلنا ممکن نہیں البتہ اس کی عادات کو بدلنا جاسکتا ہے نفس کو خفتنا بھی رگڑا جائے اندر سے خبت ہی نکلے گا۔ چنانچہ اتباع شریعت کی مشقت سے اس کی تربیت کر کے بڑھارا جاسکتا ہے جیسے کہ ایک سرکش گھوڑے کو

مشتت اور ریاضت کے بعد سدھارا جاتا ہے اور اس کے بعد وہ اپنے سوا کے لشاروں پر چلتا ہے۔

”اخلاق اور فلسفہ اخلاق میں ہے کہ ابن حبیب کا گمان ہے کہ روح کا جوہر تو انسان میں جاری و ساری ہے۔ نفس وہ ہے جس کی وجہ سے ہاتھ پاؤں سے لذت و مسرت اور رنج و غم جیسے امور پیش آتے ہیں۔ نفس نیند میں پکڑ لیا جاتا ہے جسم سے نکل کر یہ سیر کرتا ہے خواب دیکھتا ہے۔ نیند میں نفس کے بغیر جسم روح کی طاقت سے زندہ رہتا ہے۔ جیسا کہ سورہ الزمر آیت ۴۲ میں ہے **اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ** یعنی اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے جانوں کو موت کے وقت اور جن کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا (ان کی رو میں) حالت نیند کے وقت (قبض کر لیتا ہے)

قلب۔ قلب ایک جوہر نورانی ہے اور یہ گوشت کا وہ نورانی دل کے لئے جگرے کا مانند ہے۔ قلب مادہ سے مجرد و تنہا واحد الگ اور روح و نفس انسانی کے مابین ایک درمیانی چیز ہے۔ انسانیت کا دار و مدار اسی قلب پر ہے۔ حکماء اس کو نفس نامتو بھی کہتے ہیں (دیکھیے لطائف سنی) روت اس کا بالون اور نفس حیوانی اس کا ظاہر ہے یہ دونوں قلب کے راکب (سوار) ہیں۔ نفس انسانی قلب اور بدن کے درمیان ہے۔ سورہ النور کی آیت ۴۵ میں اللہ تعالیٰ نے جسم کو مشکوٰۃ (چراغدان) قلب کو زجاجہ (شیشہ کی قندیل) روح کو مصباح (چراغ) اور نفس کو شجرۃ مبارکہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

بندہ کا قلب اللہ کا عرش ہے اور عرش پر رحمن مستوی (سوار) ہے۔ وہ اسرار الہیہ کا مرکز اور تمام مخلوق کے دوائر کا اعلیٰ کونہ والا ہے۔ قلب کسی چیز کا خلاصہ ہوا کرتا ہے۔ اور قلب اللہ تعالیٰ کا نور ہے جس کی ایک چمک تمام مخلوق کا خلاصہ ہے۔ یہ ایک لقطہ ہے جس پر تمام اسماء و صفات کا دور گردش کرتا رہتا ہے۔ دل کو قلب اس لئے بھی کہتے ہیں کہ وہ اپنے محل اصلی (آخرت) کی طرف پھرتا ہے۔ اس کو قلب اس لئے بھی کہتے ہیں کہ قلب اپنی اسی فطرت پر جس پر اللہ نے اسے پیدا کیا ہے رہتا ہے۔ اور تمام امور اس کی مرضی کے مطابق منقلب ہو جاتے ہیں۔ اللہ نے اسے اسماء اور صفات کی صفت پر پیدا فرمایا ہے

اور جیسے چاہے تصرف کرتا ہے۔ قلب کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ وہ جملہ وجود کے حقائق کا آئینہ ہے کیونکہ عالم کے تغیرات قلب میں منعکس اور منطبع (چھپے) ہوتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ قلب اصل ہے اور تمام عالم اس کی فرع (شاخ) ہے۔ اللہ تعالیٰ کا آسمان اور زمین میں سماتا ممکن نہیں کیونکہ زمین و آسمان مکان میں شامل ہیں مگر بندہ مومن کے دل میں اس کا سما نا ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دل کی وسعت قوتِ فائزہ الہیہ سے مرتب فرمائی ہے۔ اور تین قسم کی وسعتیں اس کو عطا فرمائیں ایک وسعتِ علمی (معرفت) دوسرے وسعتِ مشاہدہ (کشف) اور تیسرے وسعتِ خلافت (نیابت سے اسے سرفراز فرمایا ہے) (دیکھئے حوارف المعارف)

دل عرش سے بھی بزرگ تر ہے کیونکہ یہ رحمن کا عالم شہادت میں منظر ہے آفاق میں عرش اور انفس میں قلب ہے اور ظہوراتِ رحمانی بہ نسبت عرش کے دل میں زیادہ ہوتے ہیں کیونکہ دل غیب اور شہادت کے درمیان برتر رخ ہے۔ اور دل میں غیب اور شہادت کے احکام جاری ہیں۔ جبکہ عرش پر صرف احکام شہادت جاری ہیں۔ قلب کو عرش سے وہ نسبت ہے جو مرکز (دائرے) کے مرکز کو محیط (دائرے) سے ہوتی ہے حرکت عرش عدد (دائرے) پر ہوتی ہے اور حرکتِ قلب مرکز پر۔ عرش رات دن صاحبِ دل کا طواف کرتا ہے۔ یہ شانِ اعلیٰ لوگوں کے ہے جو اہل دل ہیں۔ اس سے انسان کے درجات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مگر افسوس ہے ان لوگوں پر جو دل کی اصلاح اور روح کی پرورش کی طرف قطعاً توجہ نہیں دیتے حضرت مجدد الف ثانیؑ فرماتے ہیں کہ چونکہ دل کی اصل نورانی ہے مگر انسان کے بُرے خیالات اور اعمال غیر صالحہ سیاہی کے دھبوں کی طرح دل کو داغدار کر دیتے ہیں اور جب انسان گناہ کرتا چلا جاتا ہے تو یہ قلبِ رنگ اور سیاہ دھبوں سے بالکل ٹھک چھپ جاتا ہے لیکن جو نہی اتباعِ شریعت اور ذکرِ الہی کی گرمی اس کو پہنچتی ہے تو اس کا رنگ اور سیلابی جل جاتی ہے اور قلب دوبارہ اپنی اصل نورانی حالت میں آ جاتا ہے۔ اور پھر متجلی (چمکتے) مترنگ اور مصفا ہو جاتا ہے۔

خلیفہ کے کہتے ہیں | اَلْخَلَافَةُ کے معنی دوسرے کا نائب بننے کے ہیں۔ خواہ یہ نیابت اُن کی غیر ماضی، موت یا عجز کے سبب ہو یا محض نائب

کو شرف بخشے کی وجہ سے ہو۔ اور یہی معنی "خَلِيفَةُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ" کے ہیں تاکہ وہ اُس کے حکم کے مطابق عمل کر لے۔ انسان کو خلیفہ چنا گیا کیونکہ انسان کے علاوہ باقی مخلوق میں استعدادِ علم محدود ہے۔ قیامت کے دن چونکہ اللہ تعالیٰ خود ظاہر ہوگا اور تمام انتظامات اپنے ہاتھ لے گا اس لئے اُس دن کوئی خلیفہ نہ ہوگا۔ انسان اگرچہ ضعیف اور جہول بھی ہے لیکن اُس کو عقل و فہم کی وہ قوتیں ودیعت کر دی گئی ہیں کہ اُس کے تصرفات کی حد نہیں۔ تفسیرِ حقیقی میں ہے کہ انسان مختصر عرصہ سے مرکب ہے۔ اُس کی حرکت کا تعلق عالم محسوس سے ہے۔ اُس کی روح کا تعلق عالم ملکوت سے ہے۔ اُس کو ایک پوشیدہ قوت دی گئی ہے کہ وہ انوارِ ربانی کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور تربیت کے بعد وہ عالم محسوسات سے عالم ملکوت تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ اطاعتِ الہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے روح کھلے عالم جبروت و ملائکت کی راہیں کھلتی ہیں۔ اس سے وہ جلال و جمال اور انوار و تجلیات کا مشاہدہ کرتا ہے یہ وہ ذرہ ہے جس کے سامنے آسمان کی وسعتیں سرنگوں ہیں۔ یہ وہ قطرہ ہے جس میں سمندروں کی گہرائیاں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک ہر زمانے کا قلبِ خلیفۃ اللہ رہا ہے۔ یہ لوگ زمین اور عرشیٰ چیزوں کے مجموعہ تھے ان کا جسم فرشتی، روح عرشی اور جہتِ حق تعالیٰ کی صفات کے مظہر تھے اور ان کو رب تعالیٰ نے اپنا علم اور اپنا کلام دیا تاکہ وہ مخلوق تک پہنچا سکیں اور ان کو وہ قدرت عطا فرمائی جو رب کی قدرت کا نمونہ ہے اگرچہ بظاہر فرشتے ہیبت قوی ہیں مگر انبیاء کی قوتِ الہی سے کہیں بڑھ کر ہے۔ خلیفۃ اللہ کی حکومت دو باتوں سے ہے کہ اُس کو سلطان کا علم اور سلطان کی سی قدرت عطا ہو۔ خلیفۃ اللہ جہانیت کے علاوہ روحانیت میں بھی پورے عالم سے برتر ہوتا ہے۔ علامہ اقبال نے خلافتِ آدم کی بزرگی کو کلیاتِ اقبال قاری (صفحہ ۴۵۶) پر بیان کیا ہے۔ اُس کا مطالعہ دلچسپی کا باعث ہوگا۔

سراسر عبادت مقصودِ خلافت نہیں | تفسیرِ عزیزی میں ہے کہ فرشتے یہ سمجھتے تھے کہ ہم کامل مایہ ہیں جیسا کہ کَحْنُ مَلَكٍ بِمَحْدِكٍ وَنَقْدُ لُكْ

اللہ تعالیٰ کے لفظ اِنْ كُنْتُمْ مُّصَادِقِیْنَ سے مراد یہ تھی کہ جو علیہ ہونے کے ساتھ ساتھ

حق تعالیٰ کے نام اور صفات سے واقف ہو کر اپنے دعوے میں سچا ہے کیونکہ شکر وہی بجا لا سکتا ہے جو ان نعمتوں سے واقف بھی ہو۔ اس بات پر ان کی غلط فہمی دور ہو گئی۔

نہشتہ ہمہ وقت عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور نور ہونے کی وجہ سے شر کے ارتکاب پر قدرت نہیں رکھتے۔ چونکہ اخلاق کمال تو خیر و شر کے تضاد میں سے ہوتا ہے اس لئے وہ اخلاق کمال کے حامل ہو ہی نہیں سکتے تھے۔ جو شخص بدی پر اختیار رکھتا ہو اور بدی سے اجتناب کرے تو وہ اس شخص سے ہزار درجہ بہتر ہے جو بدی پر قدرت ہی نہ رکھتا ہو۔ اس لئے انسان کے اندر بدی کا مادہ پایا جاتا اس کی خلافت کا استحقاق بن گیا صرف انسان میں ہی وہ دس لطائف موجود ہیں جو پوری کائنات کا اشیائے اسکو باخبر کرتے ہیں۔ چنانچہ اس کے علاوہ کوئی خلیفہ بننے کا حقدار نہ تھا۔ انسان کی برتری کی وجہ یہی تھی کہ وہ اپنی نفسانی خواہشات کے ہوتے ہوئے بُرائی سے بچے۔ جو شخص رشوت، زنا، پوری قتل و غارت گری پر قادر ہوتے ہوئے ان فواحش سے بچے تو متقی وہی ہے نہ کہ حیوان فواحش پر دسترس ہی نہیں رکھتا ہو۔

جبریل امین اللہ تعالیٰ سے انسانوں کے درد و سوز،

جبریل آدم پر رشک کرتے ہیں | آرزو غم پنہاں اور لذتِ آہ و فغاں دیکھ کر انسان کا

سایا زود گداز حاصل کرنا چاہتے ہیں اس سلسلے میں

نہمید گلشن رازِ جدید صفحہ ۵۳ پر کلیات اقبال قاری کا ملاحظہ فرمائیں۔

بنالہ از مقام و منزلِ خویش بہ یزداں گویا ز حالِ دلِ خویش
(جبریل اپنے مقام و منزل پر روتے ہیں۔ اور اپنے دل کا حال اللہ تعالیٰ سے کہتے ہیں)
تجلی را چناں عریاں نہ خواہم خواہم جز غم پنہاں نخواہم
(الہی میں تجلیات کو اس طرح عریاں دیکھنا نہیں چاہتا۔ میں تو غم پنہاں کے سوا اور کچھ نہیں چاہتا)
گذشتم از وصالِ جاودا نے کہ بیم لذتِ آہ و فغاں نے
(میں دائمی وصال سے بھی گزرا گیا ہوں۔ کیونکہ میں انسان کے آہ و فغاں کی لذت کو دیکھتا ہوں)
مرار از نیازِ آدمی بجانِ من گدازے آدمی دہ
(مجھے آدم کا سارا راز و نیاز عطا کر۔ بجانِ من گدازے آدمی دہ)
(مجھے آدم کا سارا راز و نیاز عطا کر۔ میرا روح کو آدم کا سا گداز عطا فرما)

درون سینہ آدم چہ نور است چہ نور است اس کہ غیب حضور است

(انسان کے سینے میں یہ کیا نور ہے - یہ نور کیسے ہے کہ ان کے مغیبات بھی حضور کی طرف ہیں)
 گئے نارش زربان و دلیل است - گئے نورش زربان جبریل است
 (کبھی اُسکے دل میں برہان و دلیل کی آگ ہوتی ہے - کبھی اس کے نور میں جبریل کی روح ہوتی ہے)
 چہ نورے جاں و نورے سینہ تابیے - نیر زرد یا شعاعش آفتابیے
 (یہ نور کیا ہے جو روح افزا اور سیرگرمادیتا ہے - اس کی ایک شعاع کے سنے سورج بیچ آتا ہے)

ما ہنوز اندر غلام کائنات او شریک اہتمام کائنات
 ہم تو ابھی کائنات کے اندر بند ہیں لیکن بندہ مومن کائنات کا اہتمام کرتا ہے
 او کلیم و اوسخ و او خلیل او محمد، او کتاب، او جبریل
 انسان کلیم، مسخ اور خلیل بھی بنتا ہے وہ محمد و قرآن اور وہ جبریل بھی بنتا ہے
 آفتاب کائنات اہل دل از شعاع او حیات اہل دل
 وہ اہل دل کی کائنات کے آفتاب پر سحر سے ہل کر دل کی زندگی آتے ہیں

مسحود ملائک آج رسوا کیوں ہے! **بِئِیْ اَذٰہُ** (اللہ تعالیٰ نے انسان کو و لَقَدْ کَتَبْنَا) (اللہ ہم نے)

بتی آدم کی عزت افزائی کی اور اکرام سے نوازا) بنی آدم سے خطاب کیا اور اسے کہا (بقول علامہ قبال)
 ط ترا جو ہر ہے نوری پاک ہے تو - فروغ دیمہ افلاک ہے تو
 ترے صید زبوں افرشتہ و نور - کشا بین شہ لولاک ہے تو
 مگر آج ہم دیکھتے ہیں کہ وہ عزت افزائیاں جو انسان کو دی گئی تھیں ان سے اُسے محروم کر دیا گیا ہے لہذا
 غالب کہتے ہیں کہ

ط ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند - گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں
 ان سوالوں کا جواب یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے قوانین اہل ہیں اس لئے اُس کی سنت میں جبریل نہیں
 ہوتا۔ ابلیس نے اپنی سرکشی کی وجہ سے آدم کو سجدہ نہ کیا تو وہ راندہ درگاہ ہوا۔ آج اگر انسان ابلیس
 کی دکھاں ہوٹا رہوں پر چلنے لگا اور احکام خداوندی سے اعراض کرنے لگا تو اس کے سرے سحر لکھ
 مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَاَلْاَرْضِ کَاتِبٌ یَّحِیُّ بَیِّنًا یَاکُیْلُ مَا یَعْمَلُ

آلہ ہے دم صبح صدا عرش بریں سے - کھو گیا کس طرح ترا جو ہر ادراک
 کس طرح ہو گند ترا نشتر تحقیق - ہوتے نہیں کیوں تجھ سے ستاروں کے جڑیا

مہر و مدد انجام نہیں محض ترے کیوں ۱۱۱ کیوں تری نگاہوں سے ترستے نہیں اٹکا

روشن تو وہ ہوتا ہے جہاں میں نہیں ہوتا - جس آنکھ کے پردوں میں نہیں ہنگر پاک

باقی نہ رہتی تیری وہ آئینہ نمسیر سی - اے کشتہ سنبھالی و مٹلائی و پیری

جب مسلمان نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن چھوڑ دیا اور اس کی یاد سے غافل ہو گیا تو اس نے وہ حاصل کر دیا کہ وہ دیا جس کا بیان گذشتہ مضمون میں ہوا ہے۔

ابلیس (قصہ آدم کو زنگین کر گیا کس کا لہو؟) لغت میں ابلیس بلس سے بنا ہے جس کے

الہی سے نا اُمید ہو گیا تھا اس لئے اس نے مکرو فریب کو اپنا پیشہ اپنایا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ شیطان شطن سے بنا ہے جس کے معنی دُور ہو جانے کے ہیں چونکہ یہ اللہ کی رحمت دُور ہوا اس لئے شیطان کہلایا۔ شیط کے معنی باطل یا جھوٹا ہونے کے بھی ہیں۔

قرآن میں شیطان کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ یہ جتنوں میں سے تھا اور فرشتوں اور انسانوں میں سے چھپا ہوا تھا اس لئے بھی جن کہلایا۔ یہ آگ سے پیدا کیا گیا (وَالْجَانُّ خَلْقُهُ مِنْ قَبْلِ مِنْ تَابِر السَّمُومِ) (سورۃ الحج ۲۷) (یعنی جنوں کو ہم نے ان (انسانوں) سے پہلے ایسی آگ سے پیدا فرمایا جس میں دھواں نہیں تھا) فرشتے تو اسے پیدا کئے گئے اور ان کی اولاد نہیں البتہ شیطان کی اولاد ہے۔

زمین پر عزرائیل کا کارنامہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو جنت میں اور جنوں اور

پھر شیاطین اور جنات نے زمین پر فساد کھڑا کیا تو اللہ تعالیٰ نے عزرائیل کو فرشتوں کی جماعت کے ساتھ روانہ کیا اور اس نے جنات کو زمین سے مار مار کر مہا لڑوں اور جزیروں میں نکال یا ہر کیا۔ اس کام کے صلے میں عزرائیل کو زمین اور پہلے آسمان کی حکومت عطا کر دی اور جنت میں فرشتوں کا معلم بنا دیا۔ اتنے اعزاز حاصل کرنے کے بعد اس میں فخر پیدا ہوا اور خود کو فرشتوں سے افضل سمجھنے لگا حالانکہ ایسا نہ تھا۔ چنانچہ جب انسان کو خلیقہ بنانے کا اعلان کیا گیا تو اس سے مراد یہ تھی کہ سب کو اپنے مقام کا علم ہو جائے اور فرشتوں کے لئے عمل کی وصافیت ہو جائے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے عزرائیل کا فرقرار دیا گیا۔ اس نے زمین اور جنت میں سخت عبادت میں وقت گزارا لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی عبادت قبول نہ تھی۔

فرشتوں کی عبادت کا نذرانہ کوئی صلہ ملتا ہے نہ ہی ان کے دیجات بلند ہوتے ہیں لیکن ایک سجدہ جو آدم علیہ السلام کو کیا گیا وہ لاکھوں سجدوں کا خلاصہ تھا کیونکہ اس نے حق تعالیٰ کو الگ کر دیا۔ شیطان نے اپنی شان کو بلند کرنا چاہا اور ایک سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے گرا دیا گیا اور ان کے لاکھوں سجدے مرفود کر دیئے گئے۔ (نعمی)

علتِ ابلیس اُتخیر بما ست این مرض در نفس ہر مخلوق ہست
(ابلیس کا یہ مرض کہ میں سب بہتر ہوں برابر ہے، لیکن یہ مرض ہر مخلوق کے دل میں موجود ہے)
شیطان کی بھٹ | سورہ اعراف آیت ۶ میں قَالَ فَيَسْأَلُ عَنْ نَفْسِهِ فِي قَالِ کے چار معنی کئے جاتے ہیں مگر انا عرض کرنا، کہتا ہوں اس کرنا اس آیت میں قال کے یہی آخری معنی لئے جاتے ہیں۔ اس نے یہ بکواس کی گالی تونے مجھے کس وجہ سے گمراہ کر دیا میں نے تو کوئی گمراہی کی بات نہیں کی۔ اور میں تیرا عبادت گزار ہوں۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے تیرے گمراہ کرنے کی قسم ہے۔ میں املا دادم کو یہ کھاؤں گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تو نے مجھے گمراہی پیدا فرمادی۔ اس کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تو نے مجھے نقصان میں ڈال دیا اور ایک سجدہ نہ کرنے سے میرے سارے سجدے برباد کر دیئے۔ (روح المعانی) اور اگر کریم لَآ فَعُدَّتْ لَہُمْ صِیْرَاطُکَ الْمُسْتَقِیْمَ کے معنی ہیں کہ میں انکی تاک میں چوروں ڈاکوؤں کی طرح تیرے سیدھے راستہ پر آنیوالوں کی راہ میں مٹیوں کا جب میرے دلوں میں آئیں گے تو ان پر حملہ کر دوں گا اس نے قصص بندہ کے سوا کسی کو معاف نہیں کیا۔ نبی ہر اولیٰ، اور مخلص بندے وہ ہیں جو اللہ کے حکم کو ادا کرنے میں اپنی جان پر بھی کھیل جاتے ہیں۔

اس نے یہ بھی کہا کہ میں بندوں پر آگے پیچھے دائیں بائیں یعنی چاروں طرف سے ان پر حملہ کر دوں گا۔ کیونکہ ان چاروں طرف سے دوست آتے ہیں اس لئے دوستوں کے راستے سے آؤں گا، اور اور نیچے کا نام نہیں لیا۔ کیونکہ اوپر سے رحمت اور نیچے سے عاجزی آتی ہے (تفسیر کبیر)
یہ بھی کہا گیا ہے کہ آگے کا مطلب کہ آخرت غافل کرنا ہے پیچھے سے مراد دنیا ہے جس میں الجھا دیتا ہے۔ دائیں طرف سے مراد ایمان اور عبادت چنانچہ اس سے ہٹاتا ہے بائیں سے مراد گناہ میں پھنساتا ہے۔ حضرت شفیقؑ فرماتے ہیں کہ آگے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان یہ کہتا ہے کہ اللہ سے نہ ڈراتے غفور الرحیم ہے مالا کعبہ غفارین کیلئے ہے جو توبہ کرے ایمان لے اور عمل صالح کرے اِنِّ لَنَعْتَابُكَ ثَمَّ تَابَ وَ اَمِنَ وَعَمِلَ صَالِحًا پیچھے سے کہہ کر

ڈرائیو کے اگر وہ خیرات کر دیا تو بچے بھوکے مر جائیں گے مگر قرآن کتاب ہے وَمَا مِنْ دَآئِبَةٍ فِی الْاٰذِیْنِ وَلَا عَلٰی اللّٰهِ دُرُّ قُهَا
 دائیں طرف سے مراد یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ تو بڑا صوتی اور عاقل ہے لیکن قرآن کہتا ہے کہ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ
 یعنی اگر تو متقی نہیں تو کچھ بھی نہیں اور یائیں طرف سے شہوت میں پھنسا لے اور قرآن کہتا ہے وَجَلَّ بِنَفْسِهِ
 وَبِیْنِ مَا یَشْتَهُوْنَ یعنی رکاوٹ کٹری کر دی جائے گی ان کے درمیان اور جس کی وہ خواہش
 کرتے رہے (سورہ سیا آیت ۴۵)

ابلیس کے اختیارات | ابلیس نے بندوں کو گمراہ کرنے کے لئے جو اختیارات حاصل کئے ہیں
 اس کا ذکر علامہ اقبالؒ نے ابلیس کی مجلس شوریٰ بعنوان ابلیس کا

فرمان اپنے سیاہی فرزندوں کے نام اور دیگر نظموں میں کیا ہے۔ قرآن حدیث اور مستند روایات سے
 معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس حسب ذیل ہتھیاروں سے انسانوں پر حملہ کرتا ہے۔

۱۔ تکبر کی وجہ سے وہ حق کو ناپسند کرتا ہے اور دوسروں کو حقیر جانتا ہے۔ تکبر بدقلبی کا دوسرا
 نام ہے۔ وہ بندوں میں تکبر پیدا کرتا ہے اور ایک دوسرے سے لڑا دیتا ہے۔

۲۔ اس کی عمر نفعہ اہل تک طویل ہے۔ (جب صور پھونکا جائے گا)

۳۔ یہ دلائیں بائیں آگے پیچھے سے حملہ کرتا ہے۔

۴۔ آواز گانا، گال گلوچ، لغویات، مال و دولت اور اولاد کے ذریعے اپنے لشکر سے حملہ
 کرواتا ہے۔

۵۔ اکیلا سب کے پاس پہنچتا ہے اور یہ ایک وقت کر وڑوں جگہوں پر بیٹھا سکتا ہے۔

۶۔ ابلیس اور اس کی اولاد ہم سب کو دیکھتی ہے جبکہ ہم انہیں نہیں دیکھتے۔ کسی پر تصرف کرنے
 کے لئے تین باتیں ضروری ہیں (۱) جس پر تصرف کرے وہ سامنے ہو (۲) اس کے پاس اس کے اور
 (۳) اس میں تصرف کر سکے شیطان کو یہ تینوں حاصل ہیں مگر ایمان اور ابدیئے کرام کو اپنی طاقت
 سے متاثر نہیں کر سکتا۔

۷۔ یہ جہاں پر بھی ہو زمین پر ہو تو آسمانوں میں اور آسمانوں سے زمین پر (دوسرے ڈال سکتا ہے اور
 شخص کے سینے میں بلکہ ایک ایک رگ میں گھوم سکتا ہے۔

روایات میں ہے کہ شیطان نے ایک بار حضرت موسیٰ سے عرض کی کہ آپ مقبول
 بارگاہ الہی ہیں آپ اللہ تعالیٰ سے مجھے معاف دلوادیں اللہ تعالیٰ نے اُس کی درخواست کو قبول کیا لیکن

اس شرط پر کہ وہ آدم علیہ السلام کی قبر کو سجدہ کر دے لیکن بات کو سن کر اُس نے کہا کہ جب آدم زندہ تھے اُس وقت میں نے سجدہ نہیں کیا تو اب مردہ حالت میں اُن کو کیا سجدہ کروں۔ اس بدمردی اور احسان کے بدلے میں اس نے موٹی کوتاہیا کہ میں تین وقتوں پر آدم کو بہت خراب کرتا ہوں ایک غصّہ کی حالت میں جو چاہوں انسان سے کروالیتا ہوں دوسرے جہاد میں کہ میں غازی کو گھر بار یاد دلاتا ہوں اور جہاد سے روکتا ہوں اور تیسرے یہ کہ غیر عورت کے ساتھ خلوت کے موقع پر اس سے زنا کروالیتا ہوں۔ روایات میں ہے کہ ایک لاکھ سال جہنم میں رہنے کے بعد ابلیس کو کہا جائے گا کباب بھی تو یہ کر لے اور آدم کو سجدہ کر دے لیکن وہ پھر نہ ملنے کا چنانچہ دوبارہ جہنم میں جھونک دیا جائے گا اس کا یہ انکار اس لئے ہے کہ اس کی فطرت میں آبی و استکبر ہے۔ ابا، ابا سے بنا ہے جس کے معنی ہیں دانستہ طور پر بلا و صبر انکار کر دینا۔ علامہ اقبالؒ نے ابلیس کے حیلوں کے متعلق بہت سی نظمیں تحریر کی ہیں چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔ ابلیس جبریلؑ کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

میرے مری جرات سے مشتِ خاک میں دھنکو
میرے جتنے جانتے عقل و خرد کا تار و پو
دیکھتا ہے تو فقط ساحل سے رزمِ خیر و شر
کون طوفان کے طمانچے کھا رہا ہے؟ میں کہ تو؟
خضر بھی بے دست پا الیاس بھی بے دست پا
میرے طوفانِ یلیم یلیم، دریا بہ دریا، بخوبی جو
گر کبھی فطرت میرے جو تو پوچھا اللہ سے
قصہ آدم کو رنگین کر گیا کس کا لہو؟
میں کھسکتا ہوں دلِ یزداں میں کانٹے کی طرح
تو فقط! اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو

ابلیس اپنی مجلسِ شوریٰ میں اپنے مشیروں سے کہتا ہے۔

ہے میرے دستِ تعین میں جہانِ رنگ و بو
کیا زمین کیا مہر و مہر، کیا آسمان تو ہے تو
دیکھ لیں گے اپنی آنکھوں سے تماشا غریب و ثقیل
ہم نے جب گرما دیا اقوامِ یورپ کا لہو
کیا امانِ سیاست، کیا کلیسا کے شیوخ
سب کو دیوانہ بنا سکتی ہے میری ایک بو
کب ڈرا سکتے ہیں مجھ کو اشتراکی کوہِ گرد
یہ پریشاں روزِ گلہ، آشفتمعز، آشفتمعز
ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے
جس کی حالتِ بینا ہے اب تک شمارِ آرزو
خالِ خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں و
کرتے ہیں انکبِ سحر گاہی سے جو ظالم وضو
وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمدؐ اُس کے بدن سے نکال دو

اہل ذوق حضرات کلیات اقبال (فارسی اور اردو میں) اشاریہ کی مدد سے اعلیٰ
پرکھ کر تمام اشعار کا مطالعہ کر سکتے ہیں یہاں زیادہ اشعار کا نقل کرتا ہوں قرطاس کا سبب بنے گا۔
علامہ اقبال کا دید نامہ میں شاہ ہمدان سے پوچھتے ہیں کہ شیطان کو کیوں
انسان پر مست کیا گیا۔

از تو خواہم سر بزدان را کلید طاعت از ما خواست و شیطان آفرید
(ہم آپ خدا کے اس جید کلید چاہتے ہیں کہ، خدا ہم سے طاعت چاہتا ہے اور ساتھ ہی شیطان کو پیدا کر دیا ہے)
شاہ ہمدان نے بتایا کہ خدا ضرور (نقصان) سے نفع پیدا کرتا ہے اور شر سے
خیر کو نکالتا ہے اگر انسان اپنی خودی کو قائم رکھے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔

بندہ کنز خویشی دارد خیر آفرید منفعت را از ضرر
(وہ بندہ جو اپنی خودی سے آگاہ ہے، شر آمیز چیزوں سے منفعت حاصل کر سکتا ہے)
بزم بادیواست آدم را زوال بزم بادیواست آدم را ہمال

(شیطان سے دوستی میں انسان کا زوال ہے، اور اس سے جنگ کرنے میں اسے جہاں حاصل ہوتا ہے)

شیطان کس پر حملہ کرتا ہے | شیطان کا قابو ان لوگوں پر ہے جو ایمان کی چاشنی سے خالی ہوں۔
ایمان اس سے بچنے کا قلعہ ہے، تقویٰ اس کے خلاف ہتھیار

ہے مومن، متقی، مومن قاسم، کافر بدکار اور کافر نیک کا شیطان سخت دشمن ہے۔ اللہ سے ڈرتا ہے
اور جلتا بھگتا بھی ہے۔ مجاہد نے لکھا ہے کہ شیطان کہتا ہے کہ ہم سب کو دیکھتے ہیں ہم کو کوئی نہیں
دیکھتا ہم کسی کے قابو نہیں آتے چپکے سے نکل جاتے ہیں۔ ہم بوڑھے ہو کر پھر جوان ہو جاتے ہیں
(کبیر صاوی خان)

شیطان بدکاروں (کفار، ظالم، حاکم غنی، متکبر، سود خور، تاجر اور خاں وغیرہ)
کا دوست ہے اور نیکوں (عادل، حاکم، سچے تاجر، نیک عالم، توبہ کرنے والوں، اچھے اخلاق والوں، عامل
قرآن و نبی، گنہگاروں وغیرہ) سے ڈرتا ہے شیطان کہتا ہے کہ استغفار کرنے والے تو میری کمر
توڑ دیتے ہیں یعنی جب وہ ان کو گمراہ کرتا ہے اور وہ استغفار کرتے ہیں تو شیطان کے چنگل
سے نکل جاتے اور بار بار استغفار سے اس کی کمر ٹوٹ جاتی ہے۔ صوفیائے کرام کا قول ہے کہ جس

عالم کا کوئی بے دین دشمن نہیں ہوتا وہ خود بے دین ہوتا ہے۔ بُری نظر، حرام کلام، حرام طعام اور لوگوں کے ساتھ زیادہ اختلاط سے شیطان انسان پر غلبہ پالیتا ہے۔ عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، گریہ وزاری اور محبتِ خدا سے ابلیس شکست کھا جاتا ہے جب محبتِ دل (کے ایک سیاہ دانہ جسے حبِ سوداء کہتے ہیں) میں آجائے اور اس کے اندرونی حصے فواد میں قرار پا جائے تو کسی بات سے نہیں نکلتی۔ اس سے باہر اگرچہ دنیا کی محبت ہو سکتی ہے مگر فواد میں نہیں جا سکتی۔ کفار کے فواد میں شیاطین بستے ہیں اس لئے لامکانی وسعت کھو بیٹھے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ کوئی بسم اللہ پڑھ کر بیت الخلاء میں جائے تو شیطان اس کا ستر نہیں دیکھتا۔ جس عضو پر تجلی ایمان کم ہو وہیں سے حملہ کرتا ہے اور انسان کے خون کے ساتھ گردش کرتا ہے قصداً اولاد کے لئے مباشرت سے پہلے دعا پڑھی جائے تو اولاد نیک ہوتی ہے۔

بندوں کی شیاطین پر گرفت | ابلیس سب شیاطین کا سردار ہے اور قرین وہ شیطان ہے جو ہر بندے کے ساتھ ہر وقت رہتا ہے شیاطین

نظر نہیں آتے مگر اللہ کے خاص بندے ان کو دیکھ لیتے ہیں اور جب انسان شکل میں ہوں تو نظر آ جاتے ہیں۔ تفسیرِ صاوی میں ہے کہ فرشتے اور جنات دونوں مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں فرشتے اچھی شکل اختیار کرتے ہیں مگر جنات اور شیاطین کتے ریلے سانپ وغیرہ کی شکل میں بھی آ سکتے ہیں۔

اعادیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان پیدا کیا جاتا ہے حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی ایک شیطان تھا مگر وہ آپ کا تابع رہا۔ اعتدال سے زیادہ یا حرام شایہ کے کھانے پینے کی چیزوں کے ساتھ شیطان جسم کی رگ رگ میں داخل ہو جاتا ہے اور خافل لوگوں کے دلوں پر اپنی چونچ رکھ کر مسقط ہو جاتا ہے اور طرح طرح کے دوسے پیدا کرتا ہے۔ شیطان کا کام ہے کہ وہ اچھی باتوں کو بھلا دیتا ہے، بندوں کو اکسا تا ہے اور جب کوئی کسی کو نیکی کی طرف تلقین کرے تو اپنے سر پر خاک ڈالتا ہے۔ اسی لئے ایک فقیر (مبلغ) سو عابدوں پر بھاری ہوتا ہے (مبلغین کا ابلیس سخت دشمن ہے) کوئی عورت بازار سے گزر جائے تو لوگوں کو اس کی طرف فتنہ بن کر مائل کرتا ہے۔ نماز پڑھنے والوں کے دلوں میں سُستی اور غفلت پیدا کرتا ہے۔ بعض اوقات تو دین کے مشلوں سے گمراہ کر دیتا ہے کسی کو کہتا ہے کہ تو تو دکھاوے کی نماز پڑھتا ہے، ایسی نماز سے کیا فائدہ؟ کسی کو کہے گا کہ جب دل میں دوسے آتے ہوں تو نماز نہ پڑھنا بہتر ہے کسی پر غلط قسم کی توحید پیش کر

کے گمراہ کو دیتا ہے کہیں قرآن کی تفسیر میں غلطی تاویل پیش کرتا ہے مگر اسخ العقیدہ صالح بندوں اور اولیائے کرام سے دُور جاگتا ہے۔

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہم نے شیطان کو پکڑ لیا تھا اگر اُسے باندھ دیتے تو دینے کے بچے اُس سے کھلتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یکبار اس کو ستون سے باندھ دیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو تاکہ بیانِ پاکام کرے اور ہم اپنا کام کریں، حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس جن کام کرتے تھے کیونکہ آپ کی حکومت جنتوں پر بھی تھی۔ حضرت ابوہریرہؓ اور امیر معاویہؓ نے بھی شیطان کو پکڑ لیا تھا تو خوشامد کر کے چھوڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اِنَّ الشَّيْطَانَ يَفْرِغُ مِنْ ذَلِّ عَمْرٍاَ رَمَى اللّٰهُ عَنْهُ شَيْطَانُ حَضْرَتِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کے ساتھ سے

ڈرتا ہے گویا جہاں انہیں آتا ہوا دیکھتا اور راستہ چھوڑ جاتا تھا۔ جنت کے لئے جنت نہیں کچھ جنات جہنم میں جائیں گے باقی نغم ہو جائیں گے۔ فرشتے اور نیک جن جنت میں نہیں جائیں گے فرشتہ کو صرف خدمت کے لئے جنت میں رکھا جائے گا۔

ابلیس کے ہتھکنڈے | ابلیس نے انسان کو ہتھیانے کے لئے عجیب عجیب ہتھکنڈے کا استعمال رائج کیا ہے۔ اگر ان ہتھکنڈوں کی پوری تفصیل بیان کی جائے تو یہ ایک طویل داستان پر مشتمل ہوگی چنانچہ چند ایسے طریقے بیان کئے جائیں گے جن سے شیطان بندوں پر قابو پاتا ہے۔ اختصار کے پیش نظر ایسے واقعات کا صرف خلاصہ ہی بیان کیا جائے گا تاکہ مقصد بھی پورا ہو جائے اور لوگوں کو اس سے بچنے کا طریقہ بھی معلوم ہو سکے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے شیطان کا بنیادی کام ہی دھوکہ دینا ہے چنانچہ اس کے سب ہتھکنڈے محض دھوکہ دہی پر استوار ہوتے ہیں۔ چند نمونے ملاحظہ کریں :-

۱۔ ابلیس نے بڑے بڑے علماء و دینداروں کو عورتوں کے چکر میں گرفتار کیا جن میں سے بریسا کا واقعہ مشہور ہے بلعم بعور کو موسیٰ علیہ السلام کے خلاف اُکسایا اپنی طرف سے جھوٹی وحی نازل کر کے بہت سے لوگوں کے ہاتھوں نبوت کے دعوے کو دلے حتیٰ کہ کچھ لوگوں نے خدائی کے دعوے بھی کئے کسی نے مسیح موعود کا دعویٰ کیا، کسی کے لئے نماز، روزے کی عبادت معاف کروادی اور یوں کہا کرتا ہے کہ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ عابد سے عبادت اُٹھ جاتی ہے کسی کو یہ دھوکا دیا کہ احادیث غلط ہیں ان کو نہ مانو کسی کے لئے جہاد معاف کر دیا گیا، کسی کو

یہ کہا نماز تو دل سے ادا ہوتی ہے اعضاء سے نہیں چنانچہ جس کا دل نماز میں رہے اس کے لئے کسی نماز کی ضرورت نہیں اور کسی کو اولیائے کرام اور تصوف کے خلاف اُکسا دیا تاکہ دین اسلام کی یہ تروتازہ شاخ کٹ کر رہ جائے غرضیکہ اس شیطان کا حال اس قدر وسیع ہے کہ اس کا احاطہ بیان میں آنا مشکل ہے۔

۲۔ یہ قصہ تو بہت مشہور ہے کہ کسی بزرگ نے ابلیس سے پوچھا کہ تم لوگوں کو کس طرح آپس میں لڑا دیتے ہو تو اس نے کہا کہ ذرا ٹھہرو اور دیکھو کہ خود ہی شاہدہ کر لو۔ اُس نے علوانی کی دکان سے شیرے میں انگلی ڈبوئی اور دیوار پر شیرہ چپکا دیا۔ اس پر مکھیاں آئیں مکھیتوں پر چھپکل بیکل اور چھپکل پر ایک بلی آئی اور اس بلی پر راہ گیر کا کتا پکا۔ اس کشمکش میں کچھ سامان خراب ہو گیا نتیجہ کتے کے مالک اور علوانی میں لڑائی ہو گئی جو بعد میں فائدہ ناز جنگ کی صورت اختیار کر گئی۔ ابلیس کا کام صرف بُرائی کا ابتداء کرنا ہے جس کی وجہ سے توبت بڑی ریاضیوں تک پہنچ جاتی ہے۔

۳۔ کہتے ہیں کہ عرب میں جہالت کے زمانے میں ایک میلے کے موقع پر کسی قبیلے کے ایک آدمی نے چلتے رستے پر اپنی ٹانگ دراز کر دی اور کہتے لگا کہ اگر کسی کی طاقت ہے تو اس ٹانگ کو رستے سے ہٹا دے۔ ایک اور سر پھر آیا اس نے تلوار نکال کر اس کی ٹانگ الگ کر دی اور گزریا۔ اس کی وجہ سے دونوں قبیلوں میں جنگ ہوئی اور سیکڑوں آدمی مارے گئے یہ سب شیطان کے پھیلانے ہوئے ڈھونگ ہیں اور وہ لوگوں میں اس طرح براۓ کو عام کرتا ہے۔

۴۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ابتدائی ریاضتوں کا قصہ بہت مشہور ہے کہ جب ایک دن جنگل میں وہ ٹھنڈے پانی کی طلب دل میں محسوس کر رہے تھے کہ اتنے میں ابلیس نے فوراً ایک کوزہ پانی کا سامنے لا کر رکھ دیا اور ساتھ ہی بادل بھی نمودار ہو گئے۔ ان بادلوں میں آپ نے ایک کورانہ پہرہ دیکھا جو کہہ رہا تھا اے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ہم تمہاری عبادت سے بہت خوش ہیں اور آج کے دن کے بعد ہم نے اپنی تمام عبادات کا بار تم سے اٹھا دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے فوراً یہ سمجھ لیا کہ جب نئی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت معاف نہ ہوئی تو یہ آواز سولنے شیطان کے اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ جب آپ نے لاجول پڑھا تو یہ بادل ٹھنڈی ہوا اور پانی کا کوزہ سب کچھ غائب ہو گئے۔ ابلیس نے پھر آواز دی اے شیخ میں نے اس مقام پر بہت سے

اولیائے کرام کو گمراہ کیا ہے مگر تم اپنے علم کی وجہ سے بچ گئے ہو۔ آپ نے فرمایا مجھے تو علم کا قریب دینا چاہتا ہے اے لعنتی دور ہو جا مجھے میرے علم نے نہیں بلکہ محض میرے خدا کے فضل نے ہی بچا یا ہے (علم کا گھمنڈ دے کر ابلیس تکبر پیدا کرنا چاہتا تھا مگر آپ بچ گئے)

ہے کہتے ہیں کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے ابلیس پر ایوب علیہ السلام کی تعریف بیان کی تو اس نے کہا کہ اے اللہ! ایوب علیہ السلام اس لئے شکر گزار ہیں کہ ان کو تو نے مال و دولت اور اولاد سے نوازا ہے چنانچہ ایک ایسا طوفان آیا کہ ایوب علیہ السلام کا سب کچھ تباہ ہو گیا اور اولاد بھی نہ رہی۔ ابلیس نے کہا کہ الہی سب کچھ چھین لیتے پر بھی یہ شکر اس لئے کر رہے ہیں کہ ان کو تندرستی تو میسر ہے اور یہ تندرستی ہزار نعمت کے برابر ہوتی ہے چنانچہ آپ سے صحت بھی چھین لی گئی اور آپ پھر بھی عبادت گزاری اور شکر گزاری پر قائم رہے۔ کچھ لوگ مال و دولت کے چھن جانے پر ناشکری کا اظہار کرنے لگتے ہیں اور جب کوئی نعمت چھین جائے تو ابلیس ایسے لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کر دیتا ہے سنا اللہ کے قاص بندوں کے۔ اس کے علاوہ ابلیس کی یہ عادت ہے کہ بد فعلی کرنے والوں کی مدد کرتا ہے نیکی کرنے والوں کی راہ پر میٹھ جاتا ہے اور مبلغوں کی زندگی دو بھر کر دیتا ہے تاکہ لوگوں کی اصلاح نہ کریں اور لوگوں کو ان کی مخالفت پر قائم کر دیتا ہے۔

۴۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برہمنی ہوئی اشاعت اسلام کو روکنے کے لئے ابلیس نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور شیخ نجدی کی شکل میں آکر لوگوں کو اسلام کی اشاعت میں رکاوٹ اور تدارک کے طریقے بتایا کرتا تھا عرب کے بارہ قبیلوں کے ۱۲ افراد کے ہاتھوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کی تدبیر بھی اسی لعین نے پیش کی تھی جو کامیاب نہ ہو سکی گویا انسانی شکل میں آکر یہ کافروں منافقوں و فاسقوں کی بُرائی کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

۵۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب قانہ کعب کے بتوں کو توڑ دیا تو ابلیس نے ہی آپ کو آگ میں ڈالنے کی تدبیر پیش کی تھی تاکہ آئندہ کوئی شخص بتوں کی بے حرمتی نہ کر سکے۔ جب آگ جلائی گئی تو اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈالنا ایک مشکل امر تھا کیونکہ آگ کی لکڑیوں کی بلند سی انسانی پیمانی سے باہر تھی، چنانچہ ابلیس نے انسان کو مغنیق کا پہلی بار تخیل دیا اور کہا کہ اے اللہ! کو مغنیق میں ڈال کر آگ میں پھینکا جائے۔ مگر حیب مغنیق کی رستیوں کو بلانا انسانی طاقت سے باہر ہو گیا

تو ابلیس کو پھر بلایا گیا اُس نے کہا کہ ان رسیوں کو فرشتوں نے پکڑ رکھا ہے اور اگر تم یہاں کوئی بے وفائی کا عمل کرو گے تو فرشتے بھاگ جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ رسیاں پلٹنے لگیں اتنے میں جبریل علیہ السلام اپنی مدد کی پیشکش لے کر آئے اور کہا اگر کوئی حکم ہو تو تلائمیں ابراہیم علیہ السلام نے آپ کو جواب دیا **وَأَمَّا لَكَ فَلَا** یعنی اے جبریل مجھے تیری اعانت کی ضرورت نہیں۔ اس پر جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے خلیل اللہ اپنے رب سے اپنے بچاؤ کی دعا تو مانگیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا **حسبی من سواہی علمہ بحالی** یعنی جب وہ میرے مال کو جانتا ہے تو مجھے عرض کرنے کی کیا ضرورت ہے (جب متحقیق سے ابراہیم علیہ السلام کو پچینک دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو حکم دیا کہ آپ کے لئے سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جائے۔ جبریل علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب مجھے یہ حکم ملا کہ ابراہیم علیہ السلام کو بچاؤ میں نے جنت سے ایک مندر کی چوکی لاکر اُس میں ابراہیم علیہ السلام کو بٹھا دیا اور چونکہ جنت پر آگ حرام ہے اس لئے آگ آپ کے لئے سرد ہو گئی۔ شیطان ہمیشہ اپنی فریب کاری کا بندوبست مکمل کرتا ہے لیکن بندوں کا حال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہو تو اس کا داؤد نہیں چلتا۔

۸۔ اسمعیل علیہ السلام کی قربانی کا واقعہ مشہور ہے وہ کس طرح اسمعیل علیہ السلام امدان کی والدہ کو ہکا تار ہا اور آج بھی حج کے ایام میں شیطان کو لٹکریاں ماری جاتی ہیں۔ اس قصے کو بیان کرنے کی مدت نہیں۔

۹۔ جب طوفان نوح آیا تو ابلیس گدھے کی شکل میں آکر حضرت نوح علیہ السلام سے بازت طلب کرنے کے بعد کشتی میں آیا اور عرض کرنے لگا کہ حضرت آپ نے یہ بددعا کیوں مانگی جس کی وجہ سے طوفان رونما ہوا اور سب لوگ ہلاک ہو گئے۔ اس تھاہی کے باعث آپ کا تبلیغی کام بھی بند ہو گیا اور میرا شیطان کام بھی چوٹ ہو گیا؟ رہایت میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو ابلیس کی اس بات پر بہت افسوس ہوا اور اپنی بددعا پر پشیمان ہو کر بہت روتے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ابلیس کو توبہ کی پیشکش کی تو ابلیس توبہ پر آمادہ ہو گیا۔ اس پر حضرت نوح نے فرمایا کہ تم آدم علیہ السلام کی قبر پر جا کر سجدہ کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمادیں گے لیکن وہ اس شرط پر رضامند نہ ہوا اور کہنے لگا کہ جب آدم علیہ السلام زندہ تھے تو میں نے سجدہ

نہیں کیا! اب اُن کے مُردہ جسم کو کس طرح سجدہ کر سکتا ہوں؟

۱۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے ابلیس کو دیکھا کہ موٹی موٹی رسیاں تیار ہا رہے پوچھا کہ یہ کس لئے بنا رہے ہو تو جواب دیا کہ یہ اولیائے کرام کے لئے پھندے تیار کر رہا ہوں جتنے بایزید بہت حیران ہوئے اور پوچھا کہ میرے لئے کون سی رسی تیار کی ہے؟ اس نے بہت زور سے قہقہہ لگایا اور کہا کہ تم بھی اپنے آپ کو بہت بڑے ولی سمجھتے ہو؟ تم تو ہمارے کسی شمار میں نہیں ہو یہ تو بہت اعلیٰ پایہ ولیوں کو پھلانے کیلئے پھندے تیار کر رہا ہوں۔ (چھوٹے موٹے بندے اس کی نگاہ میں نہیں ہوتے) آپ نے پوچھا تو پھر یہی بتا دو کہ یہ رسی کون سے ولی کے لئے تیار ہو رہی ہے کہنے لگا کہ فلاں ملک میں فلاں پہاڑ پر فلاں نامی بزرگ کے لئے یہ پھندہ تیار ہو رہا ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ تلاش کے بعد جب میں اُس جگہ پہنچا تو پہاڑ کی چوٹی پر فہ بزرگ نمودار ہوئے اور مقدور سے میرا نام پکار کر کہنے لگے اے بایزید! واپس چلے جاؤ تمہیں ہم سے قطعاً کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا کیونکہ ہم تو خود چور کی نظر میں ہیں اور جو چور کی نظر میں ہو اُس کی صحبت محفوظ نہیں ہوتی حضرت بایزید بسطامیؒ یہ گفتگو سن کر ایک بہت بڑا سبق لے کر واپس آئے۔

۲۔ خواجہ عبدالحکیم انصاری نے بتوں میں راقم الحروف سے یہ واقعہ بیان کیا کہ اُنہوں نے بتوں میں ایک ایم اے پاس عورت (خالیا اُس کا نام عطیہ بیان کیا) کو بیعت کیا اور جب وہ عبادات میں مصروف ہوئی تو چند روز میں ہی اُس عورت کو ایک روشنی نظر آنے لگی جو آخر کار اس سے ہمکلام ہوئی اور ہر روز کچھ نصیحت آمیز کلمات اُس کو تحریر کرواتی رہی (مثلاً جھوٹ نہ بولو کسی کا دل نہ دکھاؤ وغیرہ) جب یہ وحی ایک رجب کی شکل اختیار کر گئی تو انصاری صاحب کو وہ رجب طر دکھایا گیا چنانچہ آپ نے فرمایا کہ آج شام کو جب وحی کا سلسلہ شروع ہو تو مجھے بھی ساتھ لے لینا تاکہ میں اُس سے بات کر سکوں۔ چنانچہ انصاری صاحب نے وحی کو نیوالے سے پوچھا کہ تم کون ہو اور یہ کیا لکھوا رہے ہو؟ تو اس روشنی نے جواب دیا کہ ہم اس لڑکی کے رتبہ ہیں اور یہ اس کی ہدایت کے لئے لکھوا رہے ہیں۔ انصاری صاحب نے کہا کیا ہدایت کے لئے قرآن کافی نہیں؟ آواز آئی کہ قرآن اہل بات ہے مگر یہ تو خاص اس عورت کی نصیحت کے لئے ہے اِس پر انصاری نے اُسے بُرا بھلا کہا اور کہا کہ دفع ہو جا اور آئندہ کبھی اس عورت کی طرف رُخ نہ کرنا کہتے ہیں کہ اِس کے بعد

وہ وحی کا نزول بند ہو گیا اور عورت جھوٹی نبی بنتے بنتے رہ گئی فرماتے ہیں اسی طرح ابلیس نے کئی لوگوں سے نبوت کے دعوے کر دئے۔ کاش ایسے جھوٹے نبیوں کا کوئی پیر ہوتا تو وہ نہ بہکتے۔
۱۲۔ اولیائے کرام کہتے ہیں کہ ابلیس کو اتنی طاقت تھیں کہ وہ کسی کو بدی پر مجبور کرے وہ تو فقط پھسلاتا ہے اور اپنا کام قدم بہ قدم کرتا ہے۔ پہلے مرد و عورت کو ایک دوسرے کو دیکھنے کی خواہش پیدا کرتا ہے، پھر بات کرنے اور پھر پاس جانے پر اکساتا ہے اور بالآخر دونوں کو رسوا کر دیتا ہے۔ ہر خواہش پر کہتا ہے کہ اس میں کیا حرج ہے یہ بات کوئی خاص گناہ تو نہیں اور پھر ایسی حالت میں لا پھینکتا ہے کہ خواہ مخواہ گناہ ہو جائے۔ قیامت کے دن بھی یہی کہے گا کہ میں نے تمہیں مجبور تو نہیں کیا تھا میں نے تو تمہیں بدی کی دعوت دی تھی۔

۱۳۔ امام غزالیؒ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک عابد کو جب یہ معلوم ہوا کہ ایک مقام پر لوگوں نے ایک درخت کا پوجا شروع کر دی ہے تو وہ کلہاڑی لے کر روانہ ہوا تاکہ وہ اس درخت کو کاٹ ڈالے اور پوجا کا یہ سلسلہ ختم ہو۔ راستے میں اس کو انسان کی شکل میں شیطان ملا اور اسے منع کیا کہ درخت نہ کاٹے۔ ان دونوں میں جھگڑا ہوا اور دونوں گتہم گتہا ہو گئے۔ اس شخص نے شیطان کو تین چت کر دیا۔ شیطان نے اس عابد کو سمجھایا کہ تم کو درخت میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے اگر روزانہ تکبیر کے نیچے تمہیں تین دینار مل جایا کریں تو تم اس میں سے ایک دینار اپنے لئے ایک دینار قراءت کے لئے اور ایک دینار کسی نیک کام میں صرف کر دیا کرو اور خود رات دن عبادت میں صرف کرو کیا یہ تمہارے حق میں بہتر نہیں، جاؤ اور اپنے لئے نیکی کا سامان اکٹھا کرو۔ وہ عابد مانا گیا اور واپس چلا گیا۔ تین چار روز تک وہ دینار تکیے کے نیچے سے نکلتے رہے اور پھر اچانک بند ہو گئے۔ اس عابد کو غصہ آیا اور پھر کلہاڑی لے کر درخت کو کاٹنے کے لئے نکلا مگر راستے میں شیطان سے جب ٹھٹھ بھڑ ہوئی تو شیطان نے تینوں بار عابد کو چت کر دیا۔ جب اس عابد نے شیطان سے اپنے ہارنے کی وجہ دریافت کی تو شیطان نے کہا کہ پہلی بار جب تم آئے اور لڑے تو یہ لڑائی اللہ کیلئے تھی اس لئے تم غالب رہے مگر دوسری بار تم اللہ کے لئے نہیں بلکہ تین دینار مدد کی خاطر مجھ سے الجھ رہے تھے اس لئے کامیاب نہ ہو سکے (شیطان بندوں کو اس طرح فریب دیکر قابو کرتا ہے)۔
۱۴۔ احادیث میں ہے کہ جب کوئی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو شیطان دوسو سے پیدا کرتا ہے

اور اس کی سب سے زیادہ زود اثر بات یہ ہوتی ہے کہ وہ نمازی کو کہتا ہے جلدی کر، جلدی کر، تیرا فلاں کام ادھورا ہے، فلاں کام ابھی کرتا ہے اس جلدی میں وہ نمازی کی نماز میں خشوع خضوع کو ختم کر دیتا ہے۔

۱۵۔ جب کوئی شخص کسی کو وعظ و نصیحت کرتا ہے اور اگر کسی پر اس وعظ کا اثر ہو جائے تو شیطان اسے کہتا ہے کہ ہاں یہ وعظ والی باتیں تو درست ہیں لیکن تمہارا فلاں کام ٹھیک ہو جائے تو پھر نماز شروع کرنا اور کبھی کہتا ہے کہ کل سے شروع کرنا کیونکہ جوں جوں وقت گزرتا جائے گا اس وعظ کا اثر بھی ختم ہوتا جائے گا اور پھر نماز پڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۱۶۔ رشوت خوروں، چوروں اور کالا دھن کمانے والوں کو شیطان کہتا ہے کہ اگر یہ کام نہ کرو گے تو بچوں کا پیٹ کیسے پالو گے اور ان کیلئے اعلیٰ تربیت اور اعلیٰ مکان کیسے حاصل کر سکو گے اپنا پیٹ بھی تو بھرتا ہے اور پھر امیروں کا استحصال کرنا اور ان کا مال کھانا تو کوئی جرم نہیں، یہ ایسے خیالات ہیں کہ جس سے وہ لوگوں کو بُرائی پر آگستا ہے۔ آج کل منہ گائی کی وجہ سے یہ رشوت کو ہانڈ سمجھنا ابلیس کے گمراہ کن ہتھیاروں کی فہرست بہت طویل ہے طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔

جنت سے نکلوانے کا واقعہ | شیطان کو جب جنت سے نکالا گیا تو اس کے دل میں آدم کی طرف سے سخت حسد پیدا ہو گیا تھا روایات میں ہے کہ

جنت سے نکلے جانے کے باوجود اس کا آنا جانا بند نہیں ہوا تھا اور کبھی وہ جنت سے باہر کھڑا ہو کر خیریں لاتا اور کافروں کو بتاتا۔ اس کا یہ جانا آنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیام میں بند کر دیا گیا۔ منقول ہے کہ اس نے جنت کے دروازے پر مور کو کہا کہ آدم علیہ السلام کو دروازے پر لے آؤ اور سانپ کو کہا کہ مجھے اٹھا کر دیوار تک پہنچا دو تغیر عزیزی میں ہے کہ جب آتنا سامنا ہوا تو ابلیس نے آدم سے کہا کہ مجھ سے آپ کی بڑی بے ادبی ہوئی کہ میں نے آپ کو سجدہ نہیں کیا جس کے سبب سے یہ ناچیز ملعون ہو گیا اب میں چاہتا ہوں کہ اس کا کفارہ ادا کر دوں اور آپ کو ایسے مقام پر پہنچا دوں کہ آپ کا غصہ مجھ پر پانا رہے۔

دوران گفتگو ابلیس نے کہا کہ آپ کو جو موجودہ عزت ملی ہے اس پر

فریفتہ نہ ہو جائیں کیونکہ آخر کار آپ کو موت آنے والی ہے جس سے تمام عیش و آرام ختم ہو جائیں گے۔ آپ نے پوچھا موت کس طرح آئے گی تو ابلیس مردہ جانوروں کی طرح زمین پر گر گیا اور ہاتھ پاؤں مارنے لگا یہ دیکھ کر وہ ڈر گئے اور پوچھنے لگے کہ کیا اس سے بچنے کی کوئی تدبیر ہے؟ آدم علیہ السلام کو علم تو تھا مگر اس وقت بھول گئے جیسے فرمایا: **وَقَعَصَىٰ آدَمُ الشَّجَرَةَ** یعنی آدم اپنے رب کے حکم میں بغزش ہوئی گو یا علم تھا حضور نہ تھا! آپ کو علم تھا اور یہ بھی علم تھا کہ ایسا ہونا ہے جیسے حضرت امام حسینؑ کو علم تھا اور فرماتے تھے کہ کوئی جا نہیں رہا بلکہ بھیجا جا رہا ہوں۔ اس کے بعد ابلیس نے کہا کہ شجر غلد کھا لو جس سے ہمیشہ جنت میں رہو گے۔ آپ نے فرمایا یہ تو سلطنت جانے کا شجر ہے اس سے منع فرمایا گیا ہے اس نے کہا کہ اس درخت سے اس لئے منع نہیں فرمایا کہ تمہیں اس سے کوئی نقصان ہو بلکہ اس لئے منع فرمایا کہ کہیں آپ فرشتے نہ بن جائیں اور ہمیشہ جنت میں نہ رہتے لگیں اس نے کہا کہ اللہ نے آپ کو کھانے سے منع نہیں کیا بلکہ قریب جانے سے منع کیا اور کہا کہ **لَا تَقْرَبُوا** مراد ہے کہ آپ قریب نہ جائیں میں آپ کو لادیتا ہوں اور قسمیں کھائیں کہ میں آپ کی خیر خواہی کر رہا ہوں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے سوچا کہ خدا کی جھوٹی قسمیں کون کھا سکتا ہے ان کو یہ خیال نہ رہا کہ اللہ سے پوچھ لیں اور یہی بھول ہو گئی۔ ایسی بھول کہیں طاری ہوتی ہے۔ جیسے یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کو بھیجنے کے وقت اللہ کے پیر و کرنا بھول گئے تھے تو پہل جدا ہے لیکن ان بزرگوں کی بھول میں بھی رحمت ہوتی ہے جس سے ان کو مصر کی سلطنت مل۔ اسی طرح گو حضرت آدم جنت سے باہر بھیجے گئے مگر آپ کے درجات بلند کئے گئے اور آپ کو خلعت عطاء ہوئی۔ تفسیر عزیزی میں ہے کہ ابلیس نے بی بی تھا کو رضامند کیا اور انہوں نے وہ دانہ کھا لیا۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت آدم کو بھی رضامند کر لیا اور دانہ کھلایا چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام ہانپ اور مور کو بھی جنت سے نکال دیا گیا اور کہا کہ ایک خاص مدت تک تمہیں دنیا میں رہنا ہو گا جہاں ایک دوسرے کے ساتھ دشمنی ہوگی۔ اور پھر جنت میں بلا یا جائے گا۔ دانہ کھانا خطا اجتہادی تھی | مفسرین کا قول ہے کہ دانہ کھانا گناہ نہ تھا بلکہ یہ خطا اجتہادی تھی۔ آپ نے سوچا یہ معمول سی منہا ہی ہے۔ جنات الابرار

سیئات المقربون۔ بڑی نیکیاں مقربین کے گناہوں کے برابر ہوتی ہیں) لیکن ایسی خطا بھی پیچیدہ
کے شان کے شایاں نہیں ہوتی۔

اولاد آدم کو نصیحت | سورہ اعراف آیت ۲۷ تک یہ قصہ بتی تورع انسان کو سنایا جا رہا
ہے کہ ہم نے آدم کو رشک جہر و ماہ بنایا اور اس میں اپنی روح پھونکی۔ توری

مخلوق کو ان کی تعظیم کے لئے سزبجو دکرایا ابلیس نے سجدہ نہ کیا اور اس کی وجہ بھی بیان فرمائی۔ شیطان کے
ساتھ مکمل گفتگو کا خلاصہ بھی بیان فرمایا۔ شیطان پر اپنے عتاب کا ذکر کیا۔ اس کے بعد ابلیس نے مہلت
مانگی اور اسے مہلت بھی دیدی گئی اور گمراہ کرنے کی طاقت بھی دے دی گئی۔ آدم کے حسد نے اس کو
اتنا اس باختمہ کر دیا کہ وہ اپنے خالق سے ایسی گفتگو کرنے لگا جو ایک معمولی شخص سے بھی روا نہیں
اور کہا کہ سجدہ نہ کرنے کے جرم میں توتے مجھے دھسکا رہے لہذا انسانوں کو میں اپنے مکر و فریب کے شکنجے میں
یوں کسوں گا کہ وہ ترے نافرمان اور میرے فرماں بردار بن جائیں گے وہ اس بات پر سچ پاہور ہاتھا
کہ اس کو ایسا حکم ہی کیوں دیا جس کی تعمیل نہ ہونے کی وجہ سے وہ گمراہ قرار دیا گیا۔

آدم علیہ السلام کی معافی | سورہ بقرہ آیت نمبر ۳۷ میں ارشاد ہے۔

فَتَلَمَّحْنِي اَدَمُ مِنْ ثَرَاتِهِ كَلِمَاتٍ
پس سیکھ لئے اللہ تعالیٰ سے آدم علیہ السلام
کچھ کلمات تو ان کی توبہ کو اللہ نے قبول کیا۔

حانہ کھانے کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے ان کو کچھ کلمات سکھائے تاکہ وہ

مغفرت طلب کریں آپ زمین پر اگر استغفار پڑھتے رہے اور کثرت سے آہ و زاری کرتے
رہتے اگرچہ حضرت داؤد علیہ السلام کثیر البکاء تھے اور آپ کے آنسو تمام روئے زمین والوں کے
آنسوؤں سے زیادہ ہیں۔ مگر حضرت آدم علیہ السلام اس قدر رُوسے کہ آپ کے آنسو حضرت داؤد
علیہ السلام اور تمام اہل زمین کے آنسوؤں سے بڑھ گئے (خازن) آپ نے زمین پر آنے کے بعد
تین سو سال تک شرم سے آسمان کی طرف متہ نہ اٹھایا۔ یہ گریہ و زاری، توبہ پرندامت اور اللہ سے
محبت کی وجہ سے تھی۔ مثنوی مولانا روم میں روایت ہے کہ مجنوں نے ایک بار اللہ تعالیٰ سے عرض
کی کہ الہی مجھے عشق لیل ادا دے کہ اس مصیبت میں کیوں ڈال دیا کہ تمام دنیا میں رسوا ہو گیا ہوں یہاں
کا لڑتیں سب بھول گیا ہوں۔ جواب ملا۔ عمر

عشق لیلیٰ نیست ای کارمن است / حسن لیلیٰ عکس رخسار من است
(یہ لیلیٰ کا عشق نہیں بلکہ یہ تو میرا کام ہے ، لیلیٰ کا حسن میرے چہرے کا عکس ہے)
خوش بہ آید نالہ شب ہائے تو / ذوق بادارم بہ یارب ہائے تو
(تیری راتوں کی آہ و زاری مجھے بہت پسند ہے ، اور مجھے تیرے یارب کے لفاظ بہت پسند لگتے ہیں)
یعنی لیلیٰ کا رخسار آئینہ جمالِ یارب ہے۔ روح البیان میں ہے کہ بظاہر حضرت
یعقوب علیہ السلام یوسف کی محبت میں رورہے تھے مگر دراصل انہیں خالقِ یوسف کی محبت ملا
رہی تھی۔ وہ کنعان میں یوسف علیہ السلام کے ہر حال کو دیکھ رہے تھے۔

حاکم، طبرانی، الوعیسم، بیہقی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت
کی گئی ہے کہ جب آدم علیہ السلام پر عتاب ہوا تو آپ فکر تو بہ میں حیران تھے۔ اس پریشانی کے عالم
میں یاد آیا کہ وقتِ پیدائش میں نے سر اٹھا کر دیکھا تھا کہ عرش پر لالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کھا ہوا
تھا میں سمجھتا تھا کہ بارگاہِ الہی میں یہ ترتیب کسی کو میسر نہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ ان کا نام
اپنے نام اقدس کے ساتھ عرش پر مکتوب فرمایا۔ لہذا انہوں نے اپنی دعا میں مَرَّتِنَا ظَلَمْنَا کے
ساتھ یہ عرض کیا۔

اَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اَنْ تَغْفِرَ لِي
میں سوال کرتا ہوں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کے توسل سے کہ مجھے معافی عطا فرما۔

ابن منذر کی روایت میں ہے کہ آپ نے یہ دعا فرمائی تو فوراً توبہ قبول ہو گئی۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ
بِحَقِّ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ
وَكَرَامَتِهِ عَلَیْكَ وَ
اَنْ تَغْفِرَ لِيْ خَطِیْئَتِیْ۔
یا رب میں تجھ سے تیرے خاص بندے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جاہ و مرتبت کے طفیل
اور اس کرامت کے صفت میں جو انہیں تیرے دربار
میں حاصل ہے مغفرت چاہتا ہوں۔

اعترافِ آدم علیہ السلام اور ابلیس کی سرکشی | خلافتِ آدم کے لئے فرشتوں نے پہلے
توبہ ظاہر کیا کہ وہ آدم علیہ السلام سے
بہتر ہیں لیکن جب ان پر آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر ہو گئی تو وہ سجدے کے لئے رضا مند

ہو گئے اور یہ نہیں کہا کہ اے اللہ جب تو نے ہمیں اسماء کا علم ہی نہیں دیا تو ہمارا اس میں کیا قصور ہے چنانچہ انہوں نے آدم علیہ السلام کے خلاف بات کر کے پھر رجوع کر لیا اور یہی اصل توبہ ہے۔

دوسری توبت ابلیس کے ساتھ پیش آئی کہ وہ اس بات پر اڑ گیا کہ وہ آدم افضل تھا اس لئے سجدہ نہیں کرے گا چنانچہ اس نے کھلم کھلا انکار کر دیا اور اس انکار کا الزام بھی اللہ پر رکھا اور کہا کہ الہی توبہ نہیں چاہتا تھا کہ میں سجدہ کروں یعنی اس کی گمراہی نعوذ باللہ خدا کی وجہ سے تھی۔ اس انکار تکبر اور ضد کا وجہ سے وہ مردود قرار دیا گیا۔

تیسری توبت آدم علیہ السلام کے ساتھ پیش آئی کہ اُن کو اس درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا گیا مگر ابلیس نے چالبازی کے ساتھ اُس درخت کا دانہ کھانے پر راضی کر لیا جب آدم علیہ السلام سے دانہ کھانے کے بعد جنت کا لباس اتار گیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں پکارا۔ اُس وقت اُن کی آنکھیں شرم سے جھک گئیں اور لغزش کا اعتراف کر لیا۔ آپ کے اس اعتراف پر اللہ تعالیٰ نے اُن پر رحم کیا اور دنیا میں عمر گزارنے کے بعد دوبارہ جنت عطا کرنے کا وعدہ فرمایا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر نیت درست ہو تو ہر کوئی اللہ تعالیٰ کو غفور رحیم پاتا ہے۔

آدم کا نزول دنیا | فرشتوں کو حکم ہوا کہ ان سب کو جنت سے زمین پر اتار دینا چنانچہ آدم علیہ السلام کو ہندوستان میں سراندیپ کے اس پہاڑ پر اتارا گیا

جس کو کوہ تور کہتے ہیں اور حضرت خا کو سامی عرب میں حیدم کے مقام پر، مور کو مرج الہند میں اور شیطان کو غسان کے جنگل میں اتارا گیا جو کہ بصرے سے کچھ فاصلے پر ہے جہاں یا جوج ماجوج کی دیوار پائی جاتی ہے سانپ کو بھستان یا اصفہان میں اتارا، وہاں ابھی تک سانپ زیادہ ہوتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو کھیتی باڑی کی مشقت ملی۔ حضرت خا کو حیض و حمل اور کمی عقل میراث میں ملی۔ سانپ کے پاؤں غائب کر دیئے گئے، مور کے پاؤں بد شکل ہو گئے۔ ابلیس کی شکل مسخ کر دی گئی ہندوستان کی زمین اس لئے ہری بھری ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے جسم کے ساتھ جنت کے کچھ پتے آگئے تھے اور یہ پتے جس درخت پر بیٹھے وہ ہمیشہ کیلے منور شداد میں جاتا آدم علیہ السلام مختلف قسم کے بیج، تین قسم کے پھل اور جبراسو۔

اور وہ عصا جس کی لمبائی دس گز تھی جو بعد میں موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں آیا آپ ساتھ لے گئے۔ کچھ سونا چاندی اور کھیتی باڑی کے اوزار بھی ساتھ لائے تین قسم کے پھلوں میں سے ایک وہ تھا جو پوسے کھائے جلتے ہیں۔ دوسرے جن کا اُپر کا حصہ کھایا جاتا ہے اور گٹھل پھینک دی جاتی ہے تیسرا جن کا چھلکا پھینک دیا جاتا ہے اور اندرون حصہ کھایا جاتا ہے۔

جب آپ زمین پر آئے تو سخت گھبرا گئے۔ جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے بلند آواز سے آذان کی جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اِسمِ گرامی سنا تو طبیعت سنبھل گئی اور وحشت دور ہوئی ان تمام واقعات کو شاہ عبدالعزیز نے بہت تفصیل کے ساتھ جمع فرمایا ہے جن کو مکمل طور پر بیان کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔

آدم اور ابلیس کی اللہ تعالیٰ سے گفتگو | حضرت عبید بن جریج کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں کہ ابلیس لعین نے حق تعالیٰ سے

عرض کیا کہ الہی تو نے مجھے آدم کی وصیہ سے جنت نکالا اور میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکوں گا مگر تیری طاقت کیسا تہ حق تعالیٰ نے فرمایا مجھے ہماری طرف طاقت دی گئی۔ اس نے پھر کہا الہی اور طاقت دے۔ فرمایا مجھ پر آدم کے بچے پیدا ہوں گے تیرے بھی اتنے ہی بچے پیدا ہوں گے اس نے کہا۔ الہی اور طاقت دے فرمایا میں ان کے سینوں کو تیرا گھر بنا دوں گا۔ اور انہیں اتنی طاقت دی جاوے گی کہ ان کی رگ رگ میں گھوم سکو گے کہنے لگا اور طاقت دیجئے۔ فرمایا ان پر حملہ کر اپنے سواروں اور پیادوں کیساتھ اور ان کے کاموں میں شرکت کر اور جیسے چاہے ان سے وعدے کر اور شیطان کا ہر وعدہ دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔

پھر آدم علیہ السلام نے عرض کیا الہی تو نے شیطان کو مجھ پر مسلط کر دیا ہے اور میں تیری

امداد کے بغیر اس سے نہ بچ سکوں گا حق تعالیٰ نے فرمایا تیرے ہاں جو بھی بچہ پیدا ہوگا اس کی حفاظت کیلئے میں اپنے محافظ (فرشتے) مقرر کر دوں گا۔ آدم نے عرض کیا الہی اور قوت عطا فرما۔ فرمایا ایک نیکی دس نیکی کے برابر ہوگی، بلکہ اس سے بھی زیادہ اور بدی صرف ایک لکھی جائے گی یا اس کو بھی مٹا دوں گا۔ عرض کیا الہی اور زیادہ قوت دے۔ فرمایا جب تک حیم میں جان رہے گی، تو یہ کامدانہ کھلا رہے گا۔ پھر عرض کیا الہی اور زیادہ قوت دے۔ فرمایا اے میرے بندوختہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اللہ کی رحمت مایوس نہ ہونا بے شک اللہ تعالیٰ سب کے سب گناہ معاف کر دیکر بے شک وہ سب گناہوں کو معاف کرنے والا اور سب سے زیادہ مہربان ہے۔

اسلام

لغت اسلام کا مادہ اشتقاق سَلَّمَ ہے جس کے معنی محفوظ رہنے کے ہیں امام راعب
السَّلَامُ وَالسَّلَامَةُ کے معنی ظہری اور باطنی آفات سے پاک اور محفوظ رہنا لکھتے

ہیں قرآن میں یَقْلِبُ سُلَيْمًا (الشعراء ۷۷) یعنی پاک دل کا ذکر آیا ہے یعنی جو پاک دل لے کر آیا
وہ پتھر جیسے گامراویہ کہ جو دل دغا اور کھوٹ سے پاک ہو وہ سلامتی باطن کو ظاہر کرتا ہے اور
ظاہری عیوب کی سلامتی کے لئے فرمایا مَسَلَمَةً لَا شَيْءَ فِيهَا (البقرہ: ۱۷۷) یعنی اس میں کسی
طرح کا داغ نہ ہو۔ سلامتی کے چار مفہوم ہیں (۱) خود امن اور سکون پانا (۲) ماننا یا تسلیم کرنا (۳) آ
صلح اور آشتی کا پایا جانا (۴) (۲) مَسَلَمَ کا مفہوم عظمت بھی ہے جو اسلام کے علاوہ کسی مذہب
میں نہیں کیونکہ سلام اُنچے درخت کو بھی کہتے ہیں۔ اور سَلَّمَ سیرٹی کو بھی کہا جاتا ہے ان
تمام بلند چیزوں کی طرح اسلام بھی ہر ایک بند خواہ کی دسترس سے باہر ہے۔

اسلام کے لازمی معنی امن و عافیت کو پالینے اور ہر قسم کے خوف و خطر سے
محفوظ ہو جانے کے ہیں چنانچہ مسلمان لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ کی مصداق
بن جاتا ہے حدیث شریف میں ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ وید یعنی مسلمان
وہ ہے جس کا زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان کی جان و مال اور عزت و اکبر و محفوظ ہوں (بخاری)
قرآن میں اسلام کا لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ان تمام آیات کا یہاں
بیان کرنا ممکن نہیں مختصر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ صحیح معنی میں سے اللہ تعالیٰ کے وصف اسلام کے
ساتھ موصوف ہونے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت اور سلامتی کے ہونے، جنت عطا کرنے،
اچھی بات کہنے، مرد و عورت و عورتوں کے سلامتی ہونے، صلح و آشتی پر مائل ہونے، صحیح
سالم ہونے، کسی کا غلام ہونے اُنچے درخت یا سیرٹی کا ہونے، قضاء و قدر الہی کے سامنے تسلیم
نہم کرتے، رضا الہی کے تابع ہونے، فرماں بردار ہونے وغیرہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔

اصطلاحی اصطلاح میں اسلام اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، اقامت
تعریف صلوٰۃ، اداۃ زکوٰۃ (بشرط نصاب)، صوم رمضان کا رکھنا اور بشرط استطاعت

حج کرنے کا نام ہے یہ پانچ اسلام کے ارکان کہلاتے ہیں اور ارکان اسلام کی عملی تصدیق کرنا اسلام کہلاتا ہے حدیث جبریل علیہ السلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو اس امر کا اعتراف کرے اور شہادت دے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں اور (پھر) تو نماز کو ادا کرے، زکوٰۃ دے، رمضان کے روزے رکھے، اور اگر تجھے زادرا میسر ہو (تو) خانہ کعبہ کا حج کرے۔

نظریہ ایک عظیم قوت ہے۔ جس قوم یا مذہب کا کوئی نظریہ نہیں اس کی کوئی اسلامی نظریات۔ قوت نہیں۔ مسلمانوں کا نظریہ ایمان ہی ان کی سب سے بڑی قوت ہے۔ اسلام کا نظریہ حیات اور نظریہ آخرت اس کے ماننے والوں کو نیک مقاصد کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور تمام بدکاریوں سے دور رکھتا ہے۔ اسلام کے مقاصد جاوید نظر اور زندہ جاوید ہیں اس کے مقاصد کی طرف آنے سے حیات جاوداں عطا ہوتی ہے۔ اسلامی نظریات مسلمان کو شرافت، رفقہ توازن اور حقیقی عظمت عطا کرتا ہے اور اسلامی نظریات مسلمانوں کے لئے نظام قانون، تعلیم، سیاست معاشیات اور انسانیت وغیرہ کی بنیادوں کو استوار کرتے ہیں۔

اسلام مسلمان کو سادہ زندگی کی تلقین، لایعنی عقائد سے دوری، امن و عالم کی کفالت، عظمت انسانیت کا درس، موت کی دسترس سے بے غوفی، حسن و صداقت کی حمایت، حقوق کی نگہداشت، دنیا اور دین کی پیوستگی، فرد و ملت میں ربط، روحانی قدر و عمل کی بیداری، تفکر و تعقّف فی الکائنات، علوم و فنون کی خدمت، ایمان کے ساتھ استدلال کی مناسبت، اچھوں اور بدوں میں تمیز کی راہیں روشن کرنا اور سبق دینا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے نظریات کے خلاف آج تک کسی ذہنی عقل انسان نے قلم نہیں اٹھایا، بلکہ ہزاروں مفکروں اور اہل قلم نے اس کی مدح سرائی کی ہے۔

قرآن نے ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔ قرآن کو الفرقان اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ جائز و ناجائز، حلال و حرام، علوم کی اچھا بڑی حق و باطل میں فرق بیان کرتا ہے یہ ہمیں دفاع کی قوت اور کمزوری، امن اور فساد میں فرق، جرائم و فواحش کے مقابلہ میں اخلاق کریمہ، افلاس کی جگہ خوشحالی، امراض کے بے میں صحت، انتشار کے بجائے ربط و ملت کے فرق کو واضح طور پر بیان کرتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی حکمت اور علم کی خبر دی ہے فرماتے ہیں کہ اگر میرے اڈنٹل کی رسی بھی گم ہو جاتے تو میں قرآن سے اس کا پتہ لگا لیتا ہوں۔ ایک عالم اور حکیم کا کہنا ہے کہ دنیا کا کوئی مرض ایسا نہیں جس کا علاج قرآن میں موجود نہ ہو۔ مسلمانوں کے لئے یہ شکر کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے دین کی دولت سے نوازا ہے جس کی مثال کہیں نظر نہیں آتی۔ اسے کاش مسلمان دین کو چھوڑ کر بے دینی کی زندگی نہ بسر کریں تاکہ وہ اس دنیا میں اپنا مقام حاصل کر سکیں۔ ایک فرد بھی اگر بے دینی کی زندگی بسر کرتا ہے تو شاید وہ یہ نہیں جانتا کہ وہ اسلام کے چہرے پر ایک بدنام داغ بن کر اسلام کی بدنامی کا سبب بن رہا ہے۔ ایسا شخص روزِ قیامت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا منہ کس طرح دکھائے گا۔

خلاصہ کلام | اسلام مسلمان سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ پورا پورا اسلام میں داخل ہو جائے اور صرف نام کا مسلمان نہ کہلائے۔ یہ بات صرف اسی طرح ممکن ہو سکتی ہے کہ وہ اپنا وقت لغویات میں ضائع نہ کرے بلکہ اسلام کے محض خواتین، جو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے نکات کی شکل میں ظاہر کئے ہیں، کو معلوم کرے۔ ان پر غور و فکر کرے اور اپنی تحقیق کے ذریعے ان میں سے جو حقائق وہ دریافت کر سکتا ہے آشکار کرے۔

یاد رہے کہ، قومی اصلاح کا لازماً صرف ایک بات میں مضمر ہے اور وہ یہ کہ قوم کے افراد نماز و روزہ کی عبادت پر پابندی حاصل کریں۔ راقم الحروف کا اس بات پر یقین ہے کہ اگر کسی مرد صالح کی محبت اختیار کی جائے تو ہر مسلمان نماز کی سیر طری سے اسلام کے دیگر ارکان اور بلند مقامات تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔ اس میں علم، عمل، اور عشق خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چاشنی پیدا ہو سکتی ہے۔ ایسے اشخاص جلدی اپنے اندر دینی اور دنیاوی انقلاب پیدا کر سکتے ہیں اور معیشت، تحقیق اور تخلیق کے اعتبار سے رفتہ رفتہ پوری دنیا کی رہنمائی کر سکتے ہیں علامہ اقبالؒ نے سب سے پہلے جوانوں کی خودی کو بیدار کرنے پر بہت زور دیا ہے۔ جن کا مختصر بیان "ملتِ اسلامیہ کے چراغ" کے عنوان سے ہماری تصنیف "مذہبِ ملت" میں شامل کر دیا گیا ہے۔

اسلام جہادِ زندگی ہے اور دوسری جنگِ عظیم کے اختتام پر لندن کے اخبار ٹیلیگراف نے ایک مضمون لکھا تھا کہ گزشتہ ۲۰ برسوں میں ہم نے اپنے جوانوں کو ٹینس اور گولف سکھایا اور انہیں جہاد

زندگی کے لئے تیار نہیں کیا جس کی سزا ہمیں آج بھگتنی پڑی۔ فرانس کے صدر پمپیان نے ۲۲ جون ۱۹۴۰ء والی اپنی ریڈیو کی تقریر میں شکست کی وجہ ساندو سامان کی کمی کو قرار نہیں دیا اور نہ ہیایت واضح الفاظ میں کہا کہ یہ شکست ہمیں ہٹلر نے نہیں دی بلکہ ہمارے تو جوانوں نے دی جن کا کام کھانا پینا اور عیش کرنا تھا۔ چنانچہ تو جوان طبقہ کسی قوم کی دیرمد کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے اگر ان میں صرف نمازی کا شوق پیدا کر دیا جائے تو جلد ہی بلندیوں کی طرف پرواز کر سکتے ہیں۔ نماز ہی دین کا ستون ہے اور یہی جہاد زندگی سکھاتا ہے۔

مذہب سے دوری

دشمنان اسلام کا منصبِ اولین | مسلمانوں کو اسلام سے دور رکھنا دشمنان اسلام کا دینہ منصب ہے۔ غلط لٹریچر، بیہودہ لباس، بے گانہ مذہب خیالات، بے دینی کی اساس پر یعنی تعلیم، گستاخ خیالات، کلام اور اظہار خیال کی آزادی مذہب کے لوگوں کو تقسیم کر کے ان میں پھوٹ ڈالتا، فرقہ بندی کو ہوادینہ مختلف آدموں کے طرف لوگوں کا دھیان منتشر کرتا، روزی کے مسائل پیدا کرنا اور پھر اپنے حامی خیالات والوں کی امداد کرنا، خفیہ سوسائٹیوں کے ذریعہ مسلمانوں میں انتشار پھیلانا، نئے فیشنوں، عوام کو غریبانی اور کھلی مجلس کے دلدادہ بنانا، شراب، سیٹھاؤں اور غلط فلموں سے اخلاق سوزی کرنا، ملاؤں، عاملوں، پیروں اور خلافتِ اسلامیہ کے خلاف ہم چلا کر انہیں رسوا کرنا وغیرہم کئی ایسے ہتھیار ہیں جو مسلمان کو مذہب سے دور بھیلانے کا کریمیاں ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ اگر مسلمان بیدار ہو گیا تو دنیا کے تختے سے ان کا نام فشان مٹ جائے گا۔ ان دشمنان اسلام کی پوری طاقت اس کام میں مشغول ہے اور بے پناہ دولت مسلمانوں کی گمراہی کی طرف خرچ کی جا رہی ہے۔ خود ہمارے لوگوں کو خرید کر ان سے ایسے کام کروائے جا رہے ہیں کہ جن سے ملتِ اسلامیہ کو ضعف پہنچے۔ اس کام کی ابتداء منافقین مکہ اور عبداللہ بن ابی سے ہوئی اور آخر میں مشرق وسطیٰ اور مغربی ممالک نے اس کا بیڑا اٹھایا۔ لارنس آف عربیہ کے میموائرزدیکھئے کہ اس نے سلطنت عثمانیہ اور عربوں میں کس طرح پھوٹ ڈالی اور مسلمانوں کے مذہب میں کتنے اخلاقیات پیدا کر دیئے۔ علامہ

نے ابلیس کی مجلس شوریٰ کی عکاسی یوں کی ہے۔

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس آمت سے ہے
خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ
جانتا ہے جس پر روش باطن ایام سے
عمر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف
الحمد آئین پیغمبر سے سوار الحذر
چشم عالم سے ہے پوشیدہ یہ عالم تو خوب
ہے یہی بہتر الہیات میں اُلجھا رہے
جس کی طاقت میں ہے اب تک شمارِ آرزو
کرتے ہیں اشک سحر گاہی سے جو ظالم وضو
مزدکیت فتنہ فردا نہیں، اسلام ہے
ہوتے جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں
حافظ ناموس زن، مردانہ، مردِ آفریں
یہ غنیمت ہے کہ خود مومن ہے محروم یقین
یہ کتاب اللہ کی تاویلات میں اُلجھا رہے

غیر اسلامی زندگی کی تباہ کاریاں | فرمان باری تعالیٰ ہے کہ تم میری سنت میں تبدیلی ہرگز نہیں
پاؤ گے وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا (الصغ ۳۲)

منتقل ہے کہ ایک بزرگ نے کچھ ایسی دعا مانگی جس کے جواب میں اُسے تدریجہ الہام بتایا گیا کہ ایسا
سوال مت کرو جس میں ہماری سنت میں تبدیلی کرنا ضروری ہو اور تمہیں معلوم ہے کہ ہم اپنی سنت کو
کبھی نہیں بدلتے (إِلَّا مَشَاءَ اللَّهِ) چنانچہ اگر ایک کافر اللہ کے احکام کی پیروی کرتا ہے
تو اس کو خدا کا مقرر کردہ اجر ضرور ملے گا اور اگر ایک مسلمان بھی نافرمانی کرے تو وہ بھی اس کی سزا پا کر
بہرے گا۔ کئی بار ایسا ہوا اور بزرگوں نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ کسی بُرے کام کی سزا خواہ ۳۰ سال کے
بعد ملے مگر ملتی ضرور ہے۔ چنانچہ دینی معاملات میں کسی قسم کی کوتاہی کی سزا، آخرت میں تو درکار دنیا میں
بھی مل جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ نصرت سے بے عمل لوگ محروم رہ جاتے ہیں اور باعمل کافر دنیا
میں سرفراز کئے جاتے ہیں۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ عبادتِ الہی میں بے شمار، دنیاوی، آخری فوائد
مرتب ہوتے ہیں ہماری تصنیف ”دُرّ نماز“ میں نماز کے ذریعے عطا ہونے والی خوبوں کا بیان
ملاحظہ کریں تو محسوس ہوگا کہ وہ شخص اول درجے کا احمق ہے جو ردن بحر کی آدھ گھنٹہ میں ادا ہو
جانے والے پانچ نمازوں کو ترک کرنے پر ایک ابو عظیم سے خود کو محروم کر رہا ہے۔ اس میں کوئی
شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا کی مسخر و مثنیٰ کو دین کی پیروی کے بدلے عطا کرنے کا وعدہ

کیا ہے۔ قرآن میں ہے کہ انسان تو بھل چیزوں کی شدت سے محبت رکھتا ہے وَ اِنَّهُ لَحَبِیْبُ الْخَیْرِ لَکِنَّ یَذَلُّ بِالْعِیْبِیَّتِ: ہمارا ابلیس نے اپنی مکاری سے اس (دنیاوی اور اخروی) خیر کثیر سے لوگوں کو دور کر دیا ہے قرآن کی آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہیں تو وہی حقیقی بادشاہ ہیں لیکن ابلیس لوگوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ حرام ذرائع سے مال جمع کیا جائے اور غلط طریقوں سے عزت حاصل کی جائے شیطان کے دھوکے میں آجانے والے لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ شیطان کا ہر وعدہ دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔

یہ وہ زمانہ ہے جسے بھی دیکھو شیطان کے ان ڈھکوسلوں سے متاثر ہو کر ٹوٹ کھسوٹ، مار دھاڑ، چوری چکاری، خود غرضی، رشوت ستانی، زنا کاری اور جرائم کی چیرہ دستی میں مصروف رہے اور ایسی سیاہ کاریاں کو مال و دولت اور عزت کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ شیطان کے ہتھکنڈوں کے فریب خوردہ، یہ خود غرض، سنگدل، لٹیرے، ملحد، بے سکون اور بے چین، حیا اور عصمت کا جامہ پاک کئے ہوئے لوگ، مادر پدر آزاد، مذہب کی پاشتی سے دور بھاگنے والے لوگ، اپنے اغراض کو حاصل کرنے والے لوگ، مذہب و اخلاق اور تہذیب کا حدود کو توڑ کر دل میں دڑہ برابر بھی ملال محسوس نہیں کرتے یہ لوگ غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں کی حق تلفی سے اپنے مزارات پر جعل عزت و ناموس کے بڑے بڑے کتبے نصب کر دیتے ہیں اور اپنی حرام کمائی سے ثواب خاؤں، غلط سوسائٹیوں، سینماؤں، اور رقص گاہوں کو آباد کرتے ہیں جن میں بڑائی کے سوا اور کچھ نہیں۔ ایسے لوگوں پر قہر خداوندی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ روپیہ پیسہ کی فراوانی کے باوجود پریشان حال، آفات میں مبتلا، نئی بیماریوں اور پریشانیوں میں مبتلا رہتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ عزت، اطمینان، سکون اور زندگی کا حقیقی لطف خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے حیرت کی بات ہے کہ انگریزوں نے ایک مدت دراز سے اپنے مذہب کو خیر باد کہنے کے بعد اب محسوس کیا ہے کہ مذہب سے دوری ان کی تباہی کا باعث بنی ہے اور اب نہ پھر مذہب کی طرف وٹنا چاہتے ہیں مگر اب دونوں کے درمیان بہت فاصلے حائل ہو چکے ہیں۔

اقم الحرفہ کے پاس بہت سے ایسے لوگ دعا کے لئے آتے ہیں

جن کو اگر کشتہ ستم ہائے روزگار کھا جائے تو بجا ہوگا مصائب کی بوجھاڑ، بیماریوں کی بھرمار اور پریشانیوں کے طوفانوں کے مارے ہوئے ایسے تمام لوگوں میں ایک ہی بات مشترک نظر آتی ہے کہ یہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی اور اُن کی اتباع سے دور افتادہ ہیں (یعنی نماز تک نہیں پڑھتے) راقم الحروف جس طرح قرآن پر ایمان رکھتا ہے اسی طرح اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ اگر یہ لوگ خدا کی نافرمانی اور بغاوت کو ترک کر دیں تو وہ اپنی مصائب کا حل از خود حاصل کر لیں گے۔ چنانچہ جب اس انداز سے اس کا علاج کیا جاتا ہے اور خدا کے سامنے اُن کی جبینوں کو جھکا دیا جاتا ہے تو ایسے سب لوگوں کے کام درست ہو جاتے ہیں بیماریاں دور ہو جاتی ہیں اور پریشانیاں اپنا رخ بدل لیتی ہیں مشاہدے میں آیا ہے کہ کچھ لوگوں کے کام اس قدر دشوار ہوتے ہیں کہ انسان دہن میں ان کا حل ہوتا ممکن نظر نہیں آتا لیکن چونکہ اس فقیر کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ خدا کے لئے کسی کام کا ہو جانا ناممکن نہیں اس لئے ایسے کاموں کی بدستی کا وعدہ بھی کر لیا جاتا ہے اور پھر ایسے کام اللہ کی مدد سے ہو بھی جاتے ہیں۔ علامہ فرماتے ہیں۔

علاج آتش رومی کے سوز میں ہے ترا۔ تری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا قول

درج بالا مشاہدات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تمام مصائب کا علاج اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور عشق میں ہے۔ اتباع کی ابتداء نماز سے ہوتی ہے اور انتہا عشق پر ہے۔ سورہ روم کی آیت اہم میں بھی فرمایا گیا ہے کہ خشکی اور تری میں جو فساد ظاہر ہوتا ہے وہ انسانوں کی کرتوتوں کی وجہ سے ہی رونما ہوتا ہے (ظہر الفساد فی البر والنجس بما کسبت ایدی الناس) جو لوگ بے دینی کی روش سے توبہ کر لیتے ہیں تو وہ نہ صرف خود کو ہی مصائب سے محفوظ کر لیتے ہیں بلکہ دوسروں کے مصائب میں بھی اضافے کو روکتے ہیں۔ قانون الہی ہے کہ جو خود اللہ سے تعلقات کو درست کر لیتا ہے تو تمام کائنات اس کی مطیع اور فرمانبردار بن جاتی ہے چنانچہ ان تباہ کاریوں سے بچنے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ خدا کے آگے سر نیاز کو جھکا دو۔ اس سلسلے میں چند صفحات بعد ہی عبادت کرنیوالوں کے لئے اللہ کے خصوصی نعمات بیان ملا خطہ فرمائیں تاکہ نمازیوں کے لئے اللہ

تعالیٰ کے موعود انعامات کا علم ہو سکے۔

افسوس ہے کہ ایک عام مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ مسلمان کے گھر پیدا ہونے یا کلمہ توحید کے پڑھ لینے سے ہی انسان مسلمان ہو جاتا ہے اور مسلمان ہونے کے لئے صرف یہی کچھ کافی ہے۔ ایسے لوگ نیکیوں کی طرف اس لئے نہیں آتے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ غفور الرحیم ہے اور اُن کی کوتاہیوں کو معاف کر دے گا۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر گھر کے حالات کٹھن ہوں یا مہنگائی بڑھتی جا رہی ہو تو غلط ذرائع اختیار کرنے میں کوئی معافقہ نہیں۔ وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے لوگوں کی جان و مال کے ساتھ کیسے میں کوئی حرج نہیں۔ اے اللہ!

بے عملی اور اس کا سدِ باب

۱۔ جُنیا دار العمل ہے ہر شخص کی قدر و قیمت اُس کے اُن اعمال کے پیش نظر تعین کی جاتی ہے جو اُس نے اپنی اس حیات میں آخری دنیا کے لئے ذوقِ کمال کے طور پر ارسال کئے چنانچہ جذبِ عملِ اصلاح اور ترغیب کے لئے کچھ نکات پیش کئے جا رہے ہیں۔

۲۔ عمل اور قوتِ عمل عمل ہر اس فعل کو کہتے ہیں جو کسی جاندار سے ارادۂ صادر ہو یہ فعل اُسے اخص ہے اور عملِ فعل سے نیچے کا مرتبہ ہے فاعل خود مختار ہے مگر عامل خود مختار نہیں جَعُولٌ یَفْعَلُ لِمَا یُؤْتِیْہِ یعنی ہم کرتے ہیں جو چاہیں بلکہ عامل فاعل کا مطیع ہوتا ہے جیسے فرمایا ”هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ“ اور اپنے بندوں پر قہر کرنے والا ہے (اس آیت میں فاعل خدا ہے اور عامل اُس کی عبادت کرنے والے ہیں یعنی بندہ عمل کر رہا ہے۔ قاضی عمید الدین ناگورئی فرماتے ہیں کہ مراتبِ طریقِ حسیب ذیل ہیں :-

(۱) علم (۲) عمل (۳) نیت (۴) صدق اور (۵) عشق

اگر ہم ارد بھی اختصار سے کام لیں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ دین اسلام دو چیزوں سے مرتب ہوتا ہے ایمان اور عمل، یہ ایک دوسرے کے بغیر بے معنی ہیں ایمان تو عرفانِ خدا کے بعد مکمل ہوتا ہے۔ عارفِ خدا کے اندر ایک ایسی قوت پیدا ہو جاتی ہے جس کے سامنے ہر شکلِ آسان ہو جاتی ہے۔ وہ بے قوت مل۔

۳۔ معرفتِ اعمال | جو شخص محرمات سے بچتے ہوئے فرائض ادا کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اسے مقامِ یقین عطا فرماتا ہے اور اس سے وہ علیین تک جا پہنچتا ہے۔

ان دونوں باتوں کا خیال رکھتے ہوئے اگر وہ اپنے اعمال کی نیت اللہ تعالیٰ کے لئے کرے تو اسے ابدال کا اجر عطا ہوتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بندہ ایک خلقِ الہی کو اپناٹے تو اس کی وجہ سے صدیقین کا مقام عطا کر دیا جاتا ہے اور کبھی ایک بُرے کام یا مباح کے ترک سے شہداء کا درجہ دیدیتے ہیں۔ بندے کے لئے معرفت کی کمی ہی سب سے زیادہ نقصان دہ چیز ہے حضرت رابعؓ

نے فرمایا کہ بندے کے لئے کمال اس بات میں نہیں کہ وہ اچھے اور بُرے کام میں تمیز کر سکے بلکہ کمال یہ ہے کہ وہ جان سکے کہ زیادہ بہتر اور کم بہتر کام کون سا ہے کیونکہ اچھے بُرے میں تو کتنا بھی تمیز کر لیتا ہے جب اسے کوئی پتھر مارے تو بھونکتا ہے اور جب اس کی طرف روٹی کا ٹکڑا پھینکا جائے تو خوش ہوتا ہے۔ زیادہ بُرے سے کم بُرے کی شناخت کرنا بھی بہتر نوعیت ہے۔ مشائخ کا قول ہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بندہ نو بڑے بڑے گناہوں

میں مبتلا تھا اور اس نے دسویں گناہ کو اللہ کے لئے مچھوڑ دیا تو ترکی گناہ کی بہ ایک خصلت اس کے لئے نو کے مقابلے میں پہاڑ بن گئی اور اللہ کی نظرِ عفو نے گناہوں کے پہاڑ اُڑا کر نابود کر دیئے۔

بعض اوقات اللہ تعالیٰ بندے کے ایک وصف کو پسند فرماتا ہے تو اس کے باعث اس کے سب سے اوصاف مٹا دیتا ہے۔ سورہ فرقان کی آیت نمبر ۲ میں ہے کہ جن لوگوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور عمل صالح کئے تو ان لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں تبدیل کر

دیتا ہے۔ ایک اللہ کے بندے نے اللہ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا کہ الہی بدیاں نیکیوں میں کس طرح تبدیل ہو سکتی ہیں تو جواب ملا کہ اُسی طرح جس طرح نیکیاں بدیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں (یعنی نیکیاں بدیوں کو کھا جاتی ہیں اور بدیاں نیکیوں کو کھا جاتی ہیں)۔ لہذا کس کو بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے وہ توبہ کرنے کی تلاش کرتا ہے اصل بات تو اپنی اصل کی طرف رجوع کرنا ہے ہمیشہ اس سے اس کی رحمت کا طلب گار رہے اللہ اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے اور بندوں کو مصائب میں اس لئے مبتلا کرتا ہے کہ شاید وہ جاگ اٹھیں یہی معرفت ہے اور اگر معرفت اعمال نہ ملے تو کچھ بھی نہ ملا۔ ارشادِ باری ہے کہ :-

وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
هُدًى وَّ اَلْبَقِيَّتُ الصّٰلِحَةُ خَيْرٌ
عِنْدَ سَيِّدِكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ مَّرَدًّا
اور زيادہ کرتا ہے اللہ ہدایت یافتہ لوگوں کے
(نور) ہدایت کو، اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر ہیں
آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے
(المريم: ۷۶)

سورہ مریم میں مگر اہول کی بد نصیبی کے بعد اللہ تعالیٰ نے سالکانِ راہِ رشد و
ہدایت کا ذکر فرمایا ہے کہ جو اخلاص کے ساتھ ہدایت کی راہ پر آئے گا تو ہم اس کے نور ہدایت میں اضافہ
کرتے چلے جائیں گے اور اس کو وہاں تک پہنچا دیں گے کہ جن مقاماتِ قرب تک پہنچنا اس کی طاقت
سے باہر تھا۔ سورہ المعارج میں بھی فرمایا ہے کہ اللہ کی طرف جانے کا راستہ فرشتوں اور روح
کے لئے (چند لمحات کا ہے) اور انسان رقعات کے لئے (پچاس ہزار سال کا ہے) تَخْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ
وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝ اَلَّذِيْنَ شَهِدَ صِرَافًا صِرَافًا
عبادتوں سے اس مقامِ قرب تک پہنچنا چاہے تو اس کے لئے پچاس ہزار سال کا عرصہ درکار ہے۔
اتنی تو کسی کی عمر بھی نہیں ہو سکتی۔ مشائخ فرماتے ہیں شیخِ کامل کی توبہ کے بغیر اس مقام پر فائز ہونا محال
ہے اور یہ مقام صوفی کو صرف اللہ کی طرف کشش اور جذب رکھنے سے بذریعہ مرشد حاصل ہو
جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ مَنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ شَبَدًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِمًّا عَا... (یعنی جو
شخص ایک بالشت میرے نزدیک ہوتا ہے تو میں ایک گز اس کے قریب ہوتا ہوں جو ایک گز میر
قریب ہوتا ہے تو میں ایک کرم اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور جو چل کر میری طرف آتا ہے تو میں
دور کر اس کی طرف آتا ہوں) معلوم ہوا اگر طلبِ صادق ہو اور عمل جاری رہے تو اللہ تعالیٰ سے
دُوریاں کٹتی جاتی ہیں۔ ہمارے خواجہ علاؤ الدین صریقی مدظلہ العالی فرمایا کرتے ہیں کہ قدمِ اٹھانا تیرا
کام ہے منزل تک پہنچانا اس کا کام ہے قرآن میں لَتَمُدَّ يَدَهُمْ سُبُلًا اَيُّهَا
اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ وہ لوگ کتنے کم عقل ہیں جو ابلیس کی طرح یہ کہتے ہیں کہ بدکار کی قسمت
میں جیبِ بدی اللہ تعالیٰ لکھ دے تو بندے کے بس میں کیا ہے۔ یہ لوگ اللہ پر کتنا بڑا بہتان رکھتے
ہیں۔ انہیں یہ نہیں معلوم کہ خدا تو بخشش اور کرم پر مائل ہے۔ خدا کے عمل کو برائی کی طرف
منسوب کرنا یقیناً کفرِ عظیم ہے۔ وہ تو فرماتا ہے کہ۔

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الْغَنِي
وَفُذَّاه (المريمہ: ۸۵) رحمن کے حضور (معزز اور مکرم ہمان بنا کر)

وفذ جمع ہے وافذ کی جیسے ”محبب“ جمع ہے صاحب کی (قرطبی) اس

آیت کے معنی یہ کہے جلتے ہیں کہ وفذ ای رکباناً علی جانب طاعتہم یعنی اپنی طاعت کی ساریوں پر ہر
ہو کر حاضر ہوں گے۔

۴۔ قیامت کو انسانی اعمال مشکل ہوں گے | احادیث اس بات پر وارد ہیں کہ قیامت کے
دن انسانی اعمال انسانی شکلوں میں نمودار ہو کر

عمل کرنے والوں کی مدد اور شفاعت کریں گے القرآن والرمضان یشفعان (قرآن اور
رمضان شفاعت کریں گے) اور ان کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک
شخص نہایت حسین اور جمیل شکل میں مومن (قاری) کی میت کے سر کی طرف آکر کھڑا ہو جاتا ہے
اور جب اسے کفن دیا جائے تو مردے کے بدن اور کفن کے درمیان آ جاتا ہے اور ساتھ ہی
قبر میں دفن ہو جاتا ہے۔ جب نیکین سوالات کرنا چاہتے ہیں تو اس شخص کو کہتے ہیں کہ تم ذرا باہر
چلے جاؤ تاکہ ہم اس سے سوالات کر سکیں وہ شخص کہے گا تم جو چاہتے ہو سوال کرو، میں اس کو
چھوڑ کر اس وقت تک نہیں جاسکتا جب تک یہ جنت میں داخل نہ ہو جائے۔ مرنے والے سے
پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ وہ شخص جواب دے گا کہ میں ہاکی قرآن ہوں جس کو تو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے
پڑھا کرتا تھا۔

۵۔ عمل ایک سواری ہے | عمرو بن العیس نے روایت کی ہے کہ جب مومن قبر سے اٹھے
گا تو اس کا عمل ایک خور و شکل میں اس کا استقبال کرے گا۔ اس کا

جسم خوشبو سے مہک رہا ہوگا وہ انسان ہے پوچھے گا کہ تم نے مجھے پہچانا؟ وہ کہے گا نہیں!
مجھے صرف اتنا پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری شکل دل آویز بنا رکھی ہے اور تیری مہک عطر بیز ہے وہ
کہے گا کہ میں تیرا عمل ہوں دنیا میں میں تجھ پر سوار رہا اور آج میں تجھے اپنے کندھوں پر اٹھانے کے
لئے آیا ہوں فرمان باری ہے کہ۔

مَا مَّا مِّنْ آعْطٰی وَآتٰی ۝ وَصَدَقَ اور میں نے راہ خدا میں مال دیا اور اس سے

بِالْحُسْنِ ۖ فَسَيُتَرَكُ ۖ وَلَیْسَ شَرِّیْهِ ۖ
(الْبَلَدُ : ۷-۵) آسانی کر دیں گے اُس کے لئے آسان راہ ۔

جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی تصدیق کرتے ہیں، مال خرچ کرتے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں اُن کے لئے ہدایت کی راہ ہموار کر دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے ہم راہ پر چلنے کی لگن دل میں پیدا کر دیتے ہیں۔ اس لگن سے ہر مشکل کام بھی آسان ہو جاتا ہے یَسِّرْ کَا مَعْنٰی سَهْلًا یَا آسَانِ پیدا کرنا ہے عرب کے لوگ جب گھوڑے کو زین ڈال کر تیار کر دیں تو کہتے ہیں یَسِّرَ الْفَرَسَ لِلرَّكُوبِ "حدیث شریف میں ہے۔

اعملوا و سدوا و قاموا
فکل میسر لما خلق له
نیک عمل کرو، راست روی اختیار کرو، ہمت
اختیار کرو جو شخص جس مقصد کے لئے پیدا کیا
گیہے اُس کیلئے اُسکی استعداد اس میں رکھ دی گئی

توفیق عمل علامہ جوہری نے کہا کہ سورہ ایل فَنِیْشِرْہ میں وَفَّقَہُ لِمَا کَانَ مَعْنٰی یہ ہیں کہ اُس کو ایسی توفیق دیدی جاتی ہے یعنی جو نیک کام کا ابتداء کرے اُسے مزید عمل کی توفیق دی جاتی ہے اور ایسا شوق دیا جاتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ کام آسان ہو جاتا ہے ہر شخص یہ جانتا ہے کہ جب کبھی اُس نے کوئی کام اللہ کی رضا کے لئے کیا ہو تو اُس کام کے کرنے میں اُسے قطعاً تکلیف نہیں ہوتی اور اگر وہی کام اپنی ذات یا غیر اللہ کے لئے کیا ہو تو سبباً کی طرح مشکل نظر آتا ہے۔ غلے سے رہتا مشکل ہے مگر رونہ رکھنا آسان ہے۔

توفیق عمل اللہ کی جانب سے ایک عطا ہے اور اللہ تعالیٰ اچھے کام کے لئے تمام اسباب جمیا کر دیتا ہے (جعل الاسباب موافقا للمطلوب الخیر) چنانچہ توفیق امور خیر میں اللہ تعالیٰ کی مدد کو کہتے ہیں۔ امور خیر میں وہ کام شامل ہیں جن کو کتاب سنت اور اجماع مستحسن خیال کریں۔ مثنیٰ کہ التوفیق هو القدر ما علی الطاعة عند الاستعانة یعنی توفیق یہ ہے کہ انسان اپنے اندر بہ وقت عمل قدرت اطاعت پائے کہ یا یہ کہا جاتا ہے کہ جس سے انسان احکام الہی کے لئے مطیع اور فرمانبردار ہو جاتا ہے۔

سورہ زخرف کی آیت ۲۶ میں وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ (جو

شخص دانستہ طور پر اللہ کے ذکر سے اندھا بن جائے) تو اس پر ہم ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں جو اس کا ہر وقت کا ساتھی رہے اس کی تشریح میں حضرت علامہ رافعیؒ فرماتے ہیں کہ التوفیق دو چیزوں کے درمیان مطابقت اور ہم آہنگی ہونے کو کہتے ہیں یعنی عمل کی ادائیگی اور اس کے لئے اسباب من جانب اللہ کا پیدا ہونا توفیق کا لفظ تشریف سے استعمال نہیں ہوتا۔ توفیق کا اللہ کی جانب سے ہونا سورہ ہود کی آیت ۸۸ سے بھی واضح ہوتا ہے (وَمَا تَوْفِيقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ

یعنی نہیں میرا راہ پانا مگر اللہ کی امداد سے) سورہ زخرف کی مذکورہ آیت ۲۶ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم ایسے شخص سے الگ ہو جاتے ہیں اور ہماری توفیق اس کو نظر انداز کر دیتی ہے اور شیطان اس پر اللہ کے چھلکے کی طرح مستول ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ کے ذکر سے منہ پھیر کر لغویات میں منسلک ہو جائے تو خدا نے ذوالجلال فرماتے ہیں کہ ہم اس کی یہ سزا دیتے ہیں کہ ہماری توفیق اس سے الگ ہو جاتی ہے اس کے مشغور اور تحت الشغور میں عقل اور شعور کے حق دینے روشن تھے مجھ جاتے ہیں ایسے لوگوں کو شیطان فتق و فحور کا عادی بنا دیتا ہے۔

حضرت مائتا گنج بخشؒ نے اس سلسلے میں کافی کلام کیا ہے فرماتے ہیں کہ حضورؐ

صلی اللہ علیہ وسلم باوجود حصول قرب الہی اور دل مطلوب کے اور عاقبت سے بے فکر نہ جانے کے اور آپ کی معصومیت اور پاکدامنی کے ثابت ہونے کے، آپ دن بھر عبادتیں اور راتوں کو اس قدر بیدار رہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا کہ آپ خود کو اس قدر زیادہ مشقت میں نہ ڈالیں لیکن آپ ہر کام میں خود حصہ لیتے تھے۔ ایک مسیح کی تعمیر کے لئے آپ انٹیں اٹھا رہے تھے اور آپ کو اس میں تکلیف ہو رہی تھی اور حضرت بلالؓ نے خود کو اس کام کے لئے پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خذ غیرہا فانہ لا عیش الا عیش الاخرۃ یعنی اے بلال! تم اور تمہارا ٹھکانہ کیونکہ دنیا کا آرام کچھ نہیں۔ آرام تو آخرت کا ہے۔

راقم المحررت کا ایمان ہے کہ ہدایت ایک ایسا عظیم العام ہے جو صرف صالحین کو ہی ملتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِم مِّنْ اَنَابٍ رَّادٍ اَسَى كَذِبًا دیتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔ (الرعد: ۲۸) گمراہی بھی ایک منزل ہے جو صرف بدکاروں کو ہی ملتی

ہے۔ جو اللہ کی طرف جانا چاہتا ہے اسی کو ہدایت ملے گی اور قاسق اور فاجو کو نہیں مل سکے گی۔ جو کہا جاتا ہے کہ اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ہر ایک مسلمان ہو جائے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کر سکتا ہے مگر اس نے کفر اور اسلام کا معاملہ انسانوں کی مرضی پر چھوڑ رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی ایسی خواہش نہیں کرتا جس کی تعبیر جبرت کی جاسکے۔ یہ جو کہہ دیا جاتا ہے کہ انسان کے نیک و بد اور امیر و غریب ہونے کا فیصلہ ماں کے پیٹ میں ہی کر دیا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چونکہ ہونیوالی باتوں کو جانتا ہے لہذا وہ فرشتوں سے کہہ دیتا ہے کہ فلاں نیک یا بد ہوگا ویسے بھی کافر کا بیٹا عموماً کافر اور سیٹھ کا بیٹا عموماً سیٹھ ہی ہوتا ہے یہ ایسی بات ہے کہ اسے ہر کوئی جانتا ہے۔

حضرت گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ رسید مر پینچا ہوا (آسودہ ہوتا ہے یعنی جو منزل پر پہنچ گیا ہے فکر ہوتا ہے مگر طالب پر آرام اور آسودگی درست نہیں) اس کو مجاہدہ کرتے ہی رہنا چاہیے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس کے دو دن ایک چلے ہوں اُسے فکر کرنا چاہیے مَنِ اسْتَوَى يَوْمَ مَاءٍ فَهُوَ مَقْبُورٌ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اسْتَقِيمُوا

وَلَوْ تَحَصُّوْا (استقامت کرو مگر ایک حالت پر نہ رہو مگر ملتے ہیں کہ یہ عام فہم بات ہے کہ گھوڑے میں پوشیدہ صنعت الاماعت کو نہ رلیہ مجاہدہ (یعنی تربیت دے کر) ظاہر کی جاتی ہے اور اس کا سبب ریاضت ہی ہے۔ لہذا یہ بات واضح ہو گئی کہ جو لوگ INITIATIVE (پیش قدمی) دکھاتے ہیں اور الاماعت کی طرف قدم اٹھاتے ہیں تو فقیہ الہی انہیں کا مقدر بتاتی ہے۔

حضرت جویریؒ کا قول ہے استمرار اور مقام ایمان، ظلم اور قیام دین اور ریاضتِ عمل | اصلاحِ جسم تین چیزوں سے وابستہ ہے یعنی کفالت، تقویٰ اور احتیاط

تینوں کا ثمرہ یہ ہے کہ سالک کفایت کرے اور ضرورت سے زیادہ دولت ہو بھی تو خواہش نہ رکھے، جو شخص اپنے رب کے ساتھ کفایت کرے اس کے باطن کی اصلاح ہو جائے گی اور اس کے بدلے میں اسے صفائے قلب میسر ہوگی۔ دوسرے پرہیزگاری اختیار کرتا ہے اور اس کا انجام حسنِ خلق ہے۔ تیسرے غذا میں احتیاط کرتا ہے اور جو ایسا کرے اس کا نفس ریاضتِ پاک اور درست ہو جائے گا اس احتیاط کا نتیجہ تندرستی اور اعتدالِ طبیعت ہے۔ حضرت انا

گنج بخش فرماتے ہیں کہ جو توکل کرے اُسے یہ تینوں باتیں نصیب ہو جاتی ہیں اور ایسا شخص دُنیا اور آخرت میں عزت پاتا ہے۔

سائنس کے لئے ضروری ہے کہ ریاضت کی نوعیت اور مقدار مطلوبہ معیار پر ہو اور مقدار اس قدر ہو کہ اس کا اثر نمودار ہوتا ملاحظہ ہو سکے۔ جب تک نوعیت ریاضت اور مقدار ریاضت کا استخراج صحیح نہ ہو مقامات نہیں کھلتے عمل خواہ تھوڑا ہی ہو لیکن یا تصور اور یا معنی ہو۔ عمل میں عقل کو بھی دخل ہوتا ہے عقل سے کام کیا جائے تو اوج بہت زیادہ ہوتا ہے عمل کرتے رہنا چاہیے کیونکہ یہ دُنیا اور آخرت کا ترشہ ہے۔ عمل کے بغیر مثال طے نہیں ہوتے اس کائنات کا ذرہ ذرہ سرگرم عمل ہے (نظر پتا ہے ہر ذرہ کائنات) عمل کا دوسرا نام جہاد ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں زاری کرواد کرہو اے الہی مجھے اپنی بارگاہ سے نہ ٹھکرائیں تیرا بندہ ہوں اب تیرے سوا میرا کون ہے، میری جانب اپنی نظر کرم فرما۔ ایسی التجاؤں سے اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آجاتی ہے اے خدام سب یہاں تپا تھقل و کرم فرما۔ آمین

۸۔ بے عمل قوموں کی موت | مسلمانوں کی پوری جماعت (إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ) بے عمل کا شکار ہے اور یہی بے عمل پورے عالم میں اُس کی رسوائی کا باعث بن چکی ہے کچھ عمل

میں وہ اعمال اور حرکات شامل ہیں جو فرد، قوم اور ملت کی زندگیوں کو سنوارنے کی کوئی مثبت پہلو نہ رکھتے ہوں۔ تفریحی کاموں میں مباحبت قائم نہ رکھنا بھی منع اوقات میں شامل ہے۔ اقوام مغرب نے مسلمانوں کو اس مفلوج زدہ کیفیت میں دھکیل دیا ہے اور اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بے عملی کے گڑھے سے نکلنے کے لئے عسوائے عیدِ دِ زمانہ اور کوئی طاقت کارگر ثابت نہیں ہو سکتی۔ مسلمانوں کی ترقی کے لئے یہ وہ اہم پہلو ہے جس کیلئے آج ہر مسلمان پر، بقدر ہمت، یہ بات واجب ہو گئی ہے کہ قوم کو اس حالت سے نکلنے کے لئے ہمیشہ کوشش کرے۔ قوم کی کردار سازی پر گفتگو کافی طویل ہے اس لئے ہماری تصنیف ”مراۃِ وقت“ میں انشاء اللہ ایک مفصل تحریر اس موضوع پر لائی جائے گی۔ چنانچہ اس جگہ نہایت اختصار سے چند مفید نکات بیان کئے جا رہے ہیں۔

اقوام عالم کے احوال پر غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ جن قوموں کے افراد عمل سے بیگانہ نہیں دی قومیں باہم عروج پر تھکن ہیں اور ان کا لچر، زبان، حکومت اور کسی حد تک ان کا

مذہب بھی باقی قوموں پر مقبولیت حاصل کر لیتا ہے۔ ایسی قومیں جلد ہی پورے عالم پر چھا جاتی ہیں۔ مسلمان جو نہی اپنی حقیقت سے گرا تو اس کا حوصلہ شجاعت، عزم، استقلال، ثبات، جوش، دلولہ، عالی ظرفی بلند نظری جو اسے وراثتاً اکابر اسلام سے حاصل ہوئی تھیں باقی رہیں۔ دنیا کی سب سے اعلیٰ اور ارفع معیار پر چلنے والی یہ مسلمان قوم ہی تھی جس نے تمام عالم کو انسانی اقدار کا سبق دیا تھا لیکن آج کس مہری کی حالت میں سسک رہی ہے۔ یہ قوم جس کے سامنے سمندر ہوا یا پہاڑ؟ مصائب ہوں یا راحت مشکل مقام ہوں یا ہموار راہ، کبھی ان کے سیریل رواں کے لئے رکاوٹ ثابت نہ ہوئے تھے، آج حالات کے سمندر پر ایک تنگے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ مسلمانوں کی موجودہ حالت کی طرف نزول کرنے کی بہت سی وجوہ ہیں ان کی جلدی ہیں مگر بنیادی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اس قوم نے اپنے خدا کو بھلا دیا ہے اور جو قوم خدا اور اس کے قوانین کو نظر انداز کر دے تو خدا بھی ایسی قوم کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ یہ عدلئے قدوس کی سنت ہے کہ ایسی قوم کی جگہ دوسری قوموں کو حکومت عطا فرمادی جاتی ہے۔ ”قرآن کا قانونِ رواں“ (جو سرمایہ ملت کے اوائل میں شامل کیا گیا ہے) کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کی بستیوں کو کچھ مہلت کے بعد اکھاڑ پھینکتا ہے اور ان کی تباہی کے لئے فطری حکم بھیج کر ہلاک کر دیتا ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

صفِ جنگاہ میں مردانِ خدا کی تکبیر جوشِ کردار سے بنتی ہے خدا کی آواز

زندہ فردا زارتباطِ جان و تن زندہ قوم از حفظِ ناموس کہن

(فردا صبح کی زندگی روح اور جسم کے باہم تعلق ہوتی ہے۔ کوئی قوم اپنے اسلاف کا ناموس کو زندہ رکھنے سے ہی زندہ ہوتی)

مرگِ فردا ز خشکیِ روحِ حیات مرگِ قوم از ترکِ مقصودِ حیات

(فردا صبح کی موت اس کی حیات کی عدمی خشک ہونے سے واقع ہوتی ہے اور قوموں کی موت مقصودِ حیات کو ترک کرنے سے ہوتی ہے)

علامہ اقبال صدائے غیب (ارمغانِ حجاز) میں لکھتے ہیں کہ یہ موت فقط

سانپ، پچھوا اور ہر قسم کے جانوروں کا نصیب نہیں بلکہ ابدی موت تو محکوم قوموں کے لئے ہے کیونکہ جب وہ دوسری قوموں کی محکومی میں آجائیں تو حقیقتاً ان کے ملک، قوم اور تہذیب کی موت واقع ہو جاتی ہے۔ ایسی قوم کی موت اس قدر سخت ہوتی ہے کہ صورِ اسرائیل یعنی وعظ و

نصیحت اور انقلابی کوشش بھی کارگر ثابت نہیں ہوتی کیونکہ ایسی قوموں کا جسم اپنی زندگی میں بھی روح سے محروم ہوتا ہے۔

آزاد قوموں کی علامت یہ ہے کہ اگر حالات نے ان کو خستگی پر آمادہ کر دیا تو جلد ہی وہ عروج کی راہوں پر چل نکلتے ہیں۔ علامہ فرماتے ہیں۔

نے نصیب مارو کڑم، نے نصیب امو دو
ہے فقط محکوم قوموں کیلئے مرگ ابد (بچھوٹا اور جانور)
باتنگ اسرافیل ان کو زندہ کر سکتی نہیں
روح سے تھارندگی میں بھی تھی جن کا جسم
مرکے جی اٹھنا فقط آزاد مردوں کا ہے کام
گر چہ ہر ذی روح کی منزل ہے آغوشِ لحد
باطن ہر شے زائے قوی
تو چراغِ اقل انان سامانِ روی

(ہر چیز کا باطن قانون سے مضبوط ہوتا ہے۔
تو اس قانونِ قدرت سے غافل کیوں جا رہا ہے)
شکوہ سنج سختی آئیں مشو۔
از عددِ زندگی بیروں مشو

قانونِ الہی کی سختی کا شکوہ نہ کرو
دل ز حشی تنفقوا حکم کند
اور زندگی کی ان حدود سے باہر نہ جاؤ
(مسلمان اپنے دل کو حشی تنفقوا سے محکم کرتے ہیں)
زرقا ایدالقت زر کم کند
اس سے دولت بڑھتی ہے اور دولت کی محبت کم ہوتی ہے
پختہ حکم اگر اسلام تست
ایں ہمہ اسباب استحکام تست
اگر تمہارا اسلام پختہ ہے تو تم بھی پختہ رہو گے
(یہ تمام باتیں تمہارے استحکام کے اسباب ہیں)
فردنا ہموار ملت بے نظام
روح چوں رفت از صلوٰۃ فارصم

(جب مسلمانوں سے نماز عدد وزہ کی روح نکل گئی تو افراد غیر متوازن اور ملت بے نظام ہو گئی)
شرف النساء نواب خان بہادر کی بیٹی تھی اور نواب صاحب شاہ عالم بادشاہ
کے زمانے میں پنجاب کے گورنر تھے۔ اس کی بیٹی (شرف النساء) ہمیشہ تلوار اور قرآن پاس
رکھتی تھی اس نے مرتے وقت ماں کو نصیحت کی کہ دونوں چیزیں اس کی قبر میں دفن کر دی جائیں۔
علامہ نے اس سلسلے میں جو اشعار لکھے ہیں وہ پہلے گزر چکے ہیں۔

مسلمانوں نے محنت اور عمل کو ہاتھوں سے کھو کر اپنے وقار کو لکھتے پتھم کر دیا ہے۔
اور اگر کچھ عمل یا کوشش کا ثبوت طلب ہے تو وہ فقط حصولِ تعیش اور سامانِ آرائش کی تحصیل

کے لئے نظر آتا ہے۔ علامہ کے درج ذیل اشعار میں بیش کی گئی گلاوٹ اور منزل کا سبب مسلمان کی بے عملی ہے۔

عمر آتی ہے دم صبح صداعرش بریں سے کس طرح ہوا کند ترا نشتر تحقیق؟
 کس طرح ہوا کند ترا نشتر تحقیق؟ ہوتے نہیں کیوں تجھ سے ستاروں کے جگمگا؟
 تو ظاہر و باطن کی قلاقت کا سزاوار کیا شعلہ بھی ہوتا ہے غلام خس و خاشاک؟
 مہر و مہر و انجم نہیں محکوم تر سے کیوں؟ کیوں تیری نگاہوں سے لرزتے نہیں افاق؟
 عمل ایک ایسی چیز ہے کہ یہ دنیا اودا تحت دونوں جگہ کا تو شہ ہے عمل کے بغیر
 ۹۔ جوہر عمل کوئی منزل لے نہیں ہوتی۔ ایسی کائنات کہ جس میں ذرہ ذرہ سرگرم عمل ہے اُس میں
 بندہ مومن بغیر عمل کے کیسے زندہ رہ سکتا ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

عمر فریب نظر ہے سکون و ثبات تڑپتا ہے ہر ذرہ کائنات
 ٹھہرتا نہیں کاروان وجود کہ ہر لحظہ ہے تازہ شلن وجود
 سمجھتا ہے تو راز ہے زندگی فقط ذوق پرواز ہے زندگی
 اسلام نے اپنے پیروکاروں کو عمل کا وہ پیغام دیا جس کو تمام دنیا ہمیشہ کے لئے یاد رکھے گی۔ عمل ہی کا دوسرا نام جہاد ہے جو امت مسلمہ کی کامیابی کا راز تھا۔ تلوار کے جہاد کے مقابلہ میں دنیا کے کاموں کے جہاد کو جہاد اکبر کہا گیا ہے۔ امت مسلمہ نے اس جہادِ عمل اور جہادِ سیف کو ترک کر دیا تو یہی بات اُن کی پستی اور زبوں حالی کی ذمہ دار ٹھہری۔ عملِ رازحیات اور تر کائنات ہے اگر جہادِ عمل نہ ہو تو جہادِ سیف بھی ناممکن ہو جاتا ہے۔

قرآنی بذاتِ خود ایک دستور العمل ہے جس میں کامیاب زندگی گزارنے کے طریقے بیان کئے گئے ہیں اور اسلام بھی طریقہ زندگی (WAY OF LIFE) کا نام ہے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اُن تمام طریقوں کی وضاحت کرتی ہے جو اسلام نے مسلمان کے لئے پسند فرمائے اور ایمان کے تمام درجے اسی اطاعتِ رسول کی بنا پر منتج ہوتے ہیں، کوئی شخص مومن، ولی ایمان، اختیار، ابدال، قطب، غوث اور عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درجے پر اس وقت تک فائز نہیں ہو سکتا، جب تک اُس کو محبت اور اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فخر حاصل نہ ہو یہاں تک

کہ عمل کے اسلوب سے تو پیغمبر بھی مترا نہیں حالانکہ ان کے درجات اور اعمال تو امتی کے اعمال اور درجات سے بہت بہتر اور زیادہ ہوتے ہیں کسی امتی کی نیکیاں اس کے نبی سے زیادہ نہیں ہو سکتیں کیونکہ پیغمبر کو اپنے اعمال کے علاوہ امتیوں کے اعمال کا ثواب بھی ملتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تحت جگر فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کو فرمایا۔

یا فاطمة لا تنکی علی اثنت بنت رسول اللہ اعلیٰ اعلیٰ (الحدیث)

اے فاطمہ تم اس بھروسے پر نہ رہو کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی ہو بلکہ عمل کرو اور عمل کرو

۱۔ اقبال کا پیغام عمل آپ کا پیغام عمل جو ہر عمل اور سراپا عمل کے الفاظ سے گونجتا ہے۔

عمر مسلم خوابیدہ اٹھ ہنگامہ آرا تو بھی ہو وہ چمک اٹھا اُفتی، گرم تقاضا تو بھی ہو تصویر درد، شمع و شاعر، خضر راہ اور طلوع اسلام پیغام عمل سے بھری پڑی ہیں اور جواب شکوہ میں بھی مسلمانوں کی توجہ عمل اور ہنگامہ آرائی کی طرف لانے کی سلسل کوشش کی گئی ہے۔

مگر قوت عشق سے ہر لپٹ کو بالا کر دے دہریں اسلم محمد سے اجالا کر دے

اس رہ میں مقام بے محل سے پوشیدہ قرار میں ا جیل سے

چلنے والے نکل گئے ہیں جو ٹھہرے ذرا کچل گئے ہیں

نفس گرم کی تاثیر ہے اعجاز حیات تیرے سینے میں اگر ہے تو سبحانی کمر

آئین نو سے ڈرنا طرزِ کہن پہ اُڑنا منزل ہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں

یہ کاروانِ ہستی ہے تیز گام ایسا قریں کچل گئی ہیں جس کی رواروی میں

حیاتِ شعلہ مزاج و غیور و شور انگیز سرشت اس کی ہے مشکل کشی جفا طلبی

سکوتِ شام سے تانغمہ سحر گاہی ہزار مرحلہ ہائے فغان نیم شبی

اسی کشاکشِ پیہم سے زندہ ہیں اقوام یہی ہے رازِ تہ و تاب ملتِ عربی

ایک حدیث میں بد نصیب اور خوش نصیب کی وضاحت یوں کی گئی ہے۔

اَلشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ فِي بَطْنِ اُمِّهِ بِدِ نَصِيْبٍ وَهِيَ اُخْرٰى مَالِ كَيْهِيْ فِيْ بَطْنِ بَدِ نَصِيْبٍ

وَالسَّعِيْدُ مَنْ وَعِيْدَ لِيْغِيْرِهِ (مسلم)

ہو اور خوش نصیب ہے وہ جو دوسروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ جو شخص یقین سے جانتا ہو کہ قیامت کے دن ایک نیکی کے عوض دس گنا معاوضہ پلے گا تو وہ طرح طرح کے صدقات اور خیرات عمل میں لاتا رہے گا بولنا روم کے درج ذیل اشعار کا یہی ترجمہ ہے۔

گفت پیغمبر کہ ہر کس از یقین داند او پاداش خود در یوم دین (جزا)
کہ یکے را دہ عوض می آیدش ہر زمان جو دے دگرگوں نہ آیدش (سخا)
مسلمانوں نے دنیا میں جو مقام حاصل کیا تھا وہ عمل کی بدولت تھا

اور آج اس قوم نے کردار کی دولت کو کھو دیا اور سولہ زماں ہو گئی۔ مولانا روم فرماتے ہیں کہ کوشش عمل خواہ بے مصرف ہی کیوں نہ ہو ہر حالت میں تساہل اور تن آسانی سے بہتر ہے۔ کوشش ذہنی اور جسمانی قویٰ کو معطل نہیں ہونے دیتی۔

دوست دارد دوست این آشتگی کوشش بے ہودہ یہ اور خفتگی
(محبوب حقیقی اپنے طالبوں کی حیرانگی کو پسند فرماتے ہیں۔ ٹوٹی پھوٹی کوشش سو رہنے سے بہتر ہے)
مولانا فرماتے ہیں کہ بیکار خواہشوں سے کچھ نہیں ملتا کہ بیٹھے بٹھائے خزانہ مل جائے۔ زندگی کا مدار بخت پر نہیں محنت پر ہے اور اگر کچھ اس محنت کے علاوہ بھی مل جائے تو یہ خدا کی عنایت ہے۔ خوش بختی سے خزانہ ملتا تو نادر ہے اور نوا در پر بھی زندگی کی بنیاد نہ رکھو

مولانا فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو خزانہ ملے تو اس کے خزانے کو دیکھ کر اپنی دوکان بند کر دو۔
کاں فلانے یافت گنجے ناگہاں من ہم آں خواہم چرا جویم دکان (میں دکان کیوں بند کروں)
کسب کردن گنج را مانع کے است ہامش از کار آں خود روپے استند
(کسب کرنا خزانہ پانے کے لئے کیسے مانع ہو سکتا ہے۔ اپنے کاروبار سے جو کر رہے ہو اپنا پانی پیچھے نہ چھوڑنا)

گفت حق نے بلکہ لا انساب شد زہد و تقویٰ فضل را محراب شد
خدا نے فرمایا کہ نسب تو ہمارے نزدیک کچھ شے نہیں۔ بلکہ زہد و تقویٰ فضل حق کیلئے عراب ثابت ہوتا ہے)
تو بہر جائے کہ باشی می طلب آب می جو دائماً اے خشک لب
اتم جہاں بھی رہو ہمیشہ طلب میں رہو۔ اے خشک لب پانی کی ہمیشہ تلاش رکھو
علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ ہمارے روز و شب کی تدبیر سے ہی تقدیر بنتی ہے

اے محنت کش جوان تمہارا آنے والا کل گزشتہ کل اور آج کی پیداوار ہے اور جو آج کا مالک ہے اس کے گرد آسمان بھی طواف کرتا ہے۔

ط روز و شب آئینہ تدبیر ما است روز و شب آئینہ تقدیر ما است
باتو گویم اے جوان سخت کوش چلیست فردا دختر ہر روز و دو ش
ہر کہ خود را صاحب امروز کرد گرد او گردد سپہر گرد گرد

چو می گویم مسلمان بلرزم | چو می گویم مسلمان بلرزم
کہ دامن مشکلات لا اله الا

ترجمہ جب میں خود کو مسلمان کہتا ہوں تو لرز اٹھتا ہوں کیوں کہ مجھے لا الہ الا کی مشکلات کا علم ہے (ایمان کلمہ لا الہ سے حاصل ہوتا ہے اور سچے دل سے کلمہ لا الہ پڑھنے کے بعد انسان کفر سے نکل کر اسلام میں داخل ہو جاتا ہے لیکن یہ ایمان صرف ایمان کی صورت ہے ایسا مسلمان جیتے تک عرفان خدا (بوجہ استطاعت) حاصل نہ کرے اس وقت تک تکمیل پذیر ہی رہتا ہے اور عرفان کے حاصل کرنے کی علامت عمل ہے۔ ایک مسلمان جب لا الہ الا اقرار کر لیتا ہے تو وہ اسلام کے بیڑن میں اسی طرح بکرا جاتا ہے جس طرح نکاح کرنیوالا بیوی کے تمام اخراجات (نان و نفقہ) کا ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے اسی ذمہ داری کے احساس سے بڑے بڑے مسلمان کانپ اٹھتے ہیں مگر اللہ کا شکر ہے کہ عارف کے دل میں ایک ایسی غیر فانی اور معانی قوت عمل ہوتی ہے جس کے سامنے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ عمل کے مظاہر کیا ہیں؟ یہ اسلام نے کھول کر بیان کر دیے ہیں قرآن اور سنت اس عمل کے پٹے قیابطہ کی حیثیت رکھتے ہیں مسلمان کو جب تک جنون کی حد تک یہ کمالات حاصل نہ ہوں وہ مسلمان نہیں کہلا سکتا ہے۔

بتاؤں تجھ کو مسلمان کی زندگی کی ہے؟ یہ ہے نہایت اندیشہ و کمال جنوں
عمل جس طرح نادر آخرت ہے اسی طرح خوش دنیا بھی ہے عمل کے بغیر نہ ہی دنیا کے
چھوٹے یا بڑے معاملات سلجھ سکتے ہیں اور نہ ہی آخرت کے معاملات کو خدا کی رضا کے مطابق
ڈھالا جاسکتا ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ سرگرم عمل ہے تو پھر بندہ مومن کس طرح بے عمل رہ سکتا
ہے۔ عمل کا وہ پیغام جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا آج پھر مسلمانوں کی نظروں کے سامنے

لانے کی ضرورت ہے اور حقیقتاً یہ عمل ہی اصل جہاد ہے جس میں مسلمانوں کی کامیابی کا راز مخفی ہے۔
عمل اور جہاد کے ترک سے ہی مسلمانوں کی حالت زوال پذیر ہوئی۔ عمل کا ذوق جب مسلمانوں میں پیدا
ہو جاتا ہے تو آسمان اور زمین کی ہر شے اُن کے اشاروں پر رقص کرنے لگتی ہے بلکہ تقدیر اٹھی بھی اس کے
ارادہ اور منشا پر ڈھلنے لگتی ہے۔ علامہ نے فرمایا۔

ترے دریا میں طوقاں کیوں نہیں ہے؟ تو دی تیری مسلمان کیوں نہیں ہے؟
عیش ہے شکوہ تقدیر۔ بزداں تو خود تقدیر بزداں کیوں نہیں ہے؟
جہان تازہ کی افکار تازہ سے ہے نمود کہ شک و شکست سے ہوتے نہیں جہاں پیدا
وہی نعلانے کی گردش پہ غالب آتا ہے بھر نفس سے کہ عمر جادواں پیدا
بے محنت پیہم کوئی جو ہر نہیں گھلتا روشن شہر تیشہ سے ہے خانہ فریاد
خیر نہیں کیا ہے نام اس کا خدا فریبی یا خود فریبی؟ عمل سے فنا ہوا مسلمان ہنکے تقدیر کا بہا
ہے مرے سینہ پر نوریں اب کیا باقی؟ لا الہ مردہ وافرہ مے ذوق نمود!

اے ایسی دولت تہذیب دی آں دید بیضا برازا آستین
(اے تہذیب و دین اسلام کے امین (مسلمان)۔ وہ چمکی بیضا اپنی آستین سے باہر نکال)

خیز واز کار اتم بختا گرہ نشہ افروغ را از سر بنہ
راٹھ اور اُمت کے کاموں کی گرہ کھول اور افروغ کی شراب کا نشہ اپنے سر سے اتار دے
۱۲۔ کلمہ تو جید عمل کا معاہدہ ہے | مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کی جان سے زیادہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک

عزیز نہ ہو جاؤں بعض نے فرمایا کہ جب تک کوئی اپنی خواہشوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت
نہ جانے تو وہ مومن نہیں چنانچہ جب بندہ لا الہ الا اللہ کہہ دیتا ہے تو تمام احکام لا الہ الا اللہ
اطاعت محمد ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لازم ہو جاتی ہے یہی علامہ اقبالؒ کے اسی شعر کا
مطلب ہے چوئی گوئم مسلمانم بلزوم یہ اطاعت ایسے ہی لازم ہو جاتی ہے جیسے کسی نے ایک
عورت کے نکاح پر صرف ایک کلمہ قبولیت ہی کہا لیکن اس کلمے کے کہنے پر ہی بیوی کی ہر جائز ضرورت
(کپڑا، روٹ اور مکان وغیرہ) کو مہیا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی لا الہ کہہ لے تو گویا اس نے

اصول اسلام تو تسلیم کر لیا مگر اسلام اس کے دل میں نہیں اُترا۔ جب اسلام دل میں اُتر جائے تو اس کی شخصیت ہی بدل جاتی ہے۔ سورہ الحجرات آیت ۱۷ میں اسی طرف اشارہ ہے **كَاَلَّتِ الْأَعْيُنُ** ۱۷ **مَنَآءَ قُلْ لَّمْ تُوْصَوْا وَلَكِنْ قُوْا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ** (اعراب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے آپ فرمائیے کہ تم ایمان کو نہیں لائے البتہ یہ کہو کہ ہم نے اطاعت اختیار کر لی اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں نہیں ہوا) اس سے ظاہر ہوا کہ ایسے لوگ مسلمان تو ہیں لیکن ایمان دل میں نہ پہنچا ہے کہ **لَمْ تُوْصَوْا** فرمایا گیا ہے۔ آج مسلمانوں کے دلوں میں بے یقینی، بے اطمینان اور بے کیف زندگی کا احساس اسی طرح پایا جاتا ہے جیسا کہ امریکہ کے چیمپیوں کی زندگی میں دیکھا جاتا ہے اور یہ سب دین متین سے دوری کا باعث ہے۔ ابھی ان کے دلوں میں ایمان اُتر ہی نہیں ہے۔

قوت از جمعیت دین متین دین ہمہ عزم است انخلاص و یقین
(قوت کا منبع دین اور ایمان ہے دین تو سراسر عزم و عمل اخلاص اور یقین ہے)
روح در تن مردہ از ضعف یقین نا امید از قوت دین میں
(جسم میں روح ضعف یقین سے مردہ ہو گئی ہے یہ قوم قوت اسلام سے نا امید (رگشتہ) ہے)
ترک دایران و عرب مست فرنگ ہر کسے را در گلوشت فرنگ
(ترک ایران اور عرب فریخت پر عاشق ہیں ہر شخص کے گئے ہیں فرنگ کا طوق پڑا ہوا ہے)
علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ **کلمہ توحید لا الہ الا اللہ** کے پہلے حصے یعنی **لا** سے مراد ما سوی اللہ کی نفی ہے اور دوسرے حصے **الا اللہ** میں بقا کی صفت کا ہونا لازمی ہے آپ نے **لا** اور **الا** کو قتا اور بقا کے لئے استعمال کیا ہے اور ان دونوں کا فلسفہ جاوید نامہ میں چہ باید کرد، ضربِ کلیم اور اپنے دیگر کلام میں نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے جس کا ذکر اس جگہ ممکن نہیں البتہ چند اشعار بطور نمونہ پیش کئے جا رہے ہیں۔

لا الہ گوئی بگو از روئے جان تا زمانہ نام تو آید بوئے جان
(**لا الہ** کہتے ہو تو دل و جان سے کہو تاکہ تمہارے بدن سے روح کی خوشبو آئے)

ایں دو حرفِ لا الہ گفتار نیست لا الہ جز تیغِ بے زنبہار نیست
 (میرؔ لا الہ کے دو حرف صرف گفتار نہیں ہیں لا الہ تنگی، تلوار کے سوا کچھ نہیں ہے)
 در مقامِ لا نیا مساید حیات سوئے الٰہی خرامد کائنات
 (زندگی نفی تک محدود نہیں رہتی کائنات اثبات کی طرف مائل پرماز ہے)
 ”لا و لا“ ساز و برگِ اُمتاں لفی بے اثبات مرگِ اُمتاں
 (لا و لا اُمتوں کے لئے برگ و برہیں بغیر اثبات کے نفی میں اُمتوں کی موت ہے)
 ایں کہ می بلینی یزداد باد و بُو از حبلای لا الہ آگاہ شو
 (جو کچھ (دنیا میں) دیکھتے ہو دو جو کی قیمت نہیں رکھتا چارٹھے کہ لا الہ کے جلال سے آگاہ ہو جاؤ)
 ہر کہ اندد دستِ اُدش شیر لاسْت جملہ موجودات را فرمانرواست
 (جس کے ہاتھ میں ”لا“ کی تلوار ہے وہ تمام کائنات کا حاکم ہے)
 تانہ رمزِ لا الہ آید بہ دست بندِ غیر اللہ رانتواں شکست
 (جب تک ”لا الہ“ کی رمز ہاتھ میں نہ آئے غیر اللہ کے بندش کو توڑا نہیں جاسکتا)
 پیشِ غیر اللہ لا گفتن حیات تازہ از ہنگامہ اُد کائنات
 (غیر اللہ کے سامنے ”لا“ کہنا زندگی ہے یہ کائنات اسی کے ہنگامے سے زندہ ہے)
 ”لا“ مقامِ ضربِ ہاشے پے ہم پئے ایں غورِ عد است نے آوانے
 (”لا“ کا مقام دُوبہ دُوبہ لگانا ہے یہ بجل کی کرک ہے، بانسری کی آواز نہیں)
 از جنویش ہر گریاں چاک نیست در خورِ ایں شعلہ ہر خاشاک نیست
 (اس کے جنوں سے ہر گریاں چاک نہیں ہر خش و خاشاک اس شعلہ کے قابل نہیں)
 نکتہ مدی گوئم از مردانِ حال اُمتاں را لا جلالِ لا جمال
 (مردانِ حال کے لئے ایک نکتہ کہتا ہوں کہ اُمتوں کے لئے ”لا“ جلال ہے، لا جمال ہے)
 ملتِ بیضاتن و جیاں لا الہ ساز مارا پردہ گرداں لا الہ
 (اُمتِ محمدیہ ایک جسم ہے اور لا الہ اس کی روح ہے ہر ساز کے پردوں میں ارتعاش پیدا کرے لا الہ)
 لا الہ سرایہ اسرارِ ما رشتماش شیرازہ افکارِ ما
 (لا الہ ملتِ اسلامیہ کے مجیدوں کا سرایہ ہے اسکا بندھن ہمارے افکار کی شیرازہ بندی کرتا ہے)

درجہاں آغاز کار حرف لامست این نختیں منزل مرد خداست
 (دنیا کے کام کا آغاز حرف لام سے ہوا ہے یہ مرد خدا کی پہلی منزل ہے اس سے ابتداء ہوتی ہے)
 لوح دل از نقش غیر اللہ شست از کف خاکش دودھ ہنگامہ مرست
 (عرب نے لوح دل سے نقش غیر اللہ کو دھو دیا تو اس کی کف خاک سے سیکڑوں ہنگامے بہا ہوئے)
 اے کہ اندہ حجرہ با سازی سخن نعرہ "لا" پیش نمردے بزن
 (اے شخص تو حجرے میں بیٹھا باتیں بنا رہا ہے نمرد کے سامنے اگر "لا" کا نعرہ لگا۔)
 قبائے لا الہ خوئیں قبائے است کہ بر بالائے نامرداں دراز است
 (قبائے لا الہ وہ خوئی قبائے است جو نامردوں کے لئے دراز ہے یعنی موزوں نہیں)
 ۱۳۔ مومن سے زمین و آسمان لرز جاتا ہے | اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ
 جو اس کا مطیع اور فرمانبردار ہوگا پوری کائنات
 اس کی مطیع اور فرمانبردار ہوگی۔ تاریخ شاہد ہے کہ اولیائے کرام کے حکم کے سامنے ہر چیز نے اطاعت
 کا اظہار کیا ہے جن اولیاء کرام سے کوئی لغزش واقع ہوئی ان سے یہ اختیارات بھی سلب کر دیئے
 گئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سے ایک ذرا سی بغزش ہوئی جس کی وجہ سے پندرہ دن تک وہ حکومت
 نہ کر سکے۔ آخر کار انابت (توبہ) کے بعد حالات بدستور ہوئے۔ جو ذرا طیڑھا ہوا تو مخلوق خدا
 بھی اس سے طیڑھی ہو جاتی ہے۔ ایسی ہیست سی روایات منقول ہیں کہ جنات حضرت شیخ
 عبدالقادر جیلانی کا نام سن کر تھر تھرا پڑتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریائے نیل کو حکم
 دیا تو خشک دریا میں ایک دم پانی بھر آیا۔
 مستند احمد میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ اللہ کی
 بات ایمان لانے والی ہان لو تو تمہیں چار انعام ملیں گے۔

(۱) عمر دراز حاصل کر دے۔

(۲) ہمیشہ تندرست رہو گے اور بیماری سے محفوظ رہو گے۔

(۳) جوان رہو گے بڑھا پائیں آئے گا۔

(۴) بے فکر رہو گے اور کبھی فکر نہیں ہوگا۔ (یہ انعامات ایمان والوں کو آج بھی ملتے ہیں۔)

مولانا موم لکھتے ہیں :-

گفت موسیٰ کا دلین آن چہار صحتی یا شدتنت را پائیدار
(موسیٰ نے فرمایا کہ ان چاروں میں پہلا انعام یہ ہے کہ ترے وجود کی صحت پائیدار رہے گی)
آپنناں بختایدت قریشیاب کہ شود آں مژدہ بر عکاشہ باب کھولید
(تجھ پر جوانی کی رونق کا دروازہ اس طرح کھلے گا جس طرح حضرت عکاشہ پریش توختری نے جت دروازہ

رحمت او سابقست از قہر او سابق خواہی برو سابق بگو
(خدا کی رحمت اس کے قہر پر غالب ہے اگر تم یہ سبقت چاہتے ہو تو آخرت کی طرف سبقت کرو)
نے بگفتست آن سراج امتاں ایں جہاں دآن جہاں را مہر تہاں
(کیا امتوں کے سردار نے یہ نہیں کہا کہ یہ جہاں اور وہ جہاں آپس میں سوکنیں ہیں)
گفت رو ہر کا و غم دیں بر گرید باقی تمہا خدا ازوے برید
(آپ نے فرمایا کہ جس نے دین کا غم برداشت کیا خدا نے اسے تمام افکار سے چھڑا دیا)
مید دیں کن تار سد اندر تبع حسن و مال و جاہ و بخت منتفع

(دین کا شکار کرو تاکہ تمہیں فائدہ ہو اور اس سے دنیاوی حسن و مال و جاہ اور آخرت بھی سید ہو)
روایات میں ہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیش کش کو تسلیم نہ کر لیا تھا لیکن جب اس نے اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کیا تو اس نے روک دیا اور کہا کہ آپ کو خود بادشاہ اور رتبہ ہیں اب کسی دوسرے کی ماتحتی میں آنا آپ کی شان کے خلاف ہے۔

عکاشہ صاحب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت میں سے ستر ہزار ایسے لوگ کئے ہیں جن میں سے ہر ایک کو ستر ہزار جہنمیوں کو بخشوالے کی اجازت ہوگی تو عکاشہ بن محسنؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ مجھے بھی ان میں سے کر دے آپ نے فرمایا کہ تو بھی انہی میں سے ہوگا۔ ایک اور صحابی نے بھی یہی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عکاشہ تم پر سبقت لے گیا۔ مولانا نے فرمایا کہ جس دینی کام میں دنیاوی رکاوٹ ہو تو تم دین کی طرف سبقت کرو۔ ایسا کرے سے اللہ کی رحمت بھی تمہاری طرف سبقت کرے گی۔

۱۴۔ غم اللہ کی طرف سے ہیں ان سے نفرت نہ کرو [جب کسی پر کوئی معصیت نازل ہو

تو اسے اللہ کی طرف سے سمجھنا چاہیے لیکن عام لوگ تو مصائب کے آنے پر اللہ کا گلہ شکوہ کرنا شروع کر دیتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ہم سب اللہ کی ملک ہیں اور مملوک کو مالک پر شکوہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اسے مملوک پر اختیار ہوتا ہے کہ جو چاہے کرے۔

ابتلاء (مومن کی آزمائش)

اگر مراد تو اسے دوست نامرادی ماست مراد خوشی دگر بار من نہ خواہم خواست۔
 اسے دوست اگر تیری خواہش یہ ہے کہ میں کوئی آرزو نہ کروں تو میں اپنی پوری ہونگی دوسری بار خواہش نہ کروں گا۔
حکمت ابتلاء انسانوں اور بالخصوص مسلمانوں کو آزمائش کی غرض یہ تو انہیں سیدھی راہ پر لانا ہے یا پھر اس کا مقصد ان کے درجات میں بلندی یا عطا کرنا ہے۔ پہلی صورت کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہا گیا ہے: "وَبَلَوْنَهُمْ بِالْخُسَاتِ وَالشَّيَاطِ لَعَلَّهُمْ يُرْجَعُونَ" (ہم نے آزمایا انہیں نعمتوں اور تکلیفوں کے ساتھ تاکہ وہ اللہ کی طرف رجوع کریں۔ الاعراف - ۱۷۸)
 سورہ المومنون کی آیت ۷۶ میں ہے کہ بے شک ہم نے کفار کو عذاب میں پکڑا مگر وہ اپنے رب کے حضور نہ توجھتے اور نہ ہی گریختے۔ سورہ الاعراف آیت - ۱۳۰ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعونوں کو قحط اور پھلوں کی کمی میں پکڑا تاکہ وہ نصیحت پکڑیں لیکن وہ اس عذاب کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے بدشگونی پر محمول کرتے رہے۔ مومنوں کے لیے بلندی درجات سے متعلق آیات کا ذکر آگے آئے گا۔
 اس بلندی درجات کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مسلمانوں کی مدد کرنے کا وعدہ بھی فرمایا ہے، جیسے کہ ارشاد ہے: "وَلْيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنْصُرُهُ" اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا اس کی جو اس کے دین کی مدد کرے گا۔ الحج : ۴۰۔ مومنوں کی دنیا اور آخرت میں مدد کا وعدہ قرآن میں متعدد بار آیا ہے۔ سورہ الشوریٰ کی آیت ۳۰ میں فرمایا گیا ہے کہ حق مومنوں کو اُن کے گناہوں کے سبب تکلیف دی جاتی ہے۔ قرآن کی ان آیات اور آئندہ صفحات پر انیوالی آیات کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ نیک بندوں کی آزمائشیں اُن کے درجات بلندی کرنے کی غرض سے ہوتی ہیں جبکہ کفار کے لیے بطور سزا ہوتی ہیں۔ اس طرح کفار کے عذاب اور مومنوں کی آزمائش میں فرق واضح ہو جاتا ہے۔ مومنوں کی مشکلات میں مدد کرنے کا ذکر قرآن کی درج ذیل آیت میں آیا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُدْفِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا جُلُكُ اللَّهِ بَيْنَ يَدَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُدْفِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا جُلُكُ اللَّهِ بَيْنَ يَدَيْهِمْ
(سورة الحج: ۲۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا (۱) فرائض ادا کرو عبد بن جاؤ گے۔ (۲) قناعت اختیار کر دو لوگوں سے غنی ہو جاؤ گے۔ (۳) مصائب میں صبر کرنے والے شجرۃ البلوٰی میں جائیں گے، قیامت کے دن نہ ان کے لیے کوئی ترازو رکھا جائے گا نہ ان کا دفتر عمل کھولا جائیگا اور بارش کی طرح ان کا اجر ان پر برسے گا۔

قرآن کا مطالعہ کیا جائے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ جہاں آزمائش کا ذکر آیا ہے وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر خصوصیت سے آیا ہے۔ نقل ہے کہ فرشتوں نے عرض کیا کہ الہی تو نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا ہے حالانکہ ان کے پاس مال کی کثرت ہے اور پھر بھی وہ ہمیشہ افرونیٰ مال کا سوال کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اگرچہ ان کے پاس مال بہت ہے مگر ان کا دل مال سے وابستہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا جاؤ اور ان کی آزمائش کرو۔ چنانچہ جبریل علیہ السلام گئے اور ان کے قریب جا کر بہت پیاری آواز میں کہا "اللَّهُ أَكْبَرُ"۔ اللہ اکبر! حضرت ابراہیم نے جو کبریاں چرارہے تھے کہا "اے میرے دوست کا نام لینے والے اس کا نام دوبارہ لے! انہوں نے کہا کہ کچھ ہدیہ دیجیے۔ آپ نے کہا کہ جو میری ملکیت میں ہے وہ سب میں اپنے دوست کے نام پر قربان کیا۔ اس کے بعد فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ حضرت ابراہیم کو اپنی اولاد سے بہت پیار ہے۔ چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی طلب کی گئی تو وہ محبت خدا میں پورے اترے اور بیٹے کے گلے پر میری چلا دی۔ فرشتوں نے عرض کیا کہ الہی ان کو اپنی جان بہت عزیز ہے۔ چنانچہ ابراہیم کو نمرود نے آگ میں ڈالنے کا حکم دیا تو جبریل علیہ السلام وہاں پہنچے اور کہا: "تمہیں مجھ سے کوئی حاجت ہے؟ تو آپ نے فرمایا: نہیں: انہوں نے عرض کیا: تو پھر اپنے رب سے سوال کریں۔ آپ نے فرمایا: عَلَّمَهُ بِحَالِي يَكْفِي عَنِ سَوَالِي یعنی اس کا میرے حال سے واقف ہونا میرے سوال کرنے سے کنایت کرتا ہے۔

یاد رہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے کی عمر میں اولاد عطا فرمائی اور اسماعیل ابھی خوردنی کے عالم میں تھے کہ ابراہیم علیہ السلام کو آزمائش میں مبتلا کیا اور ان کو حکم دیا گیا کہ اپنی بیوی باخترہ اور بچے (اسماعیل) کو بے آب و گیاہ صحرا میں (جہاں اب خانہ کعبہ ہے) چھوڑ دو لہذا آپ

نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی اور پھر بھی آپ خدا کا شکر ادا کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ایسے شکر گزار بندوں کی مثال قائم کر کے ہم سے بھی ایسی شکر گزاری اور آداب بندگی بجالانے کی توقع رکھتا ہے۔

مسلمان کی زندگی ایک آزمائش ہے

مسلمان کے لئے زندگی قسیدہ غزا اور کافروں کے لئے جنت ہے۔ یہی حقیقت تو ہے کہ یہی مصائب مسلمان کو وہ اختیار عطا کر دیتے ہیں جو مخلوقات میں سے کسی کے حصے میں نہیں ہیں۔ تکالیف زمانہ

آزمائش کو انسان بنانے کے طریقے

کڑی دوا کی طرح فائدہ بخش ہیں اور مسلمان کی زندگی عبادت کا سبب بنتے ہیں۔ حضرت ابن ابی معصائب کی بنا پر کائنات میں نائب الہی کے رہتے پر فائز ہوا ہے۔ وہ عبادت کے لئے تو فرشتے اور دیگر مخلوق کوئی کم نہ تھی جب ابن کو پوری زندگی کیلئے آزمائش میں ڈالا گیا ہے تو اسے اس امتحان میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ان راز ہنسنے میں بہا کا علم ہونا ضروری ہے جن کو خود متین نے قرآن اور حدیث کے ذریعے ہم تک پہنچا دیا ہے۔ مثل شہید ہے کہ جو لوگ سبزیوں میں رہتے ہیں ان کے لئے سبزیوں کا منتر سیکھنا ایک نہایت ضروری امر ہے۔ اس طرح ایک مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ ابتلائے دنیا اور اسکو برداشت کر نیک پورا علم حاصل کرے۔ چنانچہ اس جگہ وہ حوالہ جلتہ میں دئے جا رہے ہیں جو نہ صرف نہایت دلچسپ ہیں بلکہ پھر ملنے کے مطابق ابترہ دوسرے برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا کرنے کا ایستہ دیکھتے ہیں۔

یہ دنیا مقام ابتلا ہے

خدا کی آزمائش ہے کہ بندہ پر کوئی پابندی لازم کر کے دوسروں پر

اس بات سے کیا گئی ہے کہ منتر وادہ برتر ہے وہ ذات جس کے قبضے میں سب جہانوں کا بادشاہ ہے اور وہ ہر چیز پر ہر کام فاعل ہے۔ اس کے بعد فرمایا: اَللّٰهُمَّ خَلِّقِ الْفُتُوْةَ وَالْحَيٰوةَ لِيَّبْلُوْكَوْا اَتَّيْكَدُ اَحْسَنُ مُعْمَلًا (وہ خدا ہمیں پیدا کیا محنت اور زندگی کو تاکہ وہ ہمیں آزمائے کہ تم میں سے کون کے عمل سے کون بہتر ہے۔)

ذکور بالا آیت میں موت کو مقدم رکھا گیا اور عبادت کو مؤخر کیا گیا ہے۔ اسکی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ موت اسکی زندگی سے زیادہ افضل ہے کیونکہ اس میں اس کو زندگی کی

نسبت قرب الہی زیادہ ملتا ہے اور جو چیز بندے کو اللہ سے ملانے میں زیادہ عزیز اور افضل ہوتی ہے۔
یہی وجہ ہے کہ موت کو تخلیق میں مقدم کیا اگرچہ دنیا میں حیات سے موت منحصر ہوتی ہے ایک
حدیث میں یہ بھی ہے کہ موت دنیا کو آخرت سے ملانے والا ایک پل ہے **وَالْمَوْتُ جَسَدٌ الْآخِرَةُ**
اس دنیا کو آزمائش کی جگہ اس لئے کہا گیا ہے کہ انسان کے لئے آخرت اور دوسرے جہن
کے عذاب اور ثواب کو پہلے غیب میں رکھا گیا ہے۔ اگر جنت اور دوزخ کو لوگوں پر ظہور کر دیا مانتا
تو دنیا میں کوئی شخص ایسا باقی نہ رہتا جو ایمان نہ لے آتا اور جنت کیلئے کوشش نہ کرتا۔ جب کافر
موت کے وقت ملک الموت کو ملاحظہ کر لیتا تو اس کو بھی خدا اور اسلام کا یقین ہو جاتا ہے اور اللہ پر
ایمان لے آتا ہے۔ مگر ایمان کی شرط تو خدا پر یا یقین ایمان سے وابستہ ہوتی ہے۔ اس جہن کا مقام
آزمائش ہونا بھی اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ بغیر دیکھے کون ایمان لانا اور نیک
اعمال کرتا ہے (کیونکہ عذاب کو دیکھ کر اللہ سے ڈرنا تو قابل تعریف بات نہیں)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب بیٹے کو زخم کرنے کیلئے کہا گیا تو اس سے خون مراد نہ تھا بلکہ جو
چیز حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام میں اللہ موجود تھی اس کو بالفعل ظہور کرنا مطلب تھا۔
یہی حکمت قربانی میں پوشیدہ ہے **وَلَمَّا يَتَذَكَّرُ اللَّهُ لَكُمْ مَآذِكُمْ لَآ تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ**۔ (البقرہ: ۱۷۰)
یعنی اللہ کو ان قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں چھپتا (حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ
ہیں کہ معیبت پر مبنی کرنا تو عورتوں اور عیالوں کا کام ہے مرد تو معیبت پر شکر ادا کرتے ہیں آپ
کے بیٹے نے جب آپ سے پوچھا کہ معیبت پر شکر کیسے کیا جاتا ہے، آپ نے جواب دیا کہ تو نے
وہ حدیث نہیں پڑھی کہ جس شخص کو کانا پینا ہے اس کا ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے اور ایک
نیکی اسکے اعمال نامے میں ملتی ہے جس کو ایک روز بندہ ہو تو ایک سال کے گناہ معاف
کر دیئے جاتے ہیں۔

اعمال کی جزائیں جہن میں ملتی ہے اور آخرت کو معنی ایسی لئے کہتے ہیں کہ جزا بعد کو ملتی
ہے یہ جزا اس دنیا میں اس لئے نہیں دی جاتی کیونکہ اس دنیا کا دائرہ محدود ہے اور عدل کے تمام
تقاضے موجود نہیں اور بعض گراں بہا اعمال کا اجر تو اس دنیا میں ہو ہی نہیں سکتا مثلاً شہید
قوم اور ملت کا اجر اس دنیا میں کیا ہو سکتا ہے اس لئے تو شہر نے اپنا بے نیکی کا اظہار کیا ہے کہ

” قوم کے مرد مجاہد تھے کیسے ہٹیں کر دیں “ خدا کے خاص بندے اپنی جان و مال کا تذرا نہ لیکر
خدا کی بارگاہ میں بعد طہر و تہذیب و عافیت رہتے ہیں اور اپنا سب کچھ نثار کیجئے جیتا رہتے
ہیں۔ حافظ شیرازی ”گو دیکھئے کہ کس بے قراری سے فرماتے ہیں کہ اے الہی میں نے سنا ہے کہ تو
اپنے کنوؤں کے گھٹے میں ابتلا کے پٹے ڈال رہا ہے، الہی حافظ کو اس بلا کی رسی سے کیوں محروم کیا
ہے؟“

شنیدہ ام کر سگاہ راقلا دمی بنی ہوا
ہر اوج گردن حافظ نہ کنی رسنے
رسنا ہے کہ تو اپنے کنوؤں کی گردنوں میں پٹے ڈال رہا ہے حافظ کی گردن میں رسی کیوں نہیں ڈالت
تو عید شاعیت کہ بردار فرد شند
تو عید وہ مال ہے جو پھانسی کے تختے پر پکٹ رہے یہ وہ بھول نہیں جو گلی کوچوں میں بکتا ہے
علقہ در گریم انگنہ دوست
دوست نے میری گردن میں پھندہ ڈال رکھا ہے اور جہاں چاہتا ہے سے جاتا ہے
خسرو تو بس بند شکار در مقام شوق
گویا پہلے بوس سگانش رسیدہ
دائے خسرو اب تیرا مزہ شوق میں بہت بلند ہو گیا ہے کیونکہ تو دوست کے کنوؤں کے ہاں تک پہنچ گیا ہے
از طوق سگان مسدود
گر غفلت خاص را نہ شایم
دایے دوست اگر غفلت خاص کے ہم لائق نہ ہوں تو کنوؤں کو طوق سے تو مسدود نہ رکھ
ابتلا کا لفظ بھی آیا بلا ذرا سے بنا ہے جس کے معنی بوسیدہ
از شمش ایک کڑا امتحان ہے
ہوتا ہے بے یقوتہ کا معنی یہ بھٹنے کہ میں نے کثرت آزمائش
بے یقوتہ کہ دلیعائب کہیں تو امتحان کی غرض سے ہوتے ہیں اور کہیں حافظ ان نون کو بھڑونے کی غرض سے
ہوتے ہیں قانون الہی کا تقاضا ہے کہ جو لوگ اس امتحان سے سرخرو نہیں ہو پاتے ایسے لوگوں پر ابدی
ذلت کے طور چلیں اور چاکو کی صورت میں روانی کو مسترد کر دیا جاتا ہے

ہے جو ہنگام بہاؤ شمش بھائی کا
خافوں کیلئے ہینام ہے بیداری کا
تو بھگتا ہے یہ سادہ ہے دل آزاد کی کاہست ہے تیرے اشار کا خود داری کا
کتابے طوکت آثار جزں پیدا
الشد کے نشتر ہیں، تمیور ہوا چنگر

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو شرف و دوستی بخشے گی فرض سے آنکا امتحان فرماتا ہے۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ کون اُسکی دوستی کے قابل ہے۔ قرآن الہی ہے۔ الَّذِیْ یَخْلُقُ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوَاتِ لَیَبْلُوْا کُمْ اَتَیْکُمْ اَحْسَنُ مِمَّا ظَنَنْتُمْ اَنْ تَمُوتُوْا وَرَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (سورہ المائدہ ۱۵)۔ اے نبی! کہہ دو کہ تم میرے علم کے لحاظ سے کون بہتر ہے۔ سورہ المائدہ ۱۵، ایک جگہ فرمایا وَلَیَّبْلُوْا کُمْ حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجْتَهِدِیْنَ مِنْکُمْ وَالْعَیُّوْمِیْنَ وَنَبْلُوْا اَخْبَارَ کُمْ (ہم ضرور آزمائیں گے تم کو تاکہ دیکھ لیں کہ تم میں سے کون معروف جہاد رہتے ہیں اور میرے کرنے والے ہیں حتیٰ کہ ہم پرکھ لیں تمہارے احوال سورہ محمد آیت ۱۲) سورہ القبر آیت ۱۵۵ میں ہے وَلَیَّبْلُوْا کُمْ لَعَلَّ کُمْ تَخْشَوْنَ الْخَوْفَ وَالْجَوْدِیْمَ (ہم ضرور آزمائیں گے تمہیں خوف اور ہول (طبرہ) سے۔ سورہ عنکبوت آیت ۲ میں ہے کہ۔ اَخْبَبَ النَّاسُ اَنْ یَّتْرَکُوْا اَنْ یَّقُوْا اَمَّا وَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ کیا لوگ خیال کرتے ہیں کہ انہیں صرف اتنی بات پر چھوڑ دیا جائیگا کہ وہ کہیں کہ ہم ایمان لائے تھے اور انہیں آزمایا نہیں جائیگا) ان آیات سے معلوم ہوا کہ وفاداری کی پہچان آزمائش سے ہی کی جاتی ہے۔

ملے کریں رہ گئی بر تہ لب خشک دستگان تری بر تہ
 (اس راگز سے جو سان لے جایا جائے وہ ہے خشک لب انسانوں کا تر ہونا)
 اس قسم کی مثبت سی آیات قرآن پاک میں معی ہیں جن میں اسی بات کا ذکر ہے کہ اگر ہم سے پیار ہے تو ہر قسم کی مصیبتوں و مشقتوں اور پریشانیوں کیلئے تیار ہو جاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے ماضیوں کو فرطالتے تھے کہ جسے ہم سے پیار ہے وہ مصائب کیلئے تیار ہو جائے کیونکہ ایسے لوگوں کی طرف مصائب اس طرح آتے ہیں جس طرح نئی جگر کی طرح پانی تیزی سے آتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ افضل میں یعنی بہترین زندگی کو ہم نے میری پایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب رحلت فرمائے تھے تو لوگوں نے کہا طیب کو بلا میں اپنے فرمایا کہ طیب نے مجھے دیکھا ہے اور یہ کہے کہ اَتَاکُمَا لَیْسَ اُرِیدُ ذکر میں وہی کرتا ہوں جو میں چاہتا ہوں۔ حضرت معروف کوفی فرمایا کرتے تھے کہ جو اپنے مولا کی قربت کا منت حاصل نہیں کرتا وہ اسکا سچا غلام نہیں اور عبودیت کے دھوٹی میں سچا نہیں یعنی سادہ ترین تو اپنی جیب میں لکھ کر رکھ لیتے تھے۔ وَلَیْسَ لَکُمْ اِلٰھٌ دُوْنِیْ فَانْتَکَ بِاَعِیْنِیْ اَدِیْ بِہِ

فرمائیے اپنے رب کے حکم سے، پس آپ بلا خیر ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں رسول طورہ ۸۰، ہم پھر ادبائے
 عاقبتین جب کوئی معیبت آتی تو اس کا قد کو نکال کر دیکھتے تو محسوس کرتے کہ اللہ تعالیٰ ہماری
 معیبت کو دیکھ رہے ہیں اور جب وہ یہ پڑھتے تو جھوٹے اور رقتی کرتے ہدایات میں ہے کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے خود وجد فرمایا۔ عاشقوں کی بات کا
 اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ جب زینب کی سہیلیوں نے اپنی انگلیاں یوسفؑ کو دیکھ کر کاٹ لیں
 تو انہوں نے انہیں تک نہ کیا بلکہ انکو معلوم بھی نہ ہوا کہ انگلیاں کٹ گئیں ہیں تو پھر محبت حقیقی کی
 آزمائش پر انہیں تو بالکل نہیں ہونا چاہیئے۔

رہیں است کہ خوں خور وہ دل بد دے را _____ بسم اللہ اگر تابِ نظر است کسے را
 (عاشقوں کا حال) یہ ہے کہ بسا اوقات خون دل پستیا نہ غلامی قبول کرتے اگر کسی میں یہ تابِ نظر ہے تو بسم اللہ کہے
 اگر کسی کو اندھیرا ہو جائے یا کوئی چمکا بھرے اور وہ تکلیف سے پریشان ہو جائے مگر جب اسے یہ معلوم ہو کہ چمکی
 سمجھنے والا اس کا عزیز ترین محبوب ہے تو بھائے غصے کے وہ خوش ہو گا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ غم
 میری طرف سے ہیں ان سے ناراض نہ ہونا۔ وَ لَیْسَ بِکَ فَاْعِلُوْہِیْنِ یعنی وہ خود فرماتا ہے کہ تم اپنے رب
 کی خوشنودی کیلئے مبرک و کثیر کو ایمان کا عبادت اس وقت تک میں نہیں ہوتی جب تک تم تیرا بلا کا
 نشانہ نہ بنو اللہ تعالیٰ کی کی طرف سے یہ کہہ رہے کہ معیبت میں مبرک کرنے سے برداشت سہل ہو جاتی ہے اور غم
 ہٹا ہو جاتا ہے اور اگر کوئی راحت کی امید رکھے گا تو اسے سونے حسرت کے کچھ نہیں ملیگا۔
 علامہ فرماتے ہیں مردانِ حق کا امتحان مصائب سے ہوتا ہے اور خدا کے دیدار کے پیاسوں کو
 زیادہ پیاسا کرنا جانتا ہے۔

استمان پاک مردان از بلاست _____ کشکانِ راتشہ ترکردنِ رواست
 در گذر مثلِ کلیم از رود نیل _____ سوئے آتش گامسزنِ مثلِ خلیل
 د کلیم اللہ علیہ السلام کی طرح دریائے نیل سے گزر جاؤ، خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح آگ میں قدم رکھ دو
 سب سے زیادہ سختی انبیاء علیہم السلام پر ہوتی ہے اور پھر ادب پر اور پھر ان لوگوں پر جو اور
 لوگوں سے اچھے ہوں۔

حضرت محمد علیہ الرحمہ کا تصور ابتلاء | معترجہ ذلف ثانی فرماتے ہیں کہ دنیا کی نعمت یا لذت کو

حاصل کرنے کیلئے نہیں بنایا گیا کیونکہ نعمتوں اور لذتوں کیلئے تو آخرت ہے دنیا اور آخرت تو ایک دوسرے کی نفیض (آٹ) ہیں۔ دنیا کی آراستگی سے آخرت میں خوشی اور دنیا کی خوشی میں آخرت کی آراستگی ہے چنانچہ ایک جگہ اگر لذت پائی جائے تو دوسری جگہ رنج و الم کا پانا لازم ہوگا۔ آخرت کی لذتوں کے مقابلے میں دنیا کی لذتوں کی مثال سمندر کے سامنے قطرے کی نسبت بھی نہیں رہے گی۔ لذت کا تقاضا بھی یہ ہے کہ دوستوں کو چند روزہ محنت میں رکھنا چاہیے تاکہ ہمیشہ پیش کی زندگی بے حزن حاصل کریں۔ فرماتے ہیں کہ فردوں کو دنیا میں عذاب نہ دینا ہی ان کے لئے نعمت ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ”الشیاء بمن انعمت دجنۃ ان فر“ دنیا کا فر کیلئے جنت اور موت کیلئے قہر خانہ ہے۔

محبہ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر اس دنیا میں یہ درد و الم نہ ہوں تو اس کی قیمت ایک جو کے دانے کے برابر نہ ہوتی۔ ان معائب پر ہی تو اجر ملتے ہیں اور خدا کی خوشنودی اور رضا بھی اگر مسلمان دنیا میں تکلیف نہ اٹھاتے تو انہیں جنت کی نعمتوں کی قدر و قیمت معلوم نہ ہوتی حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معائب تو عوام کو بڑی لگتی ہیں مگر خواص کو تو اللہ کی طرف سے ہرگز ہمیدتی لگتی ہے اور اللہ کی طرف سے معائب پر وہ زیادہ لذت حاصل کرتے ہیں جو انکو نعمتوں میں بھی محسوس نہیں ہوتی لہذا اللہ کے دوست دنیا میں معائب سے لذت حاصل کرتے ہیں اور آخرت میں بھی محفوظ اور سرور ہو گئے کیونکہ انکی نظر فعل پر نہیں بلکہ فعل کے مال کے ہاں پر ہوتی ہے اللہ کا احسان یہ ہے کہ انہیں تنگ و تنگ کو بڑی لگتی ہے جہاں اور کمال بنا ہے اور ان کیلئے معائب کو زینت کا سبب بنادیا۔

ہرچہ ان خسرو گند شیری بود (یعنی جو وہ بادشاہ کہ اسے شیریں سمجھتے تھے)
حضرت محمد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر صرف دشمنوں کو اللہ تعالیٰ معائب دیتے تو دشمن اور دوست میں فتنہ برپا ہوتا اور سب کے سب مسلمان ہوجاتے پھر یہ آئینہ امتحان باطل ہوجاتا۔
اگر ایسا ہوتا تو یہ ایمان باغیب کے منافی تھا ایمان کی اصل توحید ہے کہ انسان خدا کو

نہ دیکھتے ہوئے اسکی پہچان کرے اور پھر اس کے احکام کو ماننے جیسے فرمایا **وَلْيَعْلَمِ اللَّهُ**
مَنْ يَنْصُرُهُ وَرَسُولَهُ بِالْغَيْبِ ط اور یہ سب اس لیے) تاکہ دیکھے اللہ تعالیٰ کہ کون کرتا ہے سرکاری
 اس کے رسول کو جو کچھ اللہ پر ہے **لَا يَنْزِلُ إِلَيْهِ اللَّهُ** کا قانون اپنے دوستوں کی پہچان کا ذریعہ ہے

حضرت محمد و علیہ السلام نے آزمائش سے متعلق ایک اور خوبصورت دلیل پیش کی ہے کہ اگر
 اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دنیا اور آخرت میں نعمتیں دے دیتا تو یہ اس کی حکمت اور بات کے
 منافی ہوتا کیونکہ عبادت الہی اس پر ہے کہ **يَفْعَلُ اللَّهُ بِأَوْلِيَائِهِ فِي هَذِهِ الدُّنْيَا مَا يَفْعَلُ**
بِأَعْدَائِهِ فِي الْآخِرَةِ۔ کہ ان فی مکتوبات ربانی اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں سے اس دنیا
 میں وہ سوا کرنا ہے جو اپنے دشمنوں سے آخرت میں کرتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے کہ وہ ان معاصی
 دنیا کو مسلمانوں کے گناہوں کا کفار و مبنی دیتا ہے کفار کے گناہ بڑے ہیں اور ناقابل کفارہ
 ہیں وہ تو بہ، تفرغ، استغفار اور زاری نہیں کرتے بلکہ سرکشی کرتے ہیں اور گناہوں پر دیر
 ہیں دنیا کے معاصی آخرت کے عذاب کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔ فرماتے ہیں عوام تو
 معاصی سے گہرا جاتے ہیں مگر وہ اس کا ذوق و حال دو گنا ہو جاتا ہے وہ ان معاصی کے الوار کا شہہ کرتے ہیں۔ محبوب کی
 تکلیف اس کے انعام سے اور اس کا جلال اس کے جلال سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ جاں میں اور انعام میں محبوب
 کی مراد کے ساتھ اپنی مراد اور خوشی بھی شامل ہوتی ہے مگر درد اور بلا میں محض محبوب کی مراد ہوتی ہے ایک
 حدیث میں ہے کہ جو شخص ایک دن بیمار رہے تو اس کے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی کے
 پاؤں میں کانٹا بھی چبھ جائے تو اس سے بھی کئی گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ ایسے ہی ابتلا میں
 گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ بلا اور مصیبت کی شکایت کرنا حق تعالیٰ کی شکایت کا اظہار کرنا ہے۔
 حالانکہ یہ شکایت کا مقام نہیں بلکہ شکر کا مقام ہے کہ معمولی تکلیف کے بعد عظیم مصیبت سے نجات ملے
 موفیہ کا قول ہے کہ مصیبت کے وقت اگر سالک اپنے دل میں راحت اور خوشی محسوس کرے تو یہ
 الشراج صدر کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی طرح خوشی کو بھی اللہ کی طرف منسوب کرے اور یہ سمجھے کہ
 مصیبت بھی اسی نے دی اور خوشی بھی اسی کی طرف سے ایک احسان ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان
 ہے کہ شرج صدر ایک نذر ہے جو اللہ تعالیٰ ان کے سینے میں ڈال دیتا ہے کسی نے کہا ہے کہ۔

بلا از دوست عطا است و از عطا تالیفین عطا است

(مصیبت اللہ کی طرف سے عطا ہے اور عطا پر ردنا عطا ہے)

حدیث شریف میں ہے کہ مومن ہر پچاس دن ایسے نہیں گزرتے کہ اس کوئی پریشانی یا تکلیف نہ پہنچے۔ سلف صالحین اتنی دیر بغیر تکلیف کے گزرتے دیکھ کر پریشان ہو جاتے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت علیؑ علیہ السلام کے سامنے عرض کی کہ میں تو کبھی کوئی تکلیف پہنچتا ہوں نہ کبھی سر میں درد ہی ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھ سے دور ہو جاؤ اور فرمایا کہ جو کسی دوزخی کو دیکھنا چاہیے تو اس کو دیکھے (اس سے ظاہر ہوا کہ جنت تو ہر لمحہ جفاؤں پر مبر کرنے کا۔)

سورہ توبہ آیت ۱۲۶ میں ہے۔ اَوَّلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفَتِنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّمْنًا

اَوَّلَا يَرَوْنَ دیکھا نہیں دیکھتے کہ وہ آزمائش میں آتے ہیں سال میں ایک بار یا دو بار حضرت ایوب علیہ السلام سے جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ علیہ السلام خوشگالی میں خوش ہیں یا مصیبت کے زمانے میں خوش تھے فرمایا کہ مصیبت کے دنوں میں زیادہ خوش تھا کیونکہ ان دنوں اللہ تعالیٰ روزانہ میری مزاج پر مٹی لہراتے اور کہتے تھے ایتوب کیسے ہو اور اسی کام سے مجھ پر کیف دستی طاری ہو جاتی تھا کہ کہہ گئے کہ بعد اللہ تعالیٰ پھر در یافت لڑتے مبتول ہے کہ حضرت ابراہیمؑ فرماتے تھے کہ میں اللہ پر لطف اور اچھا وقت اُنکو انشئیں مزد میں لاؤ وہ انکو زندگی بھر میں نہ ملا حضرت ابراہیمؑ ادم کے نیاک رات جنگل میں گئے اور ہی جیکر آپ کے بستر میں سانپ پھرتے رہے آپ نے فرمایا کہ ایسی آرام کی رات انہیں پہلے کبھی میسر نہ ہوئی تھی حضرت یوسف علیہ السلام پر کپ کپ ملائی نازل ہوئی مگر آپ کو جب اللہ کے انعامات ملے تو ایسی پراش کا شکر ادا کیا اور ان معائب کا ذکر تک زبان نہ لگائے۔ معائب کی درجہ بالا تشریح کے بعد سختیوں کو بھیلنے میں آسانی کا سامان پیدا ہوتا ہے چنانچہ سالکان راہ طریقت کو مشکلات سے گھرا نا نہیں چاہیے۔

جنا طلبی مسلمان کا شیوہ ہے | انسانی طبیعت کا تقاضا ہے کہ وہ ہمیشہ عشرت اور کام

ہے تو گھبرا کر حادثات زمانہ کا شکوہ سنچ ہو جاتا ہے مسلمان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہر مسلمان کی زندگی میں معائب احاطہ ایک جزو لا ینفک کی حیثیت رکھتے ہیں۔ علامہ انبال نے فلسفہ غم معائب اور آلام سے متعلق بہت کلام لکھا ہے جس کا پھر بلائی یقینیت سرائی ملت میں مختلف مقام پر خصال کر دیا گیا ہے۔ علامہ کے کلام کی خصوصیات میں سے سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ مسلمان

کو شکل پسند اور خطرات سے محفوظ باغیوالی چٹان کی طرح قوی اور مضبوط رکھنا چاہتے ہیں۔
 مری تقریباً یہی ہے جس سال زیبائی کہ سر بسجود ہیں وقت کے سامنے غلام
 نہ ہو جمال تو حسن و جمال بے تاثیر نرا نفس ہے اگر نغمہ نہ ہو آتش ناک
 مجھے سزا کیلئے بھی نہیں قبول وہ آگ کہ جس کا شعلہ نہ ہو تند و کمرش دیباک
 شاہین کبھی پروانے سے ٹھک کر نہیں گرتا پرواہ ہے اگر تو تو نہیں خطرہ آفتاد
 د کوئی شاعر

گریز کشمکش زندگی سے مردوں کی اگر شکست نہیں تو اور کیا ہے شکست
 بے خطر کو پڑا آتش غرور میں عشق عقل ہے محو تاشائے لب بام ابھی
 غطر پسند طبیعت کو سازگار نہیں وہ گستاخ کہ جہاں گھات میں نہ ہو میاد
 چیتے کا بکر چاہئے شاہیں کا تجسس جی سکتے ہیں بے روشی دانش و فرہنگ
 ترا بحر پر مسکوں ہے، یہ سکوں ہے یا لڑائی نہ ہنگ سحر طوفاں، نہ خرابی کستارہ
 حیات فسلہ مزاج و فیور دشواری گیر سرشت اس کی ہے شکل کشی، جفا طلبی
 علامہ فرماتے ہیں کہ جس قوم میں مشکل کشی کا جذبہ موجود ہے ایسے لوگوں کے لئے جہاں از خود سازگار
 بن جاتا ہے اور جو لوگ سختی برداشت نہ کر سکیں وہ کھوٹے سبکے کی مانند ہیں اور قوم پر ایک بوجہ ہیں
 از بلا تا بختہ ترکہ و خودی تا خدا را پر وہ در گرد خودی
 (خود می تو معائب سے بختہ تر ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ خدا کو بھی بے نقاب کر دیتی ہے)
 از بلا ترسی؟ حدیث مصطفیٰ است مرد را روز بلا روز صفاست
 (تو معائب سے ڈرتا ہے؟ حدیث رسولؐ میں ہے کہ مرد کے لئے روز بلا تزکیہ الہی کا دن ہے)
 مرد خود داسے کہ باشد بختہ کار با مزاج اویب ز روزگار
 (ایسا انسان جو خود مار بھی ہے اقد بختہ کار بھی تو دنیا اس کی ضرور معاون اور موافق ہو جاتی ہے)
 مگر از سختی و ایام بگزار کہ سختی ناکشیدہ کم عیار است
 (معائب زمانہ کے خلاف شکوہ مچھڑو دو کیونچو بس نے سختیاں نہ ہی ہوں، وہ کھوٹا رسکٹ ہے
 نمی دانی کہ آپ جو شب راں اگر برسنگ غلطہ خوشگوار است

دیکھیں جانتے کہ اُبت روں کا پانی جب پتھروں پر رواں ہوتا ہے تو زیادہ خوشگوار لگتا ہے

قرآن مجید کے کہنا ہے مال اور تمہاری اولاد سب آزمائش ہے وَاللّٰهُ عِنْدَہٗ اٰخِرُ
قرآن کا اندازِ امتلاء اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ وَاَنْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَجْرٌ

عظیمہ جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد سب آزمائش ہے اور بیشک اللہ کے پاس
 اجرِ عظیم ہے۔ سورہ انفال: ۱۷۸ میں آزمائش میں صرف وہی لوگ پورا آتے ہیں جو اپنے بچوں کو
 میسر تربیت دیں نہ کہ ان کو مال و دولت کا بھاری بناویں۔ بھلے ماں باپ بچوں کو دولت اکٹھا
 کرنے کے دھنگ سکھاتے ہیں اور دین کی تعلیم کی چنداں پروا دہ نہیں کی جاتی۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ
 حلال اور نیک روزی سے پئے ہوئے پئے نہایت ذہین، تابدار، راست باز اور راسخ و عقیدہ
 ہوتے ہیں۔ شاہین پاک روزی کا قوت سے پسندوں کی جو ٹیوں کو سرکرتا ہے حلال رزق کو
 کم ہوتا ہے لیکن اگر ان اس کم رزق پر راضی ہو جائے تو خدا اس کے کم اعمال سے بھی راضی ہو جاتا ہے
 اور اس کے درجات بلند فرما دیتا ہے۔

یوسف علیہ السلام کو کوئٹہ میں بیجا گیا، بیانیوں کی مخالفت کو برداشت کیا ہر عمر
 کے بازار میں بیجا گیا، عزیزِ مصر کے گھر نہایت لگاؤ لگتا، عزیزِ مصر کی بیوی نے بے مائیگی کی دولت
 ہی (جو ان کے عالم میں اس آزمائش سے بچنا کوئی کم بات نہ تھی) اور کھانا بچو زمانِ مصر کی وجہ سے بارہ ہی
 جیل میں بھیجا گیا پھر بھی آپ اپنی زبان پر شکوے کا ایک بھی لفظ نہ لائے بلکہ اللہ تعالیٰ کے احسانات
 کا شکر ادا کرتے رہے۔ سورہ یوسف کی آیت ۱۰۱ میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے اللہ تعالیٰ
 مجھ سے بہت اچھا سلوک کیا کہ مجھے جیل سے نکالا، اور میرے بیانیوں کو مجھ سے طایا، مجھے مصر کے
 ملک کی حکومت عطا کی اور مجھے خوابوں کی تعبیر کرنے کے علم سے نوازا۔ ایک مسلمان کبھی شیوہ ہونا
 چاہیئے کہ وہ اللہ کے احسانات کو یاد کرے اور مصائب کو معمول جانے کیونکہ یہ تو اس کو بلند
 درجے پر فائز کرنے کے لوازمات میں سے ہے۔ سورہ البقرہ آیت ۱۵۵ میں ہے کہ کچھ لوگوں کا یہ حال ہے کہ اگر
 حادثہ سازگار ہوں تو دین پر قائم رہتے ہیں اور اگر کوئی مشکل آئے تو گھبرا کر دین سے ہی منہ موڑ دیتے ہیں۔ ایسے لوگ
 دنیا اور آخرت کو برباد کر دیتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہیں کہ اگر فسادِ روزہ کی پابندی کریں
 اور اس دوران کوئی مشکل آجائے تو فسادِ روزے کو چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ ان کی بیوقوفی کی علامت ہے۔

اور شیطان کا بیکا دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکرانہ صحت میں بہت تکلیف دی گئی تو حضرت فاطمہؓ پریشان ہو گئیں باپ نے انکی یہ قراری کو دیکھ کر فرمایا اے فاطمہؓ! تمہارے باپ پر بس یہی ایک محنت رہ گئی ہے اسکے بعد کوئی ناپسندیدہ بات نہ ہوگی۔ مسلمان کے لئے معاصی کفارہ ہیں اور انبیاء کیلئے امت کا کفارہ اور بندی درجات کا سبب ہوتے ہیں۔

سورہ کھف آیت ۱۱ میں فرمایا کہ ہم نے زمین کی چیزوں کو بامیت زینت بنایا تاکہ ہم آزمائش کر ان میں سے کون علی کے خدا سے بہتر ہے۔ (وَبَنَدْنَاهُمْ آيَاتِنَا أَحْسَنُ عَمَلًا) اس سے منشاء الہامی مرفوعہ دیکھئے کہ کون اس دنیا کی رنگینوں میں کھو کر رہ جائے اور کون ہے جو ان کو چھوڑ کر اللہ کی طرف رواں دواں ہوتا ہے۔

سورہ الذاریات آیت ۱۲ میں ہے کہ کف کو قیامت کے دن آگ پر تپایا جائیگا (عَلَى الشَّارِيفَتَيْنِ) مومنوں کیلئے فرمایا کہ اس دنیا میں آزمائش کیلئے تیار رہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

۱۔ وَبَنَدْنَاهُمْ بِالْأَشْرَاقِ وَالْخَيْدِ (ہم تمہارا امتحان شراد و خیر سے کرتے ہیں۔ الانبیاء ۲۵)
 ۲۔ وَبَنَدْنَاهُمْ بِمَا فِي بَشْتِي وَمِنْ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقَعِي مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالْأَشْرَاقِ (ہم ضرور آزمائیں گے تمہیں کسی ایک چیز کے ساتھ یعنی خوف اور بھوک اور مالوں اور مالوں اور بھوکوں کی کمی سے۔ البقرہ ۱۵۵)

۳۔ رَبَّنَا بَنَدْنَاهُ فِي مَا آتَانَا مِنْكَ (ناکر آزمائیں تمہیں اس چیز میں جو دلائل تمہیں عطا کیا لا نعام ۱۶۵)
 تمہیں عطا فرماتا ہے۔

۴۔ وَبَنَدْنَاهُمْ حَتَّى نَعْلَمَ الْمُتَجِدِّينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَبَنَدْنَاهُمْ بِمَا آتَانَا مِنْكُمْ (ہم ضرور آزمائیں گے تمہیں تاکہ ہم دیکھ لیں کہ تم میں سے جو معترف جہاد و صبر میں اور صبر کرنے والے ہیں اور پرکھیں گے تمہارے حالات کو۔ محمد ۳۱)

اللہ تعالیٰ نے مختلف اوقات پر مسلمانوں کو بلند مقامات کیلئے آزمائش لازم ہے | کڑی آزمائشوں میں مبتلا کیا اور پھر قرآن

(۴) اگ میں ڈسے جانے کی آزمائش ۔

(۵) لاڈلے فرزند کا ذبح کرنا ۔

(۶) اللہ کی راہ میں ترک وطن کرنا اور ۔

(۷) اسماعیل علیہ السلام اور انکی والدہ کو بے آب و گیاہ ممر میں چھوڑنا چنانچہ جب آب ان آزمائشوں میں پورے ترے تو فرمایا ۔ وَ اِذْ جَعَلْنَا اِبْرٰهٖمَ دَبۡطَیۡۃً یَّحۡمِلُ فَاَتَمَّحۡنُہٗ قَالَ اِنِّیۡۤ اِنۡجَا عِلَّتْ لَیۡسَ اِیۡنَا مَّا دَاوۡدُ جَب اِبْرٰهٖمَ عَلَیۡہِ السَّلَامُ کو اُسے رب نے آزمایا چند باتوں سے تو وہ انہیں پوری طور پر بجا لایا (اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا بیشک میں بنانے والا ہوں تمہیں تمام ان باتوں کا پیشوا ۔ البقرہ : ۱۲۴)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی آزمایا گیا اور فرمایا کہ بے موسیٰ ہم نے نہیں اچھی طرح جا پنچ لیا ہوتا ۔ وَفَعَلْتَ کَیۡۤیۡۤسًا طے (۴۰۱) یعنی پیغمبری اسی وقت مل کی جب یہ بات ظاہر ہو گئی کہ آپ اس پیغمبری کے قابل ہیں لہذا معلوم ہوا کہ درجات اسی وقت ملتے ہیں جب کوئی خود کو اس کا اہل ثابت کر دے ۔

احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابتلا درجات کے مطابق ہوتی ہے اور قرآن میں بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی وسعت (ظرف) سے زیادہ مکلف نہیں فرماتا (لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا وَّ لَا دُسۡحًا ط (ذمہ داری نہیں ڈالت اللہ تعالیٰ کسی شخص پر جتنی اسکی طاقت ہو ۔ البقرہ : ۲۸۶) منقول ہے کہ ایک مومن کو جو دنیا میں بہت مصائب برداشت کر چکا ہو گا جب اُسے جنت کے کنارے پر کھڑا کیا جائیگا تو اُسے یہ پوچھا جائیگا کہ کیا تم نے دنیا میں بہت دکھ برداشت کئے تھے تو وہ بولے کہ نہیں اللہ تعالیٰ انہیں عسر تو نہایت آرام میں گزری اور جب دنیا میں عیش و عشرت کرنے والے کو جہنم کے کنارے کھڑا کیا جائیگا تو وہ کہے گا کہ میں تو دنیا میں بہت مصائب اور تکالیفیں بردھوں (کسی نادمان کے پاس خواہ کتنا ہی مال کیوں نہ ہو وہ دنیا میں پریشاں حال ہی رہتا ہے ۔)

روایات میں ہے کہ محمود غزنوی جب کوئی پھل کھاتے تو پہلے ایازؒ کو کھانے کو کہتے اور پھر بوجھتے کہ کیا ہے؟ جب وہ بتاتے تو پھر خود کھاتے ۔ ایک بار ایک خر بوزہ کھانے لگے تو پہلی فاش ایازؒ کو دی جو پھکی تھی مگر ایازؒ نے کہا کہ میٹھی ہے ۔ جب محمودؒ نے کھائی تو کہا کہ ایک خر بوزہ کے

دو ذائقے کس طرح ہو سکتے ہیں؟ میں تو دیکھتا ہوں کہ یہ خربوزہ پھیکتا ہے کیا بات ہے؟ ایازؑ نے
 لکھنا چاہیے تھا یا تو میرے ذائقے، دماغ اور زبان نے کہا کہ پھیکتا ہے مجھ میرے دل نے کہا کہ جب میں اپنے
 محبوب کے ہاتھ سے ہمیشہ میٹھی چیزیں کھاتا رہا ہوں تو ایک بار اگر پھیکا بھی ہوا تو اسے پھیکا نہیں
 کہنا چاہیے جو عزیز محبوب کے ہاتھ سے آئے میٹھی ہوتی ہے۔ دوسرے کو اسٹشن نے اپنے بے شمار
 انعامات سے نوازا ہے اور اگر کوئی معیبت کہنے آئے تو خوشی قبول کرنے میں تیار و تندرکے بلکہ شکر بجا
 لائے۔

ایک طویل حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو دنیا میں ایک گھنٹے، ایک کوڑی
 اور ایک اندھے کے پاس بھیجا اور اس فرشتے نے ان تینوں کے اصرار کو اپنا ہاتھ پھیر کر تندرست
 کر دیا اور ساتھ کھال موٹھی بھی دیئے جس سے تینوں تندرست ہو گئے اور مالدار بھی ہو گئے پھر ایک
 سرے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُنکی آزمائش کے آسمان فرشتے کو بھیجا اور کہا کہ کچھ سر پر پہنے میں نے نہیں
 سنی کہ یہاں فرشتے تک کہ آج میں معیبت میں ہوں میری مدد کر بلکہ پہنے دو تو دل گئے اور کوڑی
 نے بہانے بنائے اور اس فرشتے کو کچھ نہ بولنا چاہنا پھر ان مدد کو پھر اُنکی پہلی حالت میں کہ واجب اندھے
 کے پاس آئے تو اس نے اسکی مدد کا اور اسٹیشن لگنے کے مال میں اور بھی بکرت ڈال دی۔ ایسے
 ہی اللہ تعالیٰ نعمیں دیکھ بھی امتحان کرتا ہے۔ اور معائب دیکھ بھی اُتاتا ہے۔

بٹے کام بڑی قربانیاں | انبیاء اور اویں نے کرام کی ہی جماعت ایک ایسا بہت
 ہے جو ہمیشہ اسرار اور معائن کے پردوں کو کھینچتے ہیں۔ اسی زمانے کے بے محنت مجدد الف ثانیؑ
 کا ذات تھا ایک ایسی شخصیت کی حامل ہے جس نے بہت سے عجیب و غریب معاملات کا حل ملایا ہے مثلاً
 کے متعلق آپ کا قول ہے کہ لوگوں کی خدمت اور جفا بزرگوں کیلئے بھلا ہے اور اُنکے رنگ کو منسلک
 فرماتے ہیں کہ جب فقیر اس دنیا کے (ظہر میں پہنچا تو پہے در پہے خدمت کے انوار نورانی جہنم کی
 صورت میں پہنچا ہے جسے اللہ (میزار و حایت کا) ساتھ ہستی سے ہندی کی طرف ہدایت حضرت
 قلب الرزق بختار کا کہی کہ اس کو چھ مہینوں میں قدم رکھنے والے جب تک دستِ بٹے
 دروازہ نہیں کوٹتے اس وقت تک یہ دروازہ نہیں کھلتا۔ فرماتے ہیں کہ جب تک گریہ و زاری،

غم داندہ اور زبانِ ندامت سے طلب نہیں کرتے متعدد حاصل نہیں ہوتا۔ جب تک دل کے قدم سے نہیں چلتے سترل گاہِ عزت تک نہیں پہنچتے۔ فرمایا کہ میں نے کئی سال ایسا ہی کیا مگر جب تک بلا کے احمقوں سے دروازہ نہیں کھٹکھٹایا اور زبانِ اندوہ سے گفتگو نہ کی سترل تک پہنچا۔ حضرت مجدد علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ کفار اس بات پر مطمئن مذاق کرتے ہیں کہ اگر یہ لوگ اللہ کے دلی ہیں تو اللہ انکو ناز و نعمت میں کیوں نہیں رکھتا اور ایسی باتوں سے وہ اس گروہ کی نفی کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔
 تعالیٰ کا قانون ہے کہ اس نے اپنے دوستوں کو لوگوں سے حق فرمایا ہے۔ فطرت اللہ اس بات پر ہے کہ جب اللہ نے پسند فرمایا ہے ہر ام اسے پسند نہیں کرتے اور جب کو اپنا آپ پسند آیا اللہ تعالیٰ اسے کبھی پسند نہیں فرماتا۔

حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ جو اس کے ذکر کو سنائے تو لوگ اسکی طاقت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کے حقیقت میں وہاں کو غیروں کے دیکھنے سے بچا لیتا ہے تاکہ اسکے جاں بانی پر کسی کی آنکھ نہ پڑے تاکہ وہ اپنا جمال دیکھ کر تکبر کی آفت میں نہ پڑیں اور غلام کو ان پر عبور ڈالے کہ وہ ان پر زبانِ طعن و تکرار کرتے رہیں۔

مجدد علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ دائمی ثواب کے مقابلے میں اگر دنیا میں مصائب اسٹانا پڑیں تو اس میں کوئی خلافت نہیں مراد کیلئے سرمدیوں کا نسبت زیادہ مصائب نازل ہوتے ہیں چنانچہ اسی لئے سرمدیوں کے سردار حضرت یوم النشور علیہ السلام نے فرمایا کہ جیسی مجھے اذیت دی گئی اتنی کسی اور نبی کو نہیں دی گئی۔ یاد رہے کہ معصیتوں سے جیسی عام لگوں کے لئے ہے اور یہ بڑی نقائص ہے۔ مصائب کا اگر ہم سبب گناہ اور برائیوں کا ارتکاب ہے لیکن اصل میں یہ مصائب اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ دوستوں کی خطائیں نسبتاً اور سہو سے ہیں اور کفار کی خطائیں عذاب ہیں۔ بنیادِ امداد و ہدایہ کے مصائب انکی آزمائشِ امدت کو استقامت کی ترغیب کیلئے ہوتے ہیں۔
 حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ دوستوں کو بلاؤں میں بھی لذت ملتی ہے کیونکہ انکو اللہ کی طرف سے ہر شے عزیز اور پسندیدہ ہے لہذا دوست دنیا میں بھی لذت امدادِ آخرت میں بھی لذت پاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ کا شکر اور احسان ہے کہ اس نے اپنے دوستوں کو مصائب سے درجہ کیا اور ان کا برداشت کرنا ان بندگان کے لئے تقاضا کا سبب بنایا۔ فرشتوں اور دیگر مخلوق میں جو مصائب اور آلام نہیں ایسے اچھے دیجاتے جنہیں ہوتے۔ حضرت ابی بن کثیر ایک جنگ میں مصائب آرائی کرتے

ہوئے مجاہدین سے فرما رہے تھے کہ بڑے کاموں کی نیکیں کیلئے بڑی ہمت، صلاحیت اور بڑی قربانیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت مجدد الملوک فرماتے ہیں کہ بلا میں گرفتاران کو اس بات پر شکر کرنا چاہیے کہ وہ بلا میں گرفتار ہے گناہ میں نہیں کہتے ہیں کہ کسی نے ایک بزرگ سے تعویذ کی حقیقت پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ ظاہر میں پریشان اور باطن میں مطمئن لوگوں کا گردہ موٹی کھلاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سونا اس وقت کسی کے بدن کی آرائش بنتا ہے جب اسے ٹھنڈی کی آگ میں پگھلا کر اسکا میل کچیل نکال دیا جاتا ہے۔ اسی طرح انسان بھی اسی وقت اللہ کے وصل کے قابل ہوتا ہے جب اسے رذائل کو شداغ کی آگ سے دور کیا جائے۔

تشنگاں رات شر کر دن رواست | کہتے ہیں کہ مومن پر پالیس دن سے زیادہ ایسے نہیں گذرتے کہ اسکو کوئی پریشانی یا تکلیف نہ ہو۔ موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی گئی کہ اے موسیٰ اگر تو دنیا کو اپنی طرف آتا دیکھے تو یقین کرے کہ تجھ سے کوئی گناہ ہوا ہے جسکی سزا مل گئی بیماری بھی ازما لیتا ہے اس میں عبادت سے زیادہ اجر ملتے ہیں کیونکہ اس نے مبرکیا اور ملکیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر بندہ دو بیمار ہو جائے اور پھر بھی توبہ نہ کرے تو موت کا فرشتہ اسے کہتا ہے کہ اے فاضل تیرے پاس میری طرف سے بچے بعد دیکھو دو بار قاصد آیا مگر تو نے توبہ کو قبول نہ کیا میں قول ہے کہ حضرت علامہ رحمہ اللہ نے ایک صحت سے نکاح کیا اور وہ کبھی بیمار نہ ہوئی تو آپ نے اسے طلاق دے دی۔

ایک حدیث کے مطابق جب بندہ مومن ایک دن کیلئے بیمار ہو جائے تو اس کے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور یہ بھی احادیث میں ہے کہ جب کوئی بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو کہتے ہیں کہ میرے بندے کیلئے وہ نیکی لکھو جو یہ بیماری سے پہلے کرتا تھا اسلئے کہ اب میری قید میں ہے۔۔۔۔۔ اور اگر یہ صحت مند ہوا تو اللہ تعالیٰ ہتر صلہ دیتے ہیں اور مرگیا تو رحمت کی دفات دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو میری ابتلا یا قضا بردار ہو نہ ہو اور میری نعمتوں کا شکر نہ کرے تو اسے چاہیے کہ میرے سوا کسی دوسرے کو رب بنائے۔ بخدا کہ موت کا پروانہ کہا جاتا ہے کیونکہ یہ موت کو یاد رکھنے میں، توبہ استغفار میں اور کم امید

میں مدد دیتا ہے۔ سورہ قہر آیت ۱۲۶ میں جو ہر سال ایک مرتبہ آتے جانے کا ذکر ہے اس سے بخدا بھی مراد لیا جاتا ہے۔ ایک حدیث شریفہ میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی حاجت کرتا ہے تو اسے انتہائی ڈراتا ہے اور اگر اس نے میرا تو اسے چن لیتا ہے اور اگر راضی ہو گیا تو اسے برگزیدہ بنا لیتا ہے۔

ایک شیخ نے منقول ہے کہ ان کے قویٰ میں ایسی چیزیں تھیں جو صرف معائب آئیں تو ظاہر ہوتی ہیں اور بیان ان کی پختگی کا باعث بنتی ہیں چنانچہ معائب باعثِ رست بنتے ہیں علامہ فرماتے ہیں ۷

بطن ہر شے ز آئینے قوی تو چرا فاضل از پس سماں رہی

دھنیز کی حقیقت (کسی نہ کسی) آئینے سے قوی ہوتی ہے تو ایسی سماں (منفعت) سے فاضل کیوں رہا؟

شکوہ بنی سختی آئیں مشہو از حدود زندگی بیرون مشہو

د آئین الہی کی سختی کا شکوہ بیان نہ کرو زندگی کے ان حدود سے باہر نہ نکلو

اللہ تعالیٰ نے غربت کی وجہ سے انہوں کو بڑے مراتب سے نواز لیا ہے لیکن اگر کوئی اللہ

تعالیٰ سے غربت کی شکایت کرنے لگے تو یہ اس کی کم ہمتی اور پستہ درجات کی علامت ہے۔ ایرلوگ ثابت

کے دن اپنا سنا سنئے چھانے بھرنے کے کہ وہ دنیا میں میرے غریب بھی مومن کے لئے ایک نائش

ہے۔ ہدایات میں ہے کہ حضرت علیؓ نے غلیظ حقے مگر حبیب الیس قرنی کے ہاں کو دیکھا تو دل غلافت سے

بنیاد ہلکا ہوا من ریشہ نے جب ابو علیؓ کو دیکھا تو اپنے عزیز سے کہا کہ اگرچہ میں غلیظ ہوں لیکن حقیقت میں

نفیس بادشہ ہے مگر افسوس ہے کہ میں فقرِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبِ کعبہ کو ناز تھا ابھر ملاؤں

کو اس سے نفرت ہے اور غربت پر شکوے کرنے لگے ہیں۔ کاش غریب کو اپنے مقام کی خبر ہوتی کہ

خیر کا جو مقام اس کو دہشتے میں مل گیا ہے میرا کو چاہیں سہل کی عبادت میں بھی مائل نہیں ہونا۔ ایک

حدیث میں ہے کہ افضل ترین مل وہ ہے جس میں جانوں کو کرہستہ ہو جیسے فرمایا کہ عسیٰ ان تکوڑھوا

شیئا وھو خیر لکھ (اور شاید تمہیں بری لگے کوئی چیز اور وہ تہدے سے بہتر ہو۔

المقرہ ۱۲۱۶) اس لئے فرماتے ہیں۔

استان پاک مردان از بلاست تشنگان راتشہ ترکرون رداست

د پاک مردوں کا استان از بلاست سے ہوتا ہے چاہیں سہل کو اور پیسا سا رکھن رداست

انسان گناہی، افلاس اور فقر کو پسند نہیں کرتا مگر یہ اس کے لئے محمود اور بہتر ہے وہ غنا اور
شہرت کو پسند کرتا ہے جیسا کہ انہما میں خرابی ہوتی ہے۔ کسی نے کہا ہے۔
تندیٰ ابد مخالف زکبر اے عقاب یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کیلئے

تلخیاں نعمتوں کی پیش خیمہ ہیں | قرآن نے اس حقیقت کو واضح گفان افلا میں کہا ہے کہ مشکل اور تنگی کے
بعد آسانیاں آتی ہیں (فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا) مولا نار و م فرماتے ہیں کہ تنگی کو بھگنے سے پہلے اُسے مٹا
دیا جاتا ہے، فاسد خون نکالنے کیلئے پے کو پھینکے لگائے جاتے ہیں اور اُس کے لئے جراح کو پیہ بھی مٹے
جاتے ہیں ہر درد و لوگ سامان اٹھانے کیلئے جھپٹتے ہیں و شکیسی داسے ساریوں کو دوسروں سے چھیننے کی
کوشش کرتے ہیں یہ تمام سختیاں کسی کی نعمت کے حصول کیلئے اٹھاتے ہیں پس اعلیٰ تعلیم کو حاصل کرنے کیلئے رات
دن محنت کرتے ہیں تاکہ کسی دفتر میں اعلیٰ منصب حاصل ہو جائے۔

چوں گرا نیسا اساس راحت است تنگیاں ہمہ مشورے نعمت است
دیہ گرانیاں راحت کی بنیادیں ہیں۔ تنگیاں بھی نعمت کا مقدمہ بنتی ہیں۔
نیم جان بستہ تند و مدد جلا دہند انجم وہ ہمت نیسا یاد آں دہند
را آدمی جان لیتے ہیں اور اُس کے عوض سو جانیں عطا کرتے ہیں، استعداد عطا کرتے ہیں کہ وہ ہم مکان میں بھی نہیں آتا
یہ بات ہر ایک کے مشاہدے میں آچکی ہے کہ کہہ دینی کا ٹکڑا بناتا ہے تو اُسکی نزاکت اور ناپختگی
کے پیش نظر ٹکے کو بہت حفاظت سے رکھتا ہے کیونکہ ابھی یہ ذرا سی ٹھنسی بخنے سے بھی ٹوٹ سکتا ہے پھر
اُسکی خالی کو ختم کرنے کیلئے ٹکے کو بجے کی آگ میں تپس دیتا ہے اور اس دوران وہ بہت فکر مند رہتا
ہے کہ اگر آگ زیادہ ہو گئی تو جل کر سیاہ ہو جائیگا اور اگر آگ کم ہے تو خام رہ جائیگا اسی طرح اللہ تعالیٰ
بھی انسان کے ٹھکے کو آزمائش کیلئے جھڑ میں رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ لایکف اللہ نفساً الا وسعاً
یعنی اللہ تعالیٰ کسی کی وسعت سے زیادہ اسے تکلیف نہیں دیتا، جب ٹکڑا بیٹک پختگی کی حالت
میں آجائے تو کہہ دھڑکی سے اسکو مزہ لگا کر اسکی آواز کا معائنہ کرتا ہے۔ اگر آواز مطلوبہ ہے پھر
تو بھگتا ہے کہ اب یہ تکمیل تک پہنچ گیا ہے چن چن سے بازار میں بھیج دیتا ہے جہاں سے بک کر وہ لوگوں
کی خدمت کرتا ہے۔ جب انسان آزمائش میں کامیاب ہو جائے تو اُسے عوام انسان کی خدمت ارشاد

خوشی کی کوئی بات نہیں۔ دوست کا تیرا دوست کے پہلو سے آگے ہلنا مبارک ہے

بہر بلا کر تو خواہی بیاڑ مانے مرا کہ درمشا ہد تو بلائی۔ سینم

رجس بلا میں تو چاہتا ہے میری آزمائش کرو کیونکہ (جب) میں تجھ سے ہوں تو پھر بلا کر نہیں آتا

زمن بہر جہ کنی یار راضیم حق کہ ہر جہ از تو رسد جز عافیتی۔ سینم

(اے یار تو مجھ سے جو بھی کرے میں حقیقتاً راضی ہوں کیونکہ مجھے جو دکھ کر بھی پہنچے اس کے علاوہ کوئی چیز نہیں

گر فضلے دوست مارا اور بلا خواہد رسید ماہیشہ خویشی تن را مبتلا خواہیم دہیں

اگر دوست کی رضا مجھ بلا میں پہلانا چاہتی ہے تو میں خود کو پیشہ اس بلا میں مبتلا دیکھنا چاہتا ہوں۔

خلق از حق نعمت و فضل و عطا خواہید ما از خدا عزیز میل اند بلا خواہیم دہیں

لوگ تو اللہ سے نعمت اور اس کے فضل و عطا کو چاہتے ہیں لیکن ہم فضلے اس بلا میں فقط عزیز میل چاہتے ہیں

ازیں معائب دوراں مثال و شاداں باش کہ تیر دوست بہ پہلوئے دوست می آید

اس دنیا کے معائب بہت بچھڑیں و غم رہو، کیونکہ دوست کا تیرا دوست کے پہلو سے ہی آتا ہے

اللہ تعالیٰ اپنے کاموں میں کسی کو مٹا ج نہیں اور نہ ہی اس کو کسی

کسی کو چوں و چرا کی مجال نہیں | کی خیال آرائی کی پرواہ ہے اس کا فرمان ہے کہ ہم جو چاہیں گے

ہیں رَفَعْنَا لِمُعَاوِيَةُ بْنِ جَبَلٍ الْبُرُوجَ (۱۶۰) تذکرہ غوثیہ میں ماقذافی شاعر کی ایک طویل نظم نقل

کی گئی ہے جس کے چند شعر پیش کے جا رہے ہیں ان اشعار میں اللہ تعالیٰ کی سنت افعال کی طرف اشارہ کیا

گیسا ہے اور کہا گیا ہے کہ ہم اگر چاہیں تو مغیروں پر آرا چلا دیتے ہیں اور چاہیں تو کسی کو آگ میں پھینکوا دیں

ہم جسکو چاہیں سولی پر چڑھا دیں جسکو چاہیں بادشاہ بنا دیں جسے چاہیں عساکر کوٹ کر دیں سیماں کو تخت

دیں یا پھینک دیں یہ سب ہماری مرضی ہے کسی کو اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں لیکن یاد رہے کہ ہم انہوں کی

آزمائش زیادہ کرتے ہیں اور دشمنوں کی کم ہی آزمائش کرتے ہیں۔

سرے است در حق محبت بلانے عاشق از دو دیدہ کشد ابتلائے

ہماری محبت کے حقوق میں ایک پوشیدہ راز ہے کہ عاشق ہماری آزمائش کو آنکھوں پر پھینکتے ہیں

ما آدم از بہشت چہ ایس کشیدہ ایم تا قدرتم برہیند اندر سرائے

اے آدم کو ہمیں آسمان کی جہ سے بہشت سے نکالا ہے تاکہ وہ ہماری قدرت کو اس دنیا میں اگر دیکھے

گاہے در افتم باتش غلیل را قرباں کند اگرچہ پسر در زمانے ما
 دیکھی میں غلیل کو آگ میں پھینک دیتا ہوں اگرچہ وہ اپنے بیٹے کو ہماری رملکیے قربان بھی کرتا ہے
 بیگانہ را چہ کار بود در بلاتے غم آزار سد کہ خاص بود آشتائے ما
 (بیگانوں کا ہمارے بلاتے غم ہے کیا کام ہے (غم تو) اُن کو پہنچتے ہیں جو خاص ہمارے آشنا ہوتے ہیں)
 ما پروریم دشمن دما کی کشیم دوست کس را مجال نیست بہ چون و چرائے ما
 (ہم دشمن کو تو پالتے ہیں اور دوست کی کھپائی کرتے ہیں کسی کو ہمارے جیلے بہانے ہو کوئی اعتراض کی مجال نہیں)

مولانا رومؒ کا نظریہ ابتلاء | مولانا رومؒ نے مسلمانوں کی زندگی کی تمام شاہراہوں کو واضح
 اور نمایاں کر کے دکھایا ہے۔ ابتلاء کے موضوع پر بھی آپ
 نے بہت کلام کیا ہے مگر مسلمانوں نے اُن کی مشنری کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیا ہے۔ علامہ اقبالؒ
 فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی تمام کمزوریوں اور بیماریوں کا علاج مولانا رومؒ کے کلام میں موجود ہے
 اور قوم اُن کے کام سے بے نیاز ہے۔
 گستاخ آ رہے تری خودی کا سازا بک۔ کہ تو رہے نغمہ رومی سے بے نیاز اب تک
 مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ مومن کے لیے آزمائش کا ہونا اُن کے لیے فائدہ مند صورت کا
 حامل ہے۔

مرچہ از تو یادہ گردد از قضا تو یقینیں داں کہ خریدت از بلا
 (تجھے قسمت سے جو بھی چیز ملتی ہے) (تو یقین رکھ کہ تو نے اسکو کسی غلطی کے باعث خریدا ہے)
 مرچہ از تو فوت شد غمگین مشو زانکہ گشت کہنہ آید باز نو
 (تجھ سے جو چیز بھی چلی جائے اُس کا غم نہ کر) (کیونکہ گزشتہ کہنہ آید باز نو)
 مرچہ آید ترا آندہ میر در زیاں بینی غم اورا مخور
 (اگر کوئی مصیبت آئے تو اُس کا غم نہ کر) (اگر تو کوئی نقصان دیکھے تو اُس کا بھی غم نہ کھا)

کاں بلا دفع بلا ہائے بزرگ
 (کیونکہ ایک بلا دوسری بڑی بلا کو دور کرتی ہے)
 راحت جاں آمد اے جاں فوت مال
 (جان من مال جانے سے راحت پیدا ہوتی ہے)
 بندہ می نالد بحق از درد خویش
 (بندہ اللہ کے سامنے تکالیف کا رونا روتا ہے)
 حق ہمیں گوید کہ آخر رنج و درد
 (اللہ فرماتا ہے کہ تیرا رنج اور درد)
 ایں گز ناں نیتے کن کت زند
 (یہ گز جو تو نعمتوں کے باوجود کرتا ہے)
 در حقیقت هر درد دارد شے کت
 (حقیقتاً تیرا ہر دشمن تیرے درد کی دعا ہے)
 در حقیقت دوستانیت دشمنند
 (در حقیقت تیرے دوست تیرے دشمن ہیں)
 زین سبب برانیا رنج و شکست
 (اسی وجہ سے انبیاء کرام پر رنج و غم)
 مولانا فرماتے ہیں کہ جب درد والہ کے گھر
 بیلوں اور ٹولہوں کو ففس میں ایسے بند کیا جاتا ہے کہ ان کی آواز دل کو ابھی لگتی ہے
 غرض ہمیں آید سرا آواز او
 (مجھے اُن کی آواز بڑی پیاری لگتی ہے)
 زانکہ اندر لایب و در ماجرا
 (ایسے کہ وہ رگ اپنی بات اور معاملے کے بیان میں)
 واں زیاں منع زیاں ہائے سزگ
 (گویہ ایک نقصان ہے لیکن بڑے نقصان کو دور کرتا ہے)
 مال جو جمع آمد اے جاں شد وبال
 (کیونکہ جب مال جمع ہو جاتا ہے تو وبال جان بن جاتا ہے)
 صد شکایت میکند از رنج یش
 (اور نقصان کے ڈنکے رنج کی سیکڑوں شکایت کرتا ہے)
 مرترا لایب کناں و راست کرد
 (مجھے خوش آئین ہے اور سیدھا راستہ پر جاتا ہے)
 از درد ما دور و مطرودت کند
 (وہ تمہیں ہمارے در سے دور اور راندہ دغا کرتا ہے)
 کیما شے نافع و دلجو شے کت
 (وہ تیرے لیے کیا و نفع اور دلجوئی کرتا ہے)
 کہ ز حضرت دور و دشواری کند
 (جو تجھے خدا سے دور اور دنیا میں مشغول کر دیتے ہیں)
 از ہر خلق جہاں افزوں تراست
 (تمام خلق جہاں سے زیادہ تر ہوتے ہیں)
 تمام خلق جہاں سے زیادہ تر ہوتے ہیں
 مولانا فرماتے ہیں کہ جب درد والہ کے گھر
 بیلوں اور ٹولہوں کو ففس میں ایسے بند کیا جاتا ہے کہ ان کی آواز دل کو ابھی لگتی ہے
 واں خدایا گفتن و آں راز او
 (اُنکا اے خدا کہتا اور اپنی راز کی باتیں کہنا پیاری لگتی ہیں)
 می فہر بیانہ بہر نوع سرا
 (ہر طریقے سے مجھے بہادر و پیش کرتے ہیں)
 (ہر طریقے سے مجھے بہادر و پیش کرتے ہیں)

طوطیاں دیکھیں را از پسند
 (طوطیوں در بیلوں کی آواز دہل پند ہونگی وجہ سے)
 زاغ را و چغند را اندر نفس
 (کڑے اور آتھ کو پنجسہ دہ میں رکھنا)
 این جہاں زندانِ مومن زیں بود
 (یہ جہاں مومنوں کیلئے قید خانہ ایٹھے ہوتا ہے)
 بے مرادی مومنان از نیک و بد
 (مومنوں کی اچھی یا بری تقدیر کی بے مرادی)
 II حدیث شریف میں ہے لو کان المؤمن فی جرم صی نقیض اللہ لہ من یوذیہ
 یعنی اگر کوئی مومن کسی برائی کے بل میں چلا جائے تو بھی خدا ایسا آدمی مقرر کر دے گا جو اس کو ایذا
 دیتا رہے گا۔ مولانا فرماتے ہیں،

واللہ ارسوراخ موشے در رودے
 (اگر تم چوہے کے سوراخ میں بھی چلے جاؤ)
 هر که رنجے بر دگنھے شد پدید
 (جس شخص نے مشقت اٹھائی اُس نے خزانہ پایا)
 ہمیں نشانِ مومنانِ مخلوبی است
 (چونکہ بنا ہر مومنوں کا نشان کمزوری ہے)
 سایہ حق بر سر بندہ بود
 (حق تعالیٰ کا سایہ بندے کے سر پر ہوتا ہے)
 چشم ادمن باشم و دست و دلش
 (میں کی آنکھ، اس کا ہاتھ، اس کا دل بن جاتا ہوں)
 مبتلائے گریہ چنگالے شورے
 (تو بھی تلی کے پنجے میں پھنس جاؤ گے)
 هر که جتے کرد در جتے رسید
 (جس کسی نے کوشش کی وہ بزرگی پا گیا)
 لیک در شکست مومن خوبی است
 (مگر مومن کی شکست میں اُس کی فتح ہے)
 عاقبت جویندہ یا بندہ بود
 (آخر کار تلاش کرنے والا پاسی لیتا ہے)
 تا زہد از مدبر یہا مقبلش
 (تا کہ اس کا اقبال نصیب بدبختوں سے چھٹ جلتا)

پابندی صوم و صلوٰۃ کا طریقہ کار

صوم و صلوٰۃ میں حصہ صوم | صوم و صلوٰۃ کے الفاظ معورۃ دین کی پابندی کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں اور اگر نماز کی پابندی حاصل ہو جائے تو باقی عبادات کی پابندی از خود حاصل ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ نماز کو تمام دین کی عمارت کے لئے ستون کی حیثیت ہی دی گئی ہے جو شخص نماز کے زینہ پر قدم رکھتا ہے اسکی یہ منزل دین الہی کی طرف پہلا قدم ہوتا ہے اور بالآخر وہ حرم یا یعنی وصل الہی سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ روزہ کی عبادت اسلام میں اہم مقام رکھتی ہے لہذا پابندی صوم کا بیان اس کتاب میں ایسے شامل کیا جا رہا ہے تاکہ نماز کی پابندی کے ساتھ ساتھ روزے کی پابندی حاصل کرنے میں آسانی پیدا ہو سکے اور عوام کو اسلام کے ان دو اہم ارکانوں سے متعلقہ علوم کے ساتھ شناسائی حاصل ہو صوم رمضان ایک مضمون ہے جس کے متعلق کئی ضخیم کتابیں تصنیف کی جا چکی ہیں مگر یہاں پابندی صلوٰۃ کے بعد رمضان کے موضوع پر مختصر مگر جامع تحریر پیش کی جائے گی تاکہ مختصر وقت میں زیادہ معلومات حاصل ہو سکیں۔

وہ عفتہ بن کی وجہ سے لوگ نمازی بنتے ہیں | نماز کی پابندی کیلئے کوئی نہ کوئی عذر کسی کے نمازی بننے کا وسیلہ بن جاتا ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو بچے نیک گھرانے میں پیدا ہوں جن کے ماں باپ عتیق خدا اور رسول میں ڈوبے ہوئے ہوں اور مکمل طور پر دین پر عمل پیرا ہوں تو وہ بچے عمر بھر نمازی بن جاتے ہیں جب کسی گھر میں کوئی بچہ یہ مشاہدہ کرتا ہے کہ اس کے باپ یا ماں میں سے کوئی ایک نماز کی ادائیگی میں سستی کرتا ہے تو اولاد بھی عمر بھر نماز سے دور چلی جاتی ہے۔ دوسرا عذر یہ ہے کہ کسی کو کوئی مردِ کامل و مکمل مل جائے جو اپنی نگہانی میں کسی پر ڈال دے اور وہ بندہ نمازی بن جائے لیکن ایسے مواقع بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں تیسرا عذر یہ ہے کہ اگر کوئی کسی نیک شخص کی اقتداء میں نماز پڑھے تو اس کے فیض اثر سے وہ بھی نمازی بن جائے اور اسکی کلیا پلٹ جائے۔ چوتھا عذر یہ ہے کہ انسان کسی کتاب، واقعہ یا حادثہ سے استفادہ کرے کہ اس پر دنیا اور آخرت کی حقیقت واضح ہو جائے اور وہ تائب ہو کر نماز شروع کر دے لیکن اس بات کا انکار کرنا بھی نادر بات میں شامل ہے بلکہ اتفاق پر مبنی ہے۔ پانچواں عذر یہ ہے کہ کسی ولی یا نیک

والد یا والدہ کی دعا سے کوئی نمازی بن جائے۔ چھٹا عنصر یہ ہے کہ کوئی ایسا نیک کام کرے کہ جس سے رحمت حق جوش میں آجائے اور اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو کر اسے نماز کی طرف ہدایت کر دے۔ ساتواں عنصر جو کئی بار دیکھنے میں آیا ہے کہ کسی شخص کو نمازی بننے کی مسلسل طلب رہے اور وہ دل میں انتہائی شوق رکھتا ہو کہ نمازی بن جائے مگر غلط ماحول کی وجہ سے نمازی نہ بن پاتا ہو۔ ایسا شخص اگر روزانہ رات کو سوتے وقت اللہ سے نمازی بن جانے کی درخواست کرے تو ایک نہ ایک دن اللہ تعالیٰ اسکو اپنی طرف ضرور کھینچ لیتے ہیں۔ آٹھواں عنصر یہ ہے کہ کوئی حلال روزی کھائے اور فاحشات سے بچتا رہے تو ایسا شخص اگر نمازی نہ بھی بننا چاہے تو اس کا ضمیر اس کو نماز کی طرف راغب کر لگا حتیٰ کہ رمضان بن جاتا ہے۔ (اسکے برعکس اگر کوئی حرام کھائے تو نمازی بننے کی خواہش رکھتے ہوئے بھی نماز سے دور ہوتا جائیگا۔)

ت | یاد رکھیں کہ اللہ کی طرف سے توفیق ہدایت تو اسی وقت میسر آتی ہے **ایک نہایت ضروری بات** جب کسی شخص کی تمنا یا رغبت اس راہ کی طرف مائل ہو اور اگر کوئی دل میں دنیا کی ہر بات کی خواہش رکھتا ہو مگر اللہ کی طرف آنے کو اہمیت ہی نہ دے تو ایسا شخص محروم توفیق رہتا ہے لہذا مناسب ہو گا کہ جس طرح آپ دل میں دنیاوی نعمتوں کو حاصل کرنے کی لگن رکھتے ہیں اسی طرح دین کی طرف آنے کی لگن بھی شروع ہو جائے (یہ الگ بات ہے کہ کسی کی فطرت میں نیکی خوابیدہ ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نمازی بنانے کیلئے مذکورہ بالا آٹھ عناصر میں سے کسی کو بروئے کار لے آئیں)

اہمیت نماز کا معلوم ہونا | کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں کہلایا جاسکتا جب **اللہ ضروری ہے** تک وہ نماز کا پابند نہ ہو۔

قرآن اور حدیث میں نماز کے ذکر کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کے لیے نماز ایسے ہی لازم ہے جس طرح جسم کے لیے روح کا ہونا لازم ہے گویا اگر نماز نہیں تو مسلمان ایک مردہ اور بے جان مٹی کے ڈھیر سے زیادہ قیمت نہیں رکھتا اس جگہ نماز کی اہمیت کے لیے جو کچھ بیان کیا جا رہا ہے اس سے قارئین کو نماز کا ایک بلند مرتبہ عبادت ہونے کا اندازہ ہو جائے گا۔

اہمیت نماز

اہمیت نماز ہماری تصنیف ”روح نماز“ میں کان تفصیل کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے زیادہ تفصیل اگر درکار ہو تو اس کتاب کا مطالعہ کیا جائے۔ زیرِ نظر ”تحریر پابندی صوم و صلوٰۃ“ میں نماز کی اہمیت کیلئے مذکورہ کتاب کے کچھ فقرہ تبرا پیش کیا جا رہا ہے جو ملاحظہ فرمائیں۔

تعارف حرف جو عبادت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار پائی ہو اس کا اسلام میں پسندیدہ اور اہم ہونا کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ اسلام میں نہایت اہمیت کا حامل رکن اور تمام عبادات کی پیش رو نماز ہے، اسی بنا پر اسے دین کا ستون کہا گیا ہے۔ محمد علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ نماز تمام عبادات کی جامع ہے اور یہ جو دوسرے جس نے جامعیت کے سبب نکل کا حکم پیدا کر لیا ہے اور تمام مقربہ اعمال سے برتر ہو گئی۔

نماز کا ظاہری صورت تو معروف ہے اور باطنی صورت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ حضرت جنید بغدادیؒ سے جب پوچھا گیا کہ نماز کا فرض کیسے تو فرمایا مخلوق سے تعلقات کا اٹھنا، قصداً جمع کرنا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ عالم کے علم میں اضافے کے لئے کہ نال کو کیونکر تمام عبادات کا معزز اور سب سے اہم عبادت کہا جاتا ہے اور یہ کہ نماز میں دیگر تمام عبادات سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا قرب کس طرح حاصل ہوتا ہے۔ اسی کے تمام تر وضاحت اس کتاب کے آئندہ ابواب میں تفصیلاً سیر و قلم کر دی گئی ہے۔ اس ضمن میں نصاب نماز کا مختصر تعارف ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت محمد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دنیا میں اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب حاصل کرنا ہے تو وہ محض نماز سے ہی ممکن ہے۔ کسی اور عبادت میں ایسا قرب ممکن نہیں بلکہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا قرب نماز کے بغیر میسر ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ اس لئے کہ جو رویت باری تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات نصیب ہوئی اور اس میں جو بہشت کی سیر میسر ہوئی وہ خدا یا بن محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طبعی ہونے کے باعث آج بھی نماز میں ملتی ہے۔ اسی لئے فرمایا یا اے صلوٰۃ بفراجت المؤمنین (نماز مومنوں کی معراج ہے)

خصوصاً جو لوگ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابعدار ہیں اُن کو اس جہان میں معراج کی دولت کا حصہ نماز میں حاصل ہوتا ہے اگرچہ رویت حاصل نہیں کیونکہ یہ جہان رویت کی طاقت نہیں رکھتا۔ نماز کو غمزدوں کی غم گسار کہا جاتا ہے۔ بیماروں کے لئے راحت اور آنکھوں کے لئے ٹھنڈک کہتے ہیں کیونکہ جب نمازی نماز میں داخل ہو جاتا ہے تو اس دنیا میں ہوتے ہوئے اگلے جہان کی لذتوں سے بہر مند ہوتا ہے روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا کے مصائب سے جب گراں بار ہوتے تو حضرت بلالؓ کو فرماتے اِرْحَمْنِیْ یَا بِلَالُ بِالصَّلَاةِ (اے بلال! ہمیں (افان سے) نماز کی راحت عطا کرو) اس طرح جب نماز کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تو پھر وہی قریب الہی محسوس کرتے جو وقت معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوا تھا اُس وقت اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان نہ کوئی مقرب فرشتہ ہوتا اور نہ ہی کوئی اور واسطہ حضرت محمد الف ثانیؐ نے عاشقانِ الہی کی تڑپ مٹائی کرتے ہوئے کیا خوب فرمایا ہے کہ اگر نماز کا حکم اس دنیا میں نہ ہوتا تو چہرہ مقصود سے نقاب کون کھوتا اور مطالب کی مطلوب کی طرف راہنمائی کون کرتا۔

نماز کا باقی عبادات حج، زکوٰۃ، روزہ وغیرہ سے اعلیٰ اور اسف ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کی فرضیت محض کسی آیت قرآنی کے نزول سے واجب نہیں ہوئی بلکہ اس کو اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض قرار دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سرورِ کائنات و فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان پر ہی نہیں بلکہ عرشِ معلیٰ پر بلا کر اپنی حضور کی میں نماز ادا کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ نماز کی اس خصوصیت کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ نماز ایسی خاص الخاص عبادت کا ادا کرنا بھی کوئی ایسی معمول بات نہیں جس کو کوئی از خود افہام کے اور بغیر کسی راہنمائی کے ٹھیک ٹھاک ادا کر سکے۔ یاد رہے کہ نماز کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن جس کو آئندہ الباب میں واضح کر دیا گیا ہے۔ نماز کی صحیح ادائیگی کے لئے ان دونوں کا سیکھنا ضروری ہے کیونکہ ظاہری نماز تو ظاہر کی محتاج ہے اور نماز کے باطن کو علوم باطنی کے بغیر چارہ نہیں۔ (و صاحت کے لئے ارجح نماز کو دیکھیں)۔ نماز محض قیام، رکوع اور سجود وغیرہ کا مجموعہ نہیں، اس کے لئے بارگاہِ الہی میں حاضر ہونے کے آداب زیادہ اہم ہیں اور یہ آداب اُن لوگوں سے سیکھے جاتے ہیں جو دعائی علوم کا عرفان رکھتے ہیں، چنانچہ ان اہل اللہ کی صحبت اختیار کرنا نماز اور دیگر عبادات کو صحیح ادا کرنے کے لئے ضروری

ہے۔ صحابہ کرامؓ نے اس طریقے کو بروا سطحت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سیکھا اور خواص کو اپنے نماز کے روحانی پہلوؤں کی تعلیم دیکر صحابہ کرامؓ سے الگ گوشہ متہنائی میں عطا فرمائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ سلسلہ تعلیم جاری رہا اور اس علم کو اسلامی روحانیت یا علم تصوف سے منسوب کیا جانے لگا۔ نماز کو ان ظاہری احوال طبعی شرائط کے ساتھ ادا کرنے کو قرآن میں: **اقَامُوا الصَّلَاةَ** (نماز قائم کرنے) کے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے اور کسی مقام پر نماز کے محض پڑھ لینے کا ذکر نہیں فرمایا چنانچہ روایات میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نماز سیکھی اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو سیکھا۔ حضرت ثابتؓ نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی نماز ایسی تھی گویا لکڑی ایک جگہ گاڑ دی گئی ہو اور چڑیاں اکاؤں کی کمر پٹیٹ جاتیں ایسی نماز دل کا گہریشوں اور یادِ الہی میں ڈوب جانے کے بغیر ادا نہیں ہو سکتی۔

ع ۱۰ سجده روح زمین جس کا نہ پاتی تھی اسی کو آج تہستے میں منبر و محراب !
سجی شہر و فلسطین میں وہ اذان میں نے دیا تھا جس نے پہاڑوں کو حشر شہاب

اس روحانی تعلیم کی ابتداء ذکر الہی سے کرنا ہی جاتی ہے کیونکہ جب تک دلوں کی کثافتوں کو ذکر الہی سے دور نہ کیا جائے اس وقت تک قلب انسان بارگاہِ الہی کے جلال و شہدہ کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔ اس روحانی تعلیم میں اور باتوں کے علاوہ ساکب کو یہ بھی یاد کرایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نماز میں اپنا جلال، بآلوا سطحت دل کی آنکھوں سے بندوں کو عطا فرماتا ہے اور اس دیدار سے انسان کو حقیقی دیدار (معراج) ایسا لطف حاصل ہو جاتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح کعبۃ اللہ کی ایک صورت ہے اسی طرح اس کی ایک حقیقت بھی ہے۔ کعبۃ اللہ کی حقیقت الوارقاتِ باری تعالیٰ کے بے کیف اور بے رنگ پردے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ انسان کی بھی ایک صورت (جسم) ہے اور ایک حقیقت (روح) ہے۔ آپ نے مکتوبات ربانی میں اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ کعبۃ اللہ کی ظاہری صورت تمام ظاہر، جہات اور انسانوں کی حقیقت کے لیے مسجود الیہ ہے اور ان مخلوقات کی حقیقتوں کے لئے (یعنی ان کی ابدی حقیقت کے لئے) کعبۃ اللہ کی حقیقت مسجود الیہ ہے گویا نماز میں کعبۃ اللہ کی حقیقت حقائق کوئی و مکانی رنگ، جن و بشر کی حقیقتوں اور حقائق الہی کے درمیان برزخ ہے یعنی حقیقتِ انسانی حقیقتِ کعبہ کو درمیان میں رکھتے ہوئے حقائق الہی کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے۔ اس طرح انسان دنیا میں

ہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔ نماز کو بار بار اس لئے ادا کیا جاتا ہے تاکہ بالواسطہ دیدارِ الہی کی مشق ہوتی رہے اور اس کے بعد ایسا وقت آجاتا ہے کہ انسان ہمہ وقت بلا واسطہ جمالِ الہی کے جلوے لٹکتا رہے۔ اسی دوامِ قرب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت ابوسعید الخدریؓ نے فرمایا: **التَّصَوُّفُ بَيَّامَةُ الْقَلْبِ مَعَ اللَّهِ بِلَا وَسِطَةٍ**۔ یعنی تصوف بندے کے دل کا اللہ کے ساتھ بلا واسطہ قائم ہو جانے کا نام ہے حضرت امداد اللہ مہاجر کی شرحِ مشکوٰۃ میں یہ ہدایت لائے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طریقت میرے اعمالِ حقیقت میری باطنی کیفیت اور معرفت میرا راز ہے چنانچہ طریقت کی دعوت حقیقت میں شریعت کی اتباع کے سوا کچھ نہیں۔ **صَوِّجَ بِالْأَحْقَاقِ** اور کیفیاتِ قلبی پیدا کرنے کی ضرورت ایک حدیث سے بھی محسوس ہوتی ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آدمیوں کی نماز کے اجر میں اتنا فرق ہو سکتا ہے جتنا کہ رائی اور پہاڑ میں فرق ہوتا ہے اور یہ فرق ان کی عقلوں اور نماز کی ادائیگی میں فرق کی وجہ سے ہوگا۔ حضرت داتا گنج بخشؒ نے کشف المحجوب میں فرمایا ہے کہ جس نے اہل تصوف کی دعوت سنی اور اسے نہ مانا تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک غافلین میں سے لکھا جاتا ہے۔ اسلامی روحانیت کی علو مرتبت کے باعث ایک کتاب اسلام اور روحانیت کے نام سے بالتفصیل لکھ دی گئی ہے تاکہ عوام کو اسلامی روحانیت سے کچھ آگاہی ہو سکے۔

اصل طریقت چونکہ شریعت کی شہت سے امتناع کو نہ ہے لہذا اس کے ذریعے عبادات کی ٹھیک ٹھیک ادا کرنے کا علم حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشائخِ کبار میں سے ہر ایک نے اس علم کو سیکھا۔ حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح باقی علوم فرض ہیں اسی طرح علمِ سلوک بھی فرض ہے۔ آپ نے اس علم کو علمِ احوالِ القلب سے موسوم فرمایا ہے۔ حضرت شاہ عبدالغنیؒ نے امام مالکؒ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جس نے فقہ کے بغیر تصوف کو حاصل کیا وہ تدریجی ہوا اور جس نے تصوف سیکھے بغیر فقہ کا علم حاصل کیا وہ فاسق ہوا اور جس نے ان دونوں (فقہ اور تصوف) کو ملایا وہ محقق ہوا۔ البتہ جو لوگ شرعی احکام کی اتباع نہیں کرتے اور تصوف کے دعوے کرتے ہیں وہ اپنے دعوے میں جھوٹے اور دین کے چور ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ ایسے لوگوں کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کو یہ معلوم نہیں کہ ان کے ایک ذمہ کا ادا کرنا ان کے ایسے ہزاروں چلوں سے بہتر ہے جو شریعتِ مطہرہ

کے دائرہ سے خارج ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک فرض کے داکنہ کی اگر سمندر تصور کر لیا جائے تو اُس کے مقام میں غیسر شرعی چلے اور نوافل ایک قطرے کی بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ آپ کی اس عبارت سے فرائض کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ فرض نماز خدا کے ہاں اس قدر مرغوب ہے کہ (ایک حدیث کے مطابق) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو آواز آئی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرے گا اللہ تعالیٰ تمہارا کرہ ہے میں حضرت محمد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نماز سے افضل کوئی درجہ نہیں اور اگر ہے تو خدا کا مرتبہ بجز خداوند شہزاد یعنی خدا کی معبودیت کا درجہ ہے۔

نزہۃ المجالس میں ہے کہ نماز معراج کی شب مکہ مکرمہ میں فرض ہوئی اور یہ معراج کا سو فائدہ ہے۔ شرع اولاً مہذب میں ہے کہ جو شخص نماز اور روزہ میں سے کسی کی کثرت کرنا چاہے تو نماز کی کثرت اولاً ہے۔ علامہ علائیؒ نے سورہ عنکیوت کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ نماز موحّدین کی شادی ہے اس میں رنگ رنگ کی عبادات مجتمع ہیں جیسے شادی میں رنگ رنگ کے کوا۔ نہ جمع ہوتے ہیں۔ اس میں قیام رکوع و سجود، تعدد کے علاوہ تسبیح، تہلیل، تحمید، تکبیر، التّحیات اور سلام وغیرہ کی عبادتیں جمع ہیں۔ ان عبادات سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے سات آسمان پیدا فرمائے انہیں فرشتوں سے جو یا ہر اسماء والے مختلف عبادات کرتے ہیں اور ایک گھڑی تساہل نہیں کرتے۔ کوئی قیام میں، کوئی سجود میں ہے اللہ کوئی التّحیات میں ہے۔ کچھ فرشتے طوافِ عرش، حمد، تسبیح اور دعا وغیرہ میں مشغول ہیں۔ اس استقامت کی فضیلت کا اظہار کرنے کے لئے ان تمام عبادات کو ایک نماز میں جمع کر دیا ہے تاکہ ہر آسمان والوں کی عبادت کا نمازی کو حصہ ملتا ہے بلکہ تلاوتِ کلام پاک کا مزید توفیق عطا فرمائی اور مسلمانوں کو کہا کہ ان عنایات الہی پر تم فکرم کر۔ خدا اور خود سے دیکھیں تو نماز میں تمام مخلوقات کی عبادت بھی جمع ہے کیونکہ اس میں درختوں کا قیام، چوبہا بیٹوں کا رکوع، بیٹھنے والے سانپ اور چھو کا سجدہ، سینڈلک وغیرہ کا تعدد، چٹانوں کا سکوت، پرندوں کا نزل اور عروج غرضیکہ ہر شے کی عبادت کا نمونہ نماز میں موجود ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو پانچوں نمازوں کو شرائط کے ساتھ ادا کرتا ہے اُس کے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اُس کو اس عمارت میں رکھے گا اور اُسے حمایتِ الہی حاصل ہوگی۔ مسلمان اگر گناہ کبیرہ سے کنارہ کش رہے تو باقی تمام گناہوں کے لئے یہ پانچ نمازیں کفارہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ روایت میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ نماز جنت کی گنجی ہے خیرۃ المصلیٰ میں ہے کہ ہر چیز کی ایک علامت

ہوتی ہے اور ایمان کی علامت نمائندہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توحید کے بعد نماز سے بڑھ کر کسی محبوب تر چیز کو اپنے بندوں پر فرض قرار نہیں دیا اور اپنی جتنی بخششوں اور امتوں کے خزانے اس عبادت کے لئے مخصوص فرمائے ہیں اور کسی عبادت کے لئے مخصوص نہیں فرمائے۔ قرآن مجید میں نماز کا تذکرہ سات سو بار سے زائد آچکے ہیں اور جتنی تاکید اس نماز کیلئے مخصوص فرمائی کسی اور عبادت کے لئے ایسی تاکید نہیں کی۔ اتنی بلند مرتبت عبادت ہونے، اور بے پناہ برکات اور فیوضات ربانی کے حامل ہونے کی بناء پر نماز کے بیان کو روح نماز میں مکمل تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے تاکہ ہر مسلمان نماز کے مقام سے آگاہی حاصل کر سکے اور ایسی انمول عبادت سے کوئی بھی مسلمان محروم نہ رہے، اُمید تو یہ ہے کہ جو حضرات اس کتاب کا شوق اور طلب صلاح سے مطالعہ کریں گے وہ انشاء اللہ ضرور نماز کی طرف ہدایت پائیں گے بشرطیکہ کوئی اپنی کوتاہی قسمت کے باعث ازل سے ہی محروم نہ ہو۔

ایسی روایات کثرت سے دیکھنے میں آتی ہیں جن میں نماز تمام بیماریوں سے شفا، مصیبتوں سے نجات اور ہر بلا کے دفعہ ہو جانے کا ذریعہ قرار پاتی ہے فرماں باری تعالیٰ ہے۔

وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالْمُحْلَاةِ
اور مصیبتوں میں مدد و صبر اور نماز سے

بارش، قحط، مرض، سودج اور چاند گرہن میں نماز حاجت پڑھی جاتی ہے آخر شب کے وقت اور ہر فرض نماز کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔ حضرت ابو امامہؓ حضرت ابو سعودؓ نے فرمایا کہ نماز کا نماز کو دن کی نماز پر اس طرح فضیلت ہے جیسے پوشیدہ خیرات دینے والے کو کھلے بندوں خیرات دینے والے پر فضیلت ہے ایک حدیث کے مطابق جو شخص رات کو نوافل ادا کرتا ہے دن کے وقت اس کا چہرہ چمکتا ہے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کا فرمان ہے کہ رات کی ایک رکعت دن کی دس رکعتوں سے افضل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی بندے کو کوئی عطلہ اللہ کی طرف سے اس سے بہتر نہیں دی گئی کہ اس کو دو رکعت نماز کی توفیق ہو جائے۔ آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جس شخص نے نماز کی دو رکعت پڑھیں اور اس کے نفس نے دنیا کی کوئی بات نہیں کی تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ جو پہلے کٹے ہوئے ہوں بخش دیتا ہے ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ دو رکعت نماز ادا کرنے سے انسان کو فرشتوں کے دو پر دل کے برابر روحانی پرواز کی طاقت مل جاتی ہے۔ اہلبیاء کا قول ہے کہ وضو کر نیوالا دماغی بیماریوں میں کم مبتلا ہوتا ہے ایک بہت بڑے لوگوں کا تجربہ ہے کہ نماز کی حلقہ تیز ہو جاتا ہے اگر نماز کیساتھ گلوٹیمک ایسڈ جو دماغ کو آکسیجن سپلائی کرتا ہے، کا استعمال نہ کئے تو یہ دونوں چیزیں حلقہ کے لئے

اکسیر ہیں۔ روایات میں تلی اور جنوی کے امراض کیسے نمانائے علاج ہے۔ حضرت محمد علیہ الرحمۃ نے مکتوبات میں نماز کی حرکات و سکنات کو بیشتر حکمتوں اور فوائد کا خزانہ بتایا ہے۔ اطباء نے مکتوبات میں شریکوں کا علاج ہونا ثابت کیا ہے۔

نماز کی اغراض و غایات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بندہ اللہ کے حضور پانچ مقررہ اوقات پر حاضری دیتا رہے اور نماز میں خشوع و خضوع حاصل کرے، اور اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کرے۔ ایک پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ جب تم نماز پڑھو تو تم مجھے اپنے قلب کا خشوع و خضوع، اپنے جسم کی نیا زندگی اور اپنی آنکھوں کے آنسوؤں میں پیش کرو تو اس وقت تم مجھے اپنے قریب پاؤ گے۔ کہا گیا ہے کہ اگر نماز خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھی جائے تو اس سے زیادہ معرفت الہی کسی چیز میں نہیں ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ گھر میں نماز پڑھنا اور ہے (یعنی سنتیں اور نفل) اور فرمایا کہ اپنے گھر کو نور سے چمکایا کرو اور روایات میں یہ بھی ہے کہ اللہ کا ذکر اور قرآن کی قرأت جس گھر میں ہو تو وہ گھر زمین پر آسمان کے ستاروں کی طرح چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

نماز کی اہمیت کو تاجدارِ عربیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا کہ جو نماز نہیں پڑھتا اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔ ویلی اور ابن ماجہ میں فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

وَأَعْلَسُوا أَنْتُمْ خَيْرَ أَعْمَالِكُمُ الْمَشْنُوءَةُ یعنی جان لو تمہارے اعمال میں سب بہتر نماز ہے۔ بڑا زبردستی ہے کہ نماز مسلمان کے دل میں ایمان کو قانع کرتی ہے۔ نماز سے افلاس اور تنگدستی

کا درد ہونا اور تنق میں برکت ہونا بھی مروی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا۔

يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَرَّ أَهْلُكَ بِالْقَلْوَةِ
يَعْنِي أَسَى الْبُحَيْرَةِ أَفْنَى أَفْنَى أَفْنَى
فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِيكَ بِالرِّزْقِ مِنْ
مِنْثٍ لَا تَحْتَسِبُ
پس اللہ تعالیٰ تمہیں ایسی جگہ سے رزق دینگا جہاں سے تمہارا گمان جو نہ ہوگا۔

ان تمام خوبیوں کی حامل ہونے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کی وجہ سے اس عبادت کو اتنی اہمیت دی گئی ہے کہ نماز کو ہر زمان و مکان میں فرض کیا گیا۔ کوئی بوڑھا ہو یا جوان، صبح ہو یا شام، بیماری ہو یا آرام، خشکی ہو یا تری، سفر ہو یا حضر، مریض ہو یا تندرست، عیش و فراغت ہو یا تنگدستی، بڑا ہو یا چھوٹا، امیر ہو یا غریب ہر ایک کے لئے اس کو فرض قرار دیا،

شرعی عذر کے سوا کسی پر اس کو ساقط قرار نہیں دیا۔ اس عبادت کو جامع کہنے کا وجہ یہ ہے کہ ہر عبادت خواہ حج روزہ ہویا نذرانہ و صدقات، ایمان ہویا شہادت تمام عبادات اس میں موجود ہیں (اہل تفصیل کتاب نماز کے ابواب میں دی گئی ہے) اس عبادت کو قوی، قلی، اعلیٰ اور قلبی ہونے کا درجہ حاصل ہونے کے علاوہ صوری اور معنوی عبادت کی حیثیت بھی حاصل ہے جو اسے ہر پہلو سے کامل تر بنا دیتی ہے۔

روح کی تسکین، قلب کو سکون اور اطمینان کے علاوہ روحانی اور جسمانی مریضوں کی شفا، مصائب سے چھٹکارا اور آرام کا حاصل ہونا نماز سے ہی ممکن ہے۔ اگرچہ اس اُمت کی نماز کی شکل کچھ اور ہے مگر نماز کا ہر اُمت کے لئے مقرر ہوتا قرآن سے واضح ہے سورہ انبیاء آیت ۷۳ میں چند انبیاء کے نام سے کہا گیا ہے۔

وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ قَوْلَ الْخَيْرَاتِ
وَاِقَامَ الصَّلَاةِ

ہم نے وحی بھی اُن کی طرف کہ وہ نیک کام کریں اور نماز ادا کریں۔

سورہ مریم آیت ۵۹ میں فرمایا کہ انبیاء کرام پر انعامات کئے گئے مگر اُن کی اُمتوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات کی پیروی کی۔

فَخَلَفَ مِنْ بَنِيهِمْ خَلْفٌ اَصَاغُوا الصَّلَاةَ
وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ

پس ہاشمین بنے ان کے بعد وہ ناصغ روگ، چٹھوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات کی پیروی کی۔

تفاسیر میں ہے کہ سجدہ اور رکوع جو نماز کی مدح اور تہنیت الہی کی اتجاہی منزل ہے اس کو یہود اور نصاریٰ نے شکل بدلنے کے باعث اور تکلیف سمجھ کر چھوڑ دیا۔ انہوں نے اس طرح نہ صرف نماز کو چھوڑ ہی دیا بلکہ نماز کی ظاہری شکل اور صورت کو بھی بگاڑ دیا۔ اُمتِ محمدیہ کی نماز کی موجودہ شکل تمام گزشتہ نمازوں سے افضل اور اکمل ہے۔

نماز وہ عبادت ہے کہ اس سے دین استوار ہو سکتا ہے اور بنیادیں قائم ہوتی ہیں، اس لئے نماز کی

۱۔ وہ عذبات ہیں جن کے باعث نماز پر طریقت کا مواخذہ نہیں مجتنب یا دیوانہ، بیہوش، جیمن، نفاس، یمن، غشی، نسیان۔

پر شیطان بہت کڑی نظر رکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ لوگ نماز کو ترک کر دیں۔ ایک حدیث کا ذکر کرتے ہوئے نے یوں کیا ہے کہ جب نماز کا دل ہوئی تو ابلیس چخ اٹھا اس کی فوج جمع ہو گئی۔ پھر اس نے اُن سے مشورہ کیا کہ کیا تدبیر کی جائے جس سے نماز کو مسلمانوں میں ختم کر دیتے۔ ابلیس نے کہا کہ ان کو نماز کے وقتوں سے غافل کر کے دیکھو ان میں مشغول رکھا کر دیکھو ابلیس کی فوج نے کہا کہ ہم ایسا نہ کر سکیں گے، اُن کے اس جواب پر ابلیس نے کہا کہ اچھا اگر کوئی نماز پڑھنے لگے تو اسے گھیرے میں لے لو اور اس کو ادھر ادھر دیکھنے کو کہو اور اس کو جلدی کر جلدی کر کہو کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کے لئے عذاب بہت اجر والی لکھی جائے گی۔

شیاطین کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ مسلمان نماز ترک کر دیں۔ نماز کو ترک کرنے کے لئے شیطان طرح طرح کے دوسو سے دل میں ڈالتا ہے اور دنیوی کاموں میں اتنا مشغول کر دیتا ہے کہ لوگ نماز کی طرف توجہ نہ دے سکیں اور اس کی انتہاں کوشش یہی ہوتی ہے کہ لوگوں کو نماز سے دور رکھا جائے چنانچہ اس کی اس قدر کوششیں کا یہ نتیجہ جو کہ ایک زمانے میں جو مسجد میں کچا کچھ نمازیوں سے بھر کر رہتی تھیں آج وہ خالی نظر آتی ہیں۔ کسی مسجد میں ڈیڑھ صوف اور کسی میں دو چار ہی نمازی پائے جاتے ہیں۔ آپ کسی مسجد میں نمازیوں کی صفوں کو ایک طرف سے کھڑے ہو کر دیکھیں تو نمازیوں کی صف میں جمال و جلالِ خداوندی کا منظر نظر آتا ہے۔ خدائے قدوس کی شان کے آگے لوگ دست بستہ کھڑے اتنے پر وقار نظر آتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمتوں کی شان کا اندازہ ہوتا ہے۔ جب وہ رکوع اور سجدہ کرتے ہیں تو خدا کی بڑائی کے سامنے بندوں کی عبودیت اور عجز و نیاز کے ایک نہایت دلکش منظر کی جیتی جاگتی تصویر دکھائی دیتی ہے اور ایسے منظر کو جب شیطان دیکھتا ہے تو وہ اپنے سر میں خاک ڈالتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ خدا کی نافرمانی سے وہ خود تو رائیہ مدگاہ و ملعون ہوا اور مسلمان اس سجدے سے خدا کی رضا کو حاصل کر رہے ہیں چنانچہ احادیث مبارکہ اور آیات قرآنی کو پڑھیں تو معلوم ہو گا کہ شیطان کی سب سے بڑی کوشش یہی ہے کہ مسلمانوں کو نماز سے ہٹا یا جائے اور وہ اس کوشش میں بہت کامیاب ہے۔ علامہ اقبال نے ابلیس کے انہیں خیالات کی ترجمانی اپنے اشعار میں اس طرح فرمائی ہے۔

عربوں نے دکھلایا فرنگی کو ملوکیت کا خواب میں نے توڑا مسجد و دیرو کلیسا کا ٹسوں
میں نے ناداروں کو سکھلایا سبق تقدیر کا میں نے منعم کو دیا سرمایہ داری کا جنوں
کون کر سکتا ہے اس کی آتش سوزناں کو سرد جس کے ہنگاموں میں ہوا بلیس کا سوز درد
علامہ اقبالؒ ار مغال حجاز میں ابلیس کی مجلس شوریٰ کے عنوان سے ابلیس کے قول کو یوں لکھتے
ہیں۔ ۷

ہم سے دستِ تصرف میں جہانِ رنگ و بو کیا زمین کیا مہر و مد کیا آسمان تو بہ تو
جے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس اُمت سے ہے جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرابِ آرزو
خال خال اس قوم میں اب تک نظر آتے ہیں وہ کہتے ہیں اشکِ سحر گاہی سے جو ظالم و ضو
علامہ اقبالؒ ضربِ کلیم میں ابلیس کا فرمان اپنے فرزندوں کے نام کے عنوان سے یوں لکھتے ہیں۔ ۷
وہ فاتح کش کہ مدت سے دوتا نہیں خدا روح محمدؐ اس کے بدن سے نکال دو
افغانیوں کی غیرت دیں کاہے یہ علاج ملا کو ان کے کوہ و دمن سے نکال دو
اہلِ حرم سے ان کی روایات بھین لو آہو کو مرغزارِ خستن سے نکال دو
صحابہ کرام کے دور کو خیر العرون ادران کو خیر من ماخل الاذن کہتے ہیں۔ ان کا عزت و عظمت
پلیدے عالم اسلام میں مستحکم ہے۔ ان کا مال و مال و شان و شوکت اوجِ جاہ و جلال سب خیر سے مغلوب تھا۔
اسی لئے ایسا امن ان کے بعد نصیب نہ ہوا اور یہ سب کچھ ان میں دیں کی پابندی کی وجہ سے تھا جو
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خیر البشر بعد الانبیاء فرما کر اپنے سامنے امام الصلوٰۃ
بنایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی بیعت یہ کہہ کر کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ہمارا
امام الصلوٰۃ بنا کر ہمارا دین ان کے سپرد کر دیا اور اس پر ہم راضی ہو گئے تو ہمیں پھر دینا انہیں سوچنے میں
کون کا چیز مانع ہو سکتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام دین کی بقا کو نماز کا بقا میں اہتمام دین کی اصاحت و ضابطہ
کسب کو نماز کی اصاحت میں کچھ اور خلافت پر ممکن ہو کر پہلا حکم جو جاری کیا اس میں لکھا کہ۔
اِنَّ اَحَمَّ الْاُمُورِ مِنْ دِيْنِكُمْ عِنْدِي الصَّلٰوةُ تمہارے دینی امور میں میری نزدیک سب اہم نماز
فَمَنْ يَتَعَمَّا فَمَوْ لِمَا سَوَّاهَا اَفْتِنُجْ ہے جس نے اسے ضائع کیا وہ دوسری طاعات
کو اس سے زیادہ ضائع کرے گا۔

نمازی کے امتیازی اعزاز | حضرت خواجہ حسن بھری نے نمازی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین خصوصی عزتوں کا عطا ہونا بیان کیا ہے۔

(جن کا احادیث میں بھی ذکر آیا ہے) ایک یہ کہ جب نمازی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو سر سے لے کر آسمان تک اُس پر رحمت الہی کی گٹھا چھا جاتی ہے اور نیکیاں بارش کی طرت برستی ہیں۔ دوسرے یہ کہ فرشتے نمازی کے چاروں طرف جمع ہو جاتے ہیں اور اُن کی زیارت کرتے چہرے تیسرے یہ کہ جب نمازی نماز کی نیت باندھتا ہے تو رَبُّ الْفَالَحِیْن کی تجلیات سامنے آ جاتی ہیں اور ایک فرشتہ پکارتا ہے کہ اے نمازی اگر تو دیکھ لے کہ تیرے سامنے کون ہے اور تو کس سے بات کر رہا ہے تو خدا کی قسم تو قیامت تک نماز سے سلام نہ پھیرے اور نماز کی نجات ہی میں مر جائے۔

نماز کے تعارفی حروف میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ مسلمانوں پر نماز کی فرضیت عائد کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے لئے بلایا گیا اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلا کر لائے نماز کا حکم صادر فرمایا جب کہ دوسرے فرائض کی فرضیت عائد کرنے کے لئے صرف وحی پر اکتفا کیا گیا۔

املائیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ قیامت کے دن نمازیوں کے چہرے چاند سورج اور ستاروں سے زیادہ چمکدار ہوں گے اور یہ چمک اُن کے اہتمام نماز کی نعمت کے مطابق ہوگی۔ جنت کے فرشتے اُن کے چمکتے ہوئے چہروں کے متعلق سوال کریں گے اور وہ نماز کا جواب دیں گے کہ وہ کس انداز سے نماز کا اہتمام کرتے ہیں۔

نماز میں ۲۱ خصوصیات | زواج علی میں حضرت جعفر بن محمد اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ۔

- ۱۔ نماز حق تعالیٰ کی رضا مندی کا سب سے بڑا اندیچہ ہے (یعنی جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا چاہے تو اُسے چاہیے کہ نماز کی پابندی اختیار کرے۔)
- ۲۔ نماز فرشتوں کی محبت کا وسیلہ ہے۔ (نمازی سے فرشتے محبت رکھتے ہیں)

- ۳۔ نماز طریقہ ہے انبیاء سابقین کا۔ (یعنی ہر نبی اپنے وقت کی نماز کا پابند تھا)
 - ۴۔ نماز معرفت الہی کا مشعل ہے۔ (نماز سے معرفت الہی حاصل ہوتی ہے)
 - ۵۔ نماز اسلام کی جڑ اور بنیاد ہے۔ (احادیث میں نماز کو دین کا ستون کہا گیا ہے)
 - ۶۔ نماز دعا کے قبول ہونے کا سبب ہے۔ (یہ نمازی کی دعا کی قبولیت مشکل سے ہوتی ہے)
 - ۷۔ نماز کے بغیر کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی (فرائض کے ترک کے بعد دوسرے اعمال قبول نہیں ہوتے)
 - ۸۔ نماز سے روزی میں برکت ہوتی ہے (یہ بات بہت سی احادیث سے ثابت ہے)
 - ۹۔ نماز نفس اور شیطان کے مقابلہ کے لئے سب سے بڑا ہتھیار ہے۔
 - ۱۰۔ نماز موت کے وقت موت کے قرشتے سے نمازی کے لئے سفارش کرے گی۔
 - ۱۱۔ نماز مومن کے دل کا نور ہے اور قبر میں روشنی کا ذریعہ ہے۔
 - ۱۲۔ نماز قبر میں مردے کی طرف سے منکر نکیر کے سوالات کا جواب دے گی۔
 - ۱۳۔ نماز قیامت تک مردے کی غم خوار اور ساتھی رہے گی۔
 - ۱۴۔ نماز قیامت کے روز نمازی پر سایہ کسے گی جس روز خدا کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔
 - ۱۵۔ نماز، نمازی کے سر کا تاج اور بدن کا لباس ہوگی۔
 - ۱۶۔ نماز قیامت کے اندھیرے میں نور بن کر نمازی کے سلتے دوڑے گی۔
 - ۱۷۔ نماز حساب کتاب کے وقت نمازی اور جہنم کے درمیان آڑ بن جائے گی۔
 - ۱۸۔ نماز اللہ تعالیٰ کے سامنے نمازی کو بخشوانے کے لئے بھجت کرے گی۔ اور سند بن کر پیش ہوگی
- (قرآن اور رمضان مبارک بھی اسی طرح قیامت کے روز شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت قبول ہوگی)
- ۱۹۔ نماز کا وزن سب گناہوں پر عادی ہو جائے گا۔
 - ۲۰۔ نماز پل صراط کے لئے پروانہ اور راہداری بن جائے گی۔
 - ۲۱۔ نماز جنت کی کنجی ہے جو جنت کے بند دروازے کھول کر نمازی کو اس میں داخل کروادے گی
- نماز کے درج بالا تمام خصائص احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہیں۔
- نماز کے فضائل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ جو شخص اپرا وضو کرتا ہے

اللہ تعالیٰ اُس کے گناہ بخش دیتا ہے۔ طبرانی کی حدیث میں نماز پڑھنا رکوع کے کان، آنکھ، ہاتھ پیر کے گناہ دھل جانے کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ نماز دو نمازوں کے درمیان کٹے گئے (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ کی حدیث میں ہے کہ جمعہ کے دن نہانا لگے جمعہ تک کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ خواہ رات کے کھانے کے پیسے پانی خریدنے پر صرف کرے مگر جمعہ کے دن نہانا ضروری ہے۔

ایک حدیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ اگر کوئی نمازی اپنی شامتِ اعمال سے جہنم میں چلا بھی جائے تو اس کے اعضائے سجود کو جہنم کی آگ نہ کھائے گی (ابوداؤد)۔
حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات صدیتیں فرمائیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ نماز جان بوجھ کر نہ چھوڑتا ہے وہ ملت اسلام سے نکل جاتا ہے۔

جو شخص نمازوں کو مقررہ وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی ذمہ داری پر جنت میں داخل کرے گا۔ ورنہ اُس بندے سے اپنی ذمہ داری ہٹا لے گا۔ نماز ادا کرتے رہنے میں رزق میں برکت، بیماریوں سے شفاء، مصائب کا رفع ہونا، دل کا سکون حاصل ہونا، پریشانیوں اور ناگہانی بلاؤں سے حفاظت ہونا احادیث میں وارد ہے۔ نماز کی افادیت کا اس بات سے بھی علم ہوتا ہے کہ صرف مسواک کرنے سے نماز ہی کو پیٹ کی ستر بیماریوں سے حفاظت ملتی ہے۔

کتاب الصلوٰۃ میں احمد بن حنبلؓ نے روایت لکھی ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلا سوال جو بندے سے پوچھا جائے گا وہ نماز کے متعلق ہوگا۔ اگر قبول ہوگا تو اُس کے سبب سارے اعمال قبول ہو جائیں گے اور اگر نماز قبول نہ کی گئی تو سارے اعمال رد کر دیئے جائیں گے کتاب الصلوٰۃ میں ہی ہے کہ ہر نبی نے اپنی امت کو آخری وصیت نماز کے لئے کی اور اس کے لئے انہوں نے اپنی امت سے عہد و پیمان بھی لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی وصیت فرمائی کہ نماز قائم رکھنا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ آخری صفت جو قیامت کے قریب اسلام سے اٹھالی جائے گی وہ نماز ہے۔

نزد ہتہ المجالس میں حضرت شقیق بلخیؒ کا قول نقل ہے کہ ہم نے پانچ چیزوں کو تلاش کیا اور ان کو پانچ جگہوں میں پایا (۱) روزی کی برکت چاشت کی نماز میں (۲) قبر کی روشنی تہجد کی نماز میں (۳) منکر تکبیر کا سوال طلب کیا تو اس کو قرأت میں پایا (۴) پل صراط کا سہولت سے پار ہونا صدقہ اور خیرات میں پایا اور (۵) عرش کا سایہ خلوت میں پایا۔

دوسرے بن مٹہ فرماتے ہیں کہ حاجتیں نماز میں دو دنوں جہانوں کی نجات ہے۔
 نماز میں دو دنوں جہانوں کی نجات ہے۔
 کے ذریعے طلب کی جاتیں ہیں اور پہلے لوگوں

کو جب کوئی حادثہ پیش آتا تو وہ جلد نماز ہی کی طرف متوجہ ہو جاتے (یعنی کوئی مصیبت یا بیماری آئے تو زیادہ سے زیادہ نوافل ادا کئے جائیں اور پھر اپنی مراد کھٹے دعا مانگی جائے۔ رات کے نوافل مراد کے پورا ہونے کے لئے خاص اثر رکھتے ہیں۔ یہ بات مصائب کے حل کرنے کا بہترین اور موثر علاج ہے)۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے ایک حدیث بیان کی ہے (جس کا خلاصہ یہ ہے) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میرا امتی اس غرض سے نماز پڑھتا ہے کہ اس کا مالک اس سے راضی ہو جائے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح اس (خزاں رسیدہ) درخت کے پتے جھڑ گئے۔

تفسیر روح البیان میں حضرت دانیال علیہ السلام کا قول نقل کیا گیا ہے کہ قوم نوح علیہ السلام اور قوم ہود علیہ السلام اگر امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ایسی ظاہر داری سے ہی شکل بنا لیتے تو طوفانِ اود اندھی جیسے غلب میں گرفتار نہ ہوتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ عہدِ یاسیل کی سرداری میں مدینہ شریف آئے اور اس شرط پر اسلام قبول کرنے کو کہا کہ انہیں نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے آپ نے نماز انہیں نہ پڑھنے کی اجازت نہ دی اور فرمایا "لَا خَيْرَ فِي دِينٍ لَيْسَ فِيْهِ دَكْرٌ" (یعنی جس دین میں نماز نہیں اس میں کوئی خوبی نہیں)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب خبر مارا گیا تو آپ تین دن شدید زخموں کی حالت میں بیہوش رہے اور جب ہوش میں آئے تو نماز ادا کرنے اور فرماتے کہ اسلام میں اس کا

کوئی حصہ نہیں جو نماز چھوڑ دے۔ روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کوئی مسلمان ایسا نہ تھا جو نمازی نہ ہو۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دے وہ حق تعالیٰ سے اس طرح ملے گا کہ حق سبحانہ اس پر ناراض ہوں گے۔

دور رکعت نماز کی حیثیت | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل اور احسان یہ ہے کہ اسے دور رکعت نماز پڑھنے کی

توفیق دی گئی۔ ایک حدیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ دور رکعت نماز ادا کرنے سے بندے کو قرشتوں کے دوپروں جتنی طاقت عطا کی جاتی ہے ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رات کو نوافل ادا کرے تو دن کو اس کا چہرہ چمکتا ہے۔

حضرت محمد بن سیرینؒ نے فرمایا کہ اگر مجھے اختیار دیا جائے کہ جنت اور دور رکعت میں سے ایک چیز کو اختیار کرو تو میں دور رکعت کو اختیار کروں گا کیونکہ دور رکعت میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور جنت میں میری رضا ہے۔

صوفیہ کا قول ہے کہ اگر کوئی تہجد کی نماز نہ پڑھے تو رات کو سونے سے پہلے دو یا چار رکعت نفل ادا کرے تو وہ شب بیداری کا ادنیٰ ثواب حاصل کرے گا۔ حضرت بلالؓ ہر وضو کے ساتھ دور رکعت نماز نفل ادا فرمایا کرتے تھے امدانی کے اس فعل کی بدولت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کھڑاؤں کی آواز معراج کی رات عرش پر سنی۔

نمازیوں کے لئے خاص عنایات | نمازیں کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے شمار خصوصی عنایات کا ذکر احادیث میں آیا ہے جو طوالت کے سبب یہاں

میان نہیں کیا جاسکتا البتہ ان میں سے چند ایک کا ذکر بطور نمونہ پیش کیا جا رہا ہے۔ مستند حوالہ جات اور احادیث صحیحہ سے نمازیوں کو درج ذیل پانچ خصوصی عزتوں، بخششوں اور نعمتوں کا عطا کیا جانا ثابت ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نمازی کی تنگدستی دور فرمادیتے ہیں۔

۲۔ قبر کا عذاب اس سے ہٹا دیا جاتا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُس کا اعمال نامہ اُس کے دائیں ہاتھ میں دلوائیں گے یعنی اس کی نجات ہوگی اور ایسا شخص نہایت آرام سے جنت میں داخل ہوگا۔

۴۔ نمازی پکھڑا ط سے بجلی کی طرح گزر جائے گا۔

۵۔ ایسا شخص بغیر حساب کے جنت میں جائے گا۔ (نماز کے بعد کوئی خاص رکاوٹ نہیں رہتی)

ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ لوگ جب قیامت کے روز اپنی قبروں سے اُٹھیں گے تو ان کی قبروں پر براق کی قسم کی سواریاں تیار ہوں گی اور وہ فوراً جنت میں پہنچ جائیں گے۔ فرشتے اُن سے پوچھیں گے کہ تمہارا حساب کتاب ہو گیا، تو وہ کہیں گے کہ ہم نے کوئی حساب کتاب نہیں دیکھا۔ پھر اُن سے پوچھا جائے گا کہ پکھڑا ط سے گزر کر کسے ہو تو وہ کہیں گے کہ ہم نے کوئی پکھڑا ط بھی نہیں دیکھا فرشتے حیرانی کا اظہار کریں گے اور دریافت کریں گے کہ تم لوگ کون ہو اور کیا مل کرتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہم اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ہیں اور ہم دنیا میں ہر حال پر شاکر تھے اور غلوت اور جلوت میں ایک جیسے مل کرتے تھے۔

اپنی نماز کو شیطان سے بچائیں نماز میں شیاطین ہمیشہ مداخلت کرتے ہیں اور صوفیہ کا

قول ہے کہ اگر شیاطین نماز میں دخل دیتے تو ابنِ آدم عالم ملکوت کی سیر کرتا۔ ہر نمازی کے لئے شیاطین کے اُن ہتھکنڈوں سے بچنا ضروری ہے جن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ شیطان انسانوں کا اس لئے دشمن ہے کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے اُسے جنت سے نکالا گیا چنانچہ جب وہ کسی مسلمان کو سجدے میں دیکھتا ہے تو اپنے سر پر خاک ڈالتا ہے اور کہتا ہے اس سجدے کی وجہ سے میں جنت سے نکالا گیا تھا اور یہ شخص اپنے سجدوں سے خدا کو راضی کر رہا ہے۔

شیاطین کا ایک لشکر اس بات پر مقرر ہے کہ وہ نمازیوں کو نماز سے روکے

اور بندے کا خدا سے رابطہ منقطع کر دے۔ جو لوگ بے دینی کے کاموں میں مشغول رہنے کے عادی ہوتے ہیں تو شیطان اپنی چوہنج اُن کے دلوں میں رکھ دیتا ہے اور ایسے لوگوں کو نماز سے محروم کر دیتا ہے۔ شیطان نمازی کو جلدی جلدی نماز پڑھنے پر اکساتا ہے۔ جو لوگ پکے نمازی نہ ہوں انہیں شیطان اس بات کی تلقین کرتا ہے کہ کچھ عرصے کے بعد نماز پڑھ لینا ابھی تو بہت عمر باقی ہے

ایک حدیث میں ہے کہ تم نے شیطان کا منہ کالا کرتی ہے اور صدقہ اس کی کمر توڑ دیتے یہ بھی بیان ہوا ہے کہ نماز شروع کرتے وقت اگر دنیاوی کاموں کی طرف خیال نہ ہو تو ایسے نمازی کی نماز کو درست تصور کیا جاتا ہے اور اگر بعد میں شیطان تماری کے دل میں کوئی خیال ڈال دے تو نماز معذور تصور کیا جائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ابلیس سے پوچھا کہ وہ کون سی شے ہے جو تیری پشت شکن ہو تو اس نے کہا کہ وہ چیز گھر میں نماز پڑھنا ہے، فرض نماز کے سوا (یعنی نوافل اور سنن گھر پر ادا کئے جائیں اور فرائض مسجد میں) نماز کے لئے ضروری ہے کہ جو طریقے شیطان سے بچنے کے لئے ہماری تصنیف و روح نماز میں بیان کئے جا چکے ہیں ان پر عمل کرے اور شیاطین کا گرفت سے محفوظ ہو جائے۔ ایسے طریقوں میں چند طریقوں کا ذکر نیچے دیدیا گیا ہے۔

شیاطین سے بچنے کے راستے میں باہم ہونا شیطان کی جڑ کاٹ دینا ہے۔ نیک لوگوں کی

صحبت شیطان کے اثر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھتی ہے اور نفس کی اصلاح کا سب سے بڑا علاج اولیائے کرام کی محبت ہے۔ نماز میں سب سے بڑا ہتھیار تعلق ہے یعنی (اعوذ باللہ پڑھنا) ہے۔ اس سے شیطان نمازی پر اثر انداز نہیں ہوتا پانچ چیزیں دل کی بیماریوں کی دوا ہیں۔

۱۔ تلاوت قرآن اور اس کے معنوں میں غور۔

۲۔ پیٹ کو زائد از ضرورت غذا سے خالی رکھنا۔

۳۔ رات کی نماز یعنی تہجد پڑھنا (روح نماز میں شب خیزی کا مضمون قابل مطالعہ ہے)

۴۔ رات کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے زاری کرنا اور دعا کرنا۔

۵۔ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنا۔

قرآن میں نماز کے فضائل و تاکید یوں تو قرآن میں سات سو سے زائد مرتبہ نماز کا ذکر آیا ہے مگر چند وہ آیات جن میں نماز کی بے بہا

خوبیوں کا ذکر ہے وہ حسب ذیل ہیں:-

(۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ الْبَقْرَةَ (۱۵۳)

اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شکل آٹے تو نمازوں کے ادا کرنے میں مصروف ہو جاؤ۔ (اس سے آپ کی مراد یہ ہے کہ فرض نمازوں کے علاوہ بہت سے نوافل ادا کئے جائیں)

(۲) وَاسْتَجِدُّوا قُرْبَ (علق ۱۹) یعنی سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ۔ (سجدہ تلاوت)

موقیاء کرام نے لکھا ہے کہ سجدے سے زیادہ قرب کسی عبادت میں نہیں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے قریب ترین اسی وقت ہوتا ہے جب وہ سجدہ کرے۔ اس لئے اسی وقت خوب دعا کیا کرو۔

(۳) اِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاۃِ وَالْمُنْكَرِ الْمُنكَرِ الْمُنكَرِ (۴۵)

پیشک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور گناہ سے۔

(۴) وَامْرَاۤهُلَکَ بِالصَّلَاةِ وَاَصْلَحَ عَلَیْہَا (طہ: ۱۳۲)

اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود اس پر ثابت رہ۔

(۵) اِنَّ الصَّلَاةَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حِجْبًا مُّوقُوْتًا (النساء: ۱۰۳)

بے شک نماز مسلمانوں پر فرض کی گئی ہے اپنے اپنے مقررہ وقت پر۔

(۶) قُلْ لِّیَاۤدِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَقِیْمُوْا الصَّلَاةَ (ابراہیم: ۴۱)

میرے ان بندوں سے فرما دو جو ایمان لائے کہ نماز قائم رکھیں (اس کے بعد فرمایا قیامت میں اللہ کچھ کام نہ آئے گا)۔

(۷) اَتَمْنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا قَا عِبُدْنِیْ وَاَقِیْمُوا الصَّلَاةَ لِذِکْرِیْ (طہ: ۱۴)

یقیناً میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس میری عبادت کیا کرو اور مجھے یاد کرنے کے لئے نماز کو قائم رکھو۔

(۸) حَفِظُوْا عَلَی الصَّلَاةِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطٰی وَقُوْٓمُوْا لِلّٰہِ قُنُتَیْنِ (بقرہ: ۲۳۸)

پابندی کرو سب نمازوں کی اور (خصوصاً) درمیان نماز کی اور کھڑے رہا کرو اللہ تعالیٰ کے آگے عاجزی کرتے ہوئے۔

احادیث میں نماز کا مقام نماز کی اہمیت، ترک نماز پر خدائی عذاب کا وقوع پذیر ہونا

اور نماز کی ادائیگی کی جزۃ اور عدم ادائیگی پر وعید کے متعلق بے شمار احادیث مطالعہ میں آتی ہیں۔ یہاں ان سب کا نقل کرنا ممکن نہیں ہے نماز کے متعلق چہل احادیث بھی بہت مشہور و معروف ہیں۔ اختصار کے پیش نظر چند احادیث کا خلاصہ اور کچھ کا ترجمہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ اَلصَّلَاةُ عِمَادُ الدِّينِ۔ مَنْ اَقَامَ الصَّلَاةَ فَقَدْ اَقَامَ الدِّينَ وَمَنْ هَدَمَ الصَّلَاةَ فَقَدْ هَدَمَ الدِّينَ۔
یعنی نماز دین کا ستون ہے، جس نے نماز کو قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا اور جس نے نماز کو گرا دیا اس نے دین کو گرا دیا۔

۲۔ مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَبِّدًا فَقَدْ كَفَرَ۔
یعنی جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی اس نے کفر جیسا کام کیا۔

۳۔ مَنْ كَانَ لَا صَلَاةَ لَهُ۔ كَادِیْنٌ لَهُ۔
۴۔ اَلْفَوْقُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَوَكُّلُ الصَّلَاةِ۔
یعنی جس نے نماز کی حفاظت کی تو نماز اس کی

بُرْهَانًا وَنَجَاتًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ (راحمہ دلیوان) قیامت کے دن نور رب جان اور نجات ہوگی نماز ہمارے چہروں کی رونق ہے۔ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری امت اس حال میں اٹھائی جائے گی کہ ان کے منہ اور ہاتھ پاؤں آثارِ وضو کی برکت سے چمکتے ہوں گے۔)
۶۔ ہر شے کی ایک علامت ہوتی ہے اور ایمان کی علامت نماز ہے۔

۷۔ نماز فرشتوں کی تمام عبادتوں کی جامع ہے۔
۸۔ جُعِلَتْ قُرْآنٌ عِیْنِیْ فِی الصَّلَاةِ۔ نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کا ٹھنڈک رکھن لگا ہے۔

۹۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ خَیْرَ اَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةُ۔
۱۰۔ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلَاةُ۔
۱۱۔ لَا سَلَامَ فِی الْاِسْلَامِ لِیَنْ لَا صَلَاةَ لَهُ۔
جان لو کہ تمہارے اعمال میں بہترین چیز نماز ہے۔ نماز جنت کی کنجی ہے۔ یعنی جو نماز ادا نہیں کرتا اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

۱۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابو ہریرہؓ اپنی نمازوں کی حفاظت کرو اللہ تعالیٰ

ایسی جگہ نے رزق عطا کرے گا جہاں تمہارا گمان بھی نہ ہوگا۔

۱۳۔ بخاری اور مسلم کی حدیث کے مطابق پانچوں نمازوں کی مثال اس نمبر کی طرح بیان کی گئی ہے جو کسی کے گھر کے سامنے ہو اور وہ ہر روز اس میں پانچ بار غسل کرے تو اس کے بدن پر میل نہ ہے۔
۱۴۔ نمازی کے بے محنتوں کے دروازے کھول دیئے جلتے ہیں اس کے اور پروردگار کے درمیان حجابات اٹھا دیئے جاتے ہیں۔ (طبرانی)

۱۵۔ جو صبح کی نماز پڑھتا ہے شام تک اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے۔ (طبرانی)

۱۶۔ جس نے چالیس دن نماز فجر اور عشا باجماعت پڑھی اس کو اللہ تعالیٰ آگ اور نفاق سے برأت عطا فرمائے گا۔ (خطیب)

۱۷۔ نماز مسلمانوں کا ہتھیار اور ان کی حفاظت کا مضبوط قلعہ ہے۔

۱۸۔ الصَّلَاةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ یعنی نماز مومن کی معراج ہے۔

۱۹۔ نماز رب عزوجل سے کلام کا شرف دلاتی ہے۔

۲۰۔ الصَّلَاةُ دَعَاءُ وَالْدُّعَاءُ الْمَوْثِقُ نماز دعا ہے اور دعا مومن کا ہتھیار ہے۔

۲۱۔ نماز قبر کی ظلمت کو نور سے بدلتی ہے۔

۲۲۔ مَنْ لَمْ تَنْجِهْ صَلَاتَهُ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ لَمْ يَزِدْهُ مِنَ اللَّهِ إِلَّا بَعْدًا وَلَمْ يَزِدْ بِهَا مِنَ اللَّهِ إِلَّا مَقْتًا اُس کی نماز بے حیائی اور منکر سے کاموں سے نہیں روکتی وہ نماز اسے خدا سے دور کر دیتی ہے اور اس کو نماز میں کچھ نہیں ملتا مگر خدا کی ناراضی۔

۲۳۔ مَنْ قَامَتْ صَلَاتُهُ فَكَانَ تَامًا تَرَامَلًا وَمَالًا (ابن ماجہ) یعنی جس شخص کی ایک نماز بھی فوت ہو گئی تو گویا وہ ایسا ہے کہ اس کے گھر کے لوگ اور مال و دولت بحسن لیا گیا ہو۔

۲۴۔ لَا تَزُكُّوا الصَّلَاةَ مُعَيِّدِينَ فَمَنْ تَرَكَهَا مُعَيِّدًا فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْإِمْلَةِ جَانِبُهَا كَرِهَا نَاصِحًا وَكَيْونَكَ جَوَانِبُهَا كَرِهَا نَاصِحًا وہ ملت اسلامیہ سے خارج ہو جاتا ہے (ابن ماجہ، ابی الدرداء، طبرانی، مشکوٰۃ وغیرہ)

تارکین نماز کی محرومیاں اور سزائیں مسلمانوں کے چاروں اماموں نے تارکین نماز کو متفقہ طور پر اول درجے کا فاسق اور

فاجر قرار دیا ہے بلکہ کچھ فقہاء نے انہیں اسلام سے بھی خارج تصور کیا ہے لیکن فقہاء بے نمازی کی موت کو خارج از اسلام خیال کرتے ہیں اور ایسے شخص کو مسلمانوں کے قبرستان میں نہ دفن کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

کتاب الصلوٰۃ میں امام محمد کے حوالے سے ایک حدیث منقول ہے کہ جس نے نماز کو ترک کر دیا اُس کا دین میں کوئی حصہ نہیں اور جس نے نماز کو ادا نہ کیا تو وہ نماز کو معمول سمجھنے کی وجہ سے ترک کرتا ہے۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک جو شخص فرضیت نماز کا انکار کرے یا اُس کو ہلکا یا سبک جانے اور اُس کے ترک کو حلال جانے تو وہ کافر ہے کیونکہ ایسا شخص قرآن کی نص کا انکار کرتا ہے۔ لہذا بعض اماموں نے نماز کو کافر قرار دیا ہے امام ابو حنیفہ رحمہ کے نزدیک بلا عند نماز ترک کرنا کفر ہے البتہ آپ اہل کافروں جیسا فعل تصور کرتے ہیں اور اُس کا یہ کام ناشکری اور کفرانِ نعمت میں شمار کرتے ہیں۔ لہذا اُسے شرعاً سخت سزاؤں کا مستحق جانتے ہیں۔

چاروں اماموں نے بے نمازی کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ نے اس قدر تخفیف کی ہے کہ بے نمازی کو ہمیشہ قید میں رکھا جائے تا وقتیکہ وہ توبہ نہ کرے یا قید میں ہی مر جائے۔ بعض حنفیہ کا حکم ہے کہ اُسے اتنا مارا جائے کہ خون بہہ جائے اور پھر اُسے قید میں ڈالا جائے۔ اور اگر قید میں بھی توبہ نہ کرے تو اُس کے قتل کا حکم جاری کیا جائے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے غنیۃ الطالبین میں امام احمدؒ کے مطابق یہ حکم لکھا ہے کہ اگر کوئی نماز کو فرض بھی جانتا ہو مگر سستی غفلت یا بے پروائی کی وجہ سے نہیں پڑھتا اور اُس نماز کے بعد وال نماز کا وقت بھی تنگ ہو گیا ہو تو اُس وقت یہ شخص بھی کافر ہو جائے گا اور اس پر مرتد ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ ایسے شخص کو تین دن کے بعد توبہ کرائی جائے گی اور اگر ایسا نہ کرے تو اُسے قتل کر دیا جائے۔

غنیۃ الطالبین اور کتب احادیث میں ہے **بے نمازی کو پندرہ سزائیں دی جائیں گی** کہ بے نمازی کو پندرہ سزائیں دی جائیں

گی اُن میں چھ سزائیں دنیا میں تین مرتے وقت تین قبریں اور تین قبرت نکلنے کے بعد حشر میں دی جائیں گی۔ ان سزاؤں کا ملنا اہل بصیرت سے مخفی نہیں۔

(۱۶) بے نمازی کے لئے دنیا کی چھ سزائیں :-

۱۔ بے نمازی کی زندگی سے برکت اٹھال جاتی ہے۔
 ۲۔ اس کے رزق سے برکت دور کر دی جاتی ہے (اگر رزق زیادہ بھی ہو تو اس میں بھی بے برکتی شامل ہوتی ہے)۔

۳۔ نیک لوگوں کی علامت اُن کے چہروں سے ہٹا دی جاتی ہے اور اُن کا نام صالحین کی فہرست سے مٹا دیا جاتا ہے۔

۴۔ ایسا شخص جو بھی نیک کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں اُسے کوئی ثواب نہیں ملتا۔

۵۔ ایسا آدمی جو بھی دعا مانگتا ہے وہ آسمان تک پہنچنے نہیں دی جاتی۔

۶۔ اگر اللہ کے نیک بندے اُس کے حق میں کوئی دعا مانگیں تو اُس کے حق میں قتل نہیں ہوتی۔

(۱۷) موت کے وقت کی تین سزائیں :-

۱۔ بے نمازی کی موت ذلت سے ہوتی ہے (وہ گندی اور ناپاک جگہ پر مرتا ہے ایسے لوگ اکثر

رسولؐ کے زمانہ ہوتے ہیں اور مرنے کے بعد بھی ان کو برے لفظوں سے یاد کیا جاتا ہے)۔

۲۔ مرنے وقت بھوکا مرے گا۔ (اگر چہ اُس کے پاس بہت سا مال ہی کیوں نہ ہو)۔

۳۔ موت کے وقت استقامت کے مریض کی طرح پیاس نہیں بجھے گی اور پیاس کی حالت میں ہی اس دُنیائے رحمت ہو جائے گا۔

(۱۸) قبر کی تین سزائیں :-

۱۔ بے نمازی کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے اور اس طرف کی پسلیاں اُس طرف اور اُس طرف کی پسلیاں

اس طرف لگ جاتی ہیں۔

۲۔ بے نمازی کی قبر میں آگ جلائی جاتی ہے تاکہ وہ اس میں جلتا رہے۔

۳۔ بے نمازی کی قبر میں ایک سانپ مسلط کر دیا جاتا ہے جو اُسے نماز پڑھنے کے باعث

دُستار ہوتا ہے۔

(۱۹) قیامت کی تین سزائیں :-

۱۔ اس کا حساب بہت سختی سے لیا جائے گا۔

۲۔ بے نمازی پر خدائی قہر کا مذاب ہوگا (اللہ تعالیٰ بے نمازی کے ساتھ غضبناک حالت میں پیش آئیں گے۔)

۳۔ ایسے بے نمازی کو ذیل کر کے جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔

وہ امتیازات جو صرف عبادت گزاروں کو ہی ملتے ہیں | اللہ تعالیٰ چونکہ خالق

اُس نے اپنی عنایات کا دھارا پوری مخلوق کی طرف یکساں اور بے دریغ کھول رکھا ہے۔ انصاف کا تقاضا تھا کہ خدا کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں میں کچھ امتیاز رکھا جاتا چنانچہ اُس نے اپنی سنت کے مطابق کردار اور اسباب میں پوری کوشش کرنے والوں کے لئے تو بلا امتیاز مذہب اپنی دنیا کے خزانوں کے منہ کھول دیئے ہیں لیکن اپنے ماننے والے و فاشعاروں کو ایسے علاوہ ایسی تدبیر اور قوتیں بھی عطا فرمائیں ہیں کہ جو کسی دوسرے کے خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتیں۔

اولیائے کرام کو تو کرامات دی گئیں جن سے ہر کوئی بخوبی واقف ہے۔ اس کے برعکس دوسروں کو صرف استدراج کا معمولی سا حصہ دیا گیا ہے جو کہ معجزات اور کرامات کے مقابلہ میں لاشے کی حیثیت رکھتا ہے معجزات اور کرامات تو غیر مسلم لوگوں کو سرے سے ہی نہیں دیتے گئے اس لئے یہاں صرف اللہ باتوں کا ذکر کیا جائے گا کہ اللہ کے ماننے والے و فاشعار لوگوں کو دوسرے لوگوں کی عامیانہ زندگیوں پر کس طرح برتری عطا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فاشعاروں اور عبادت گزاروں کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی عنایات دی گئی ہیں ان میں سے کچھ عنایات کا ذکر نیچے دیا جا رہا ہے۔ تفصیل کے لئے ہماری تصنیف ”روح نماز“ دیکھیں۔

۱۔ سیدھے راستے کی ہدایات کا عطا ہونا۔ سورہ یونس کی آیت ۹ میں ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے، یقیناً ان کا رب اُن کو (متزل متعز و تک) ہدایت دے گا، ان کے ایمان کے باعث۔ اسی طرح سورہ العنکبوت آیت ۲۹ میں لَتَخْذِيْ مِنْهُمْ سُبُكًا۔ فرمایا گیا ہے یعنی ہم اُن کو اپنے راستے ضرور دکھائیں گے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنی کائنات کی معرفت کے راستے کھول دیتے ہیں اور اگر ان کو دنیا میں کوئی مشکل درپیش ہو تو اس کا حل بھی عطا کر دیا جاتا ہے اور اس طرح آپس میں نجات کی طرف رہنمائی بھی کر دی جاتی ہے تاکہ ان

کی پریشانیوں دور ہو جائیں۔

۲۔ قبولیت دعا کے دروازوں کا کھلنا۔ سورہ الشوریٰ آیت ۲۶ میں ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کی دعا قبول کرتا ہے اور اُن کے حق سے زیادہ اجر دیتا ہے۔ یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اور اپنے مقبول بندوں کی دعاؤں کو زیادہ قبول کرتا ہے۔ (راقم الحروف کی تصنیف ”روح نماز“ ملاحظہ کریں)

۳۔ رزق میں برکت ہونا سورہ لہ آیت ۳۱ میں فرمان الہی ہے کہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیں اور خود بھی نماز کی پابندی کرتے رہیں اس طرح اللہ تعالیٰ غور و روزی عطا فرماتا ہے ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ۔

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُعَدُّونَ
(الذاریات: ۲۲)

اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور ہر وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔
اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رزق آسمانوں سے دیا جاتا ہے اور جو لوگ آسمان والے سے تعلق قائم کر لیتے ہیں اُن کو آسمان سے ہر شے ملتی ہے مشہور صوفی بزرگ حضرت شفیق بلخیؒ کا قول پہلے گزر چکا ہے جس میں انہوں نے یہ واضح کیا ہے کہ روزی کی برکت چاشت کی نماز میں ہے۔ احادیث مبارکہ سے یہ بات بھی سامنے آ جاتی ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کی روزی میں بھی زیادہ برکت ہونے کے باعث اُن کو کفایت کرتی ہے اس لئے کہ اُن کا مال بیماریوں اور دیگر نقصانات میں ضائع نہیں ہوا کرتا۔

۴۔ عبادت میں دکھوں سے نجات کا ملنا۔ یہ بات ہر خاص و عام کے مشاہدہ میں آتی ہے کہ جو لوگ گناہ سے توبہ کرنے کے بعد عبادت کی پابندی کرتے ہیں تو وہاں کوئی پریشانی نہیں رہتی ہے کیونکہ اُن لوگوں کو کاخوف علیہم ولا هم یحزنون (یعنی اولیاء کو نہ کوئی خوف، نہ ہوتا ہے نہ ملال) کا ثمر حاصل ہوتا ہے۔ سورہ الزمر آیت ۳۹ میں بھی اس بات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک بندوں کو ہر الجھن سے کامیاب بنا کر نکالتا ہے۔ انہیں نہ تو کوئی دکھ ہوتا ہے اور نہ کوئی پریشانی۔ طبرانی نے لکھا ہے کہ اُن لوگوں کو آخرت میں بھی کوئی خوف نہ ہوگا۔ آخرت میں نیک عمل انسان کی شکل میں نمودار ہو کر عمل کو نیکو کنہوں پر سوار کر لے گا۔

۵۔ عبادت کی وجہ سے بات میں وزن ہونا۔ علماء اور ماہرین ہر مذہب میں ہیں مگر علمائے اسلام کا ہم پلہ کوئی نہ ہو سکا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے پایہ کا عالم اور کوئی نہ ہو سکا۔ اسی طرح حضرت جنیدؒ، بایزیدؒ، بسطامیؒ اور علامہ اقبالؒ اپنی مثال آپ تھے۔ علامہؒ نے فرمایا کہ روٹی ہ ہم غم اور ہم پلہ کوئی نہ ہو سکا۔

۶۔ نہ اٹھا پھر کوئی رومیؒ عجم کے لالہ زاروں سے۔ وہی آب و گلِ ایراں وہی تبرین ہے ساقی! غیر مسلموں میں مسلمانوں کی شان کے شاعر۔ قلا سفر۔ سائنسدان نہیں ہوئے ہیں قافی بھی شاعر تھا مگر شیخ سعدیؒ کی شاعری تک نہ پہنچ سکا۔ ابن طولون مصریؒ نے سارے سات سو کتابیں تصنیف کیں اور رومیؒ کی تصانیف اس سے زیادہ زمیں مگر اُن کی شہرت میں کس قدر فرق ہے امام حبیلؒ اور امام غزالیؒ، حریری اور بدیع الزمان سے بہتر عربی نہ لکھ سکتے تھے مگر امام حبیلؒ اور امام غزالیؒ والی بات اُن میں نہ تھی۔ جن کا رابطہ اللہ سے تھا وہ تو ایک چیز سے دیگر بن گئے۔ خالد بن ولیدؒ نے کفر کی حالت میں جنگ اُحد میں شکست کھائی مگر جو نبی وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے کسی جنگ میں بھی وہ سترگوں نہ ہو سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام سے پہلے اپنے گھر کے دس اونٹوں کو بھی سنبھال نہ سکتے تھے مگر غلامی مصلفے میں آنے کے بعد وہ استعداد پیدا کر لی کہ تمام شہنشاہان وقت آپ کے رعب سے لرزہ برانداز تھے۔ یورپین مورخین نے لکھا ہے کہ اگر مسلمانوں میں ایک عمر رضی اللہ عنہ اور پیدا ہو جاتے تو پوری دنیا ہی مملکت اسلامیہ میں شامل ہو جاتی۔

۷۔ عبادت سے نور کا عطا ہونا۔ وقا شاعر بندوں کے چہروں پر اطاعتِ الہی کی وجہ سے ایک نور عطا کیا جاتا ہے جو ان کے چہروں پر نورانیت کی صورت میں نمودار ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں بھی آیا ہے کہ ایسے لوگوں کو آخرت میں بھی ایک نور عطا کیا جائیگا۔ یوں تو عام لوگوں کو بھی بچپن اور جوانی میں کچھ روپ ملتا ہے اور غذا و صحت کی وجہ سے بھی کچھ چمک چہروں پر نظر آتی ہے مگر یہ چمک کچھ عرصہ کے بعد ختم ہو جاتی ہے اور پھر ایک وقت آتا ہے کہ اُن لوگوں کے چہروں کی ہڈیاں ٹیڑھی ہو جاتی ہیں، معصیت کی نحوست اور کراہت اُن کی شکلوں سے ٹپکتی ہے۔ اہل بصیرت ان کی شکلوں پر یہ خواہی ظلمت اور راندہ درگاہ ہو

کے آثار دیکھتے ہیں۔ اس کے برعکس اللہ والوں کے چہروں کے نور میں دن بدن اضافہ ہوتا ہے۔ وہ مخلوقات کو فیض پہنچاتے ہیں اور ان کی قبروں سے بھی نور بہتا ہوا ہر خاص و عام کو نظر آتا ہے۔ جو لوگ راتوں کو بیداری اور عبادت میں مصروف رہتے ہیں میرے وقت اُن کے چہرے جگمگاتے رہتے ہیں۔ وضو کرنے کے بعد ہم جو کیفیت محسوس کرتے ہیں وہ وضو سے پہلے محسوس نہیں کرتے۔ اس بات سے پوری طرح اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو شب و روز کے عبادت اُن کے چہروں کو کستور و لکش اور نورانی بنا دیتے ہوں گے۔

۷۔ عبادت سے دانش کا عطا ہونا۔ قرآن مجید میں ہے کہ اہل اللہ کو نور عقل عطا کیا جاتا ہے

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (البقرہ ۲۵۷)

اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے نکال لے جاتا ہے اُن کو اندھیروں سے نور کی طرف۔

ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے۔

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (النور ۳۵)

نور الہی ہر طرف پھیلا ہوا ہے اور عقل بھی ایک نور ہے۔ لہذا کوئی جتنا اللہ تعالیٰ سے قریب ہو گا اتنی ہی اس کے نور یعنی عقل میں اضافہ ہوگا۔ مغربی ممالک کے دانشور صرف مادیت میں مہارت رکھتے ہیں۔ وہ عقل مند نہیں، اگر عقل مند ہوتے تو اسلام قبول کر لیتے۔ علامہ فرماتے ہیں۔

”وہ قوم کہ فیضانِ سماوی سے محروم۔ حدیث کے کمالات کی ہے برق و بخارات“

سورہ آل عمران کی آیت ۱۳۹ میں فرمایا گیا ہے۔ ”اے مسلمانو تم ہی بلند و بالا ہو بشرطیکہ تم مومن بن جاؤ“ مومن کو نور فراست کا عطا ہونا بھی اسی نوعیت سے ہے۔ یہ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ وہ لوگ جو مادی امور میں کمالات حاصل کر لیتے ہیں اور اپنے معبود حقیقی کی پہچان نہیں کر سکتے ایسے لوگوں سے انسانیت کی خلعتِ فاخرہ واپس لے لی جاتی ہے اور ان کے سرو سے اشرف المخلوقات کا تاج اتار لیا جاتا ہے۔ وہ خدا کی تیابت کا منصب نہیں سنبھال سکتے اور ان کو معاشرے کی نگاہوں میں گرا دیا جاتا ہے اُن کی عزت اور حکومت کچھ عرصے کے لئے ہوتی ہے۔ وہ باہر سے چمکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں مگر اُن کا باطن مکروہ اور بدبودار ہوتا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو کہ فیضانِ سماوی سے محروم ہوتے ہیں۔ مگر اللہ کے وفا شعاروں کا

حل اس کے برعکس ہوتا ہے۔

احادیث میں ہے کہ دیوانے اور مجنوں لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھتے تو عقل کی باتیں کرنے لگتے۔ حضرت وکیعؒ نے اپنی ایک رباعی میں لکھا ہے کہ خدائی علم خدا کی طرف سے ایک نور ہے اور خدا کا نور یعنی علم گناہ گاروں کو عطا نہیں کیا جاتا۔ ۸۔ عبادت سے مومن کی حفاظت ہونا۔ قرآن کی آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مومنوں کی حفاظت کے لئے محافظ فرشتے تعینات کئے جلتے ہیں۔ قرآن کی درج ذیل آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جاندار کی چوٹی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

مَا مِنْ دَابَّةٍ اِلاَّ هُوَ اَخْبَذُهَا مِنْ فِئْتِمَا يُمْسِكُ (هود: ۵۶) میں نہ ہو۔

ہم یہ کبھی سوچ نہیں سکتے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں شیر، سانپ اور موذی جانور کی چوٹی تو ہو اور وہ اسے اپنے کسی تیک بندے پر پھینک دے۔ یہ زہریلے تیر و ہیں پڑ سکیں گے جہاں وہ پھینکنا چاہے گا۔ اس کے اصول متعین ہیں۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ اس کے بندے اس کے احکامات کی طرف دھیان نہیں کرتے تو وہاں جنگیز خان اور ہلا کو خان جیسے لوگوں کو ان پر مسلط کر دیتا ہے۔

۷۔ کرتی ہے ملکیت آثار جنوں پیدا اللہ کے نشتر میں تیمور ہو یا جنگیز مونی علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ جب اللہ کے بہت سے تیر و مرض، مرگ اور حادثہ و غم کی صورت میں ہر طرف سے چل رہے ہوں تو ہم کہاں پناہ میں فرمایا تیر انداز کے پہلو میں آجاؤ۔ چنانچہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے پہلو میں چلے آتے ہیں وہ امن اور عافیت میں رہتے ہیں! ایمان کو اسی لئے ایمان کہا جاتا ہے کہ وہ انسانوں کو امن میں لے آتا ہے۔ ۹۔ عبادت گزاروں کی جہاد میں مدد کرنا۔ قرآن کی بہت سی آیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جہاد سیف اور جہاد زندگی میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لئے مدد کا وعدہ فرمایا ہے۔ مصافحہ زندگی میں مومنوں کی زندگی کے لئے فرشتوں کی مدد کا ذکر قرآن میں بار بار آیا ہے۔ ۱۰۔ اہل عبادت کیلئے فرشتوں کا دعا گو رہنا۔ سورہ المؤمن آیت ۷ میں اس بات کا ذکر

ہے کہ فرشتے مومنوں کے لئے استغفار کرتے ہیں اور اُن کی بخشش اور رحمت کیلئے دعا گو رہتے ہیں
۱۱۔ عابدوں کا اللہ کے قہر سے محفوظ رہنا، سورہ العنکبوت میں آیت ہم میں فرمانِ باری تعالیٰ
ہے کہ ”کیا یہ خیال کر رکھا ہے انہوں نے جو مجھ سے کثرت کر رہے ہیں کہ وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں
گے۔ یہ اُن کا بہت ہی خام خیال ہے۔“ ایک جگہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ یہ نافرمان لوگ آلام اور
مصائب میں پھنستے ہی رہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ سے رابطہ قائم نہ کریں گے۔ پٹتے، لٹتے اور
موتے ہی رہیں گے۔

وَلَا يَذَّالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تَصِيبُهُمْ
بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا
مِّن دَارِهِمْ حَتَّى يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ
الوعد: ۳۱

کفار اس حالت میں رہیں گے کہ پہنچتا رہے
گا اُن کو اپنی گرتوں کی وجہ سے کوئی نہ کوئی
صدمہ (کھڑکھڑاہٹ پیدا کرنے والے حادثے)
اُترتی رہے گی کوئی نہ کوئی مصیبت ان کے
گھروں کے گرد نواح میں۔ حتیٰ کہ اللہ کا وعدہ
(عذاب کے ظہور کا دن) آجائے۔

زلزلہ پیدا کرنے والے حادثات یا تو کافروں (ایمانداروں) کو ہمیشہ براہِ راست
نشانہ بنائیں گے یا خوف پیدا کرنے کے لئے ان کے گھروں کے قریب تانل ہوتے رہیں گے۔
۱۲۔ عبادت گزاروں کیلئے کائنات کا مسخر ہونا، غیر مسلم قوموں کو ان کی محنت ہتھ اور فن میں
مہارت ہونے کے سبب کسی حد تک کائنات میں تصرف کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ لیکن مومن
کے لئے فرمایا گیا ہے۔

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا هٰذَا (الباقیہ: ۱۳)

اور اس نے مسخر کر دیا ہے تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں
میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب اپنے
حکم سے۔

شیخ سعدیؒ نے فرمایا کہ اگر مومن اپنی گردن کو خدا کے حکم سے نہ پھیرے تو مخلوق
میں سے کوڑھے اُس سے مدگردانی نہیں کرے گی۔
اپنی نماز کو مطلوبہ معیار پر لائیں، نماز کی حقیقت اُسی وقت متفق ہو سکتی ہے جب نماز

کی ادائیگی میں اُس کے باطنی اور ظاہری آداب کا خیال رکھا جائے نماز کی درستی میسر ہو جائے تو یہ سبت
بلند مرتبہ عطا کر دیتی ہے۔ اگر نمازی کا کردار اور اخلاق مطلوبہ معیار پر نہیں تو نماز کی اصلاح کرنا ایک
ضروری امر بن جاتا ہے۔ نمازی کو چاہیے کہ وہ اپنے اعمال اور کردار کا امتحان کرتا رہے اور جہاں کہیں
کی رہ گئی ہو اس کا ازالہ کرے تفصیل کے لئے ہماری تصنیف ”روح نماز“ کا مطالعہ کریں۔
علامہ اقبالؒ اللہ تعالیٰ سے ایسے سجدے کی توفیق مانگتے ہیں جس سے زمین
پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور مہر و ماہ کی گردش اُن کی مرضی کے مطابق ہو جائے۔

سجدہ کز دے زمین لرزیدہ است بر مرادش مہر و ماہ گردیدہ است
(ایسا سجدہ جس سے زمین لرز جاتی ہے) اور مہر و ماہ کی گردش جس کی مرضی کی مطابق ہو گئی ہے)
سنگ اگر گیر و نشان اُن سجود در ہوا آشفستہ گردد و تچو دود
(اگر پتھر پر اُس سجدے کا نشان پڑ جائے) تو وہ ہوا میں دھوئیں کی طرح اٹھنے لگے)
اِس زمانہ تجزہ سرزمین پیری پرست اندر دجہ ضعیف پیری پہنچ نیست
(اِس زمانہ میں سجدہ سر جھکانے کے سوا کچھ نہیں ملے) اِس میں ضعیف پیری کے سوا کچھ بھی نہیں ملے
اُن شکوہ ز پنی الایلیٰ کجاست اِس گناہ اوست یا تقصیر ماست
(ز پنی الایلیٰ کہنے کی وہ شان اب کہاں ہے) یہ اِس جوانوں کا گناہ ہے یا ہماری خطا ہے)
ایک حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک شخص
مسجد میں نماز ادا کرتا ہے مگر اُس کی نماز مجتہد کے ہاتھ کے برابر نہیں ہوتی اور ایک دوسرا شخص بھی وہی
نماز ادا کرتا ہے تو اُس کی نماز اُحد کے پہاڑ کے برابر ہوتی ہے بشرطیکہ وہ پہلے سے زیادہ عقلمند ہو
آپ نے یہ بھی فرمایا کہ عقلمند وہ ہے جو حرام کاموں سے بچے اور نیک کاموں کا زیادہ آرزو مند ہو
خواہ عمل اور نوافل میں اُس سے کم ہی کیوں نہ ہو۔ اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کا ادا کرنا انسان
کے اسلام کی طرف رغبت، عمل اور عقل پر انحصار کرتی ہے۔ جس شخص کی توجہ صدق دل سے اللہ
طرت راغب ہو جائے اور اُس نے نماز کی صحت کے متعلق علم و معائنیت بھی کسی سے سیکھا
نہ تو اُس کو نماز کی حقیقت میسر ہو جاتی ہے ایسا شخص جب سجدہ کرتا ہے تو خود کو عرشِ اعظم پر
تصور کرتا ہے اور اُس کے سجدے سے زمین اور آسمان وجد کرتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے فرمایا۔

سجودے وہ کہ اسوز و سسور ش
بہ وجد آرم زمین و آسماں را
(مجھے ایسا سجدہ دے کہ جن کے سوز و سرور سے
میں زمین و آسمان کو وجد میں لے آؤں)

چہ پرسی از نماز عسا شقا نہ
رکوعش چوں سجودش محرمانہ
(عاشقوں کی نماز کا کیا پوچھتے ہو
اُس کا رکوع اُس کے سجدے کی طرح محرم راز؟)

تب و تاب یکے اللہ اکبر
نہ گنجند در نماز پنج گانہ
(اُس کے ایک اللہ اکبر کی حرارت ایسی ہے کہ ہمارے پنج وقتہ نماز میں بھی نہیں سما سکتی)

نماز میں کوتاہی کیوں ہوتی ہے |
جو لوگ خلوص دل سے نماز ادا نہیں کرتے یا ان کی نماز
ریکاری سے ملوث ہوتی ہیں ان کے لئے ان کی نماز

نہ دیدعا کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اسے نمازی تو نے میرا حق ادا نہیں کیا۔ مسلمان کی نماز میں خدا کی
جلال اور مصطفائی جمال کی جھلک نہ ہو تو اس کی یہ نماز آدمیت کے مقام سے نا آشنا ہوتی ہے اور
نماز کے مقام سے گرجاتی ہے۔ جب کوئی شخص نماز میں کھڑا ہو تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اس کا اپنا
مقام کیا ہے اور وہ کس کی بارگاہ بے نیاز میں ماضی دے رہا ہے۔

بہر چوں سجدہ کرم زمین نہلا بہ آمد
کہ مرا خراب کو دی تو یہ سجدہ ربائی۔
(جب میں نے حرم میں سجدہ کیا تو زمین سے یہ آواز نکلی۔ کہ تو نے دکھا دے کے سجدہ سے مجھے خراب کر دیا)

دل ہے مسماں میرا نہ تیرا
تو بھی مسازی میں بھی نمازی
عجب نہیں کہ خدا تک تری رسائی ہو
تری نگہ سے ہے پوشیدہ آدمی کا مقام

تری نماز میں نہ باقی جلال ہے نہ جمال
تیری ازاں میں نہیں ہے میری سحر کا پیام
خدا نصیب کرے ہند کے اماموں کو
وہ سجدہ جس میں طہمت کی زندگی کا پیام

آؤ کہ محبت کا جنوں پیدا کریں |
اولیائے کرام کی صحبت میں رہنے سے اللہ اور اس کے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت پیدا ہو جاتی ہے اور

نفس امارہ کا غلبہ کم ہو جاتا ہے۔ اللہ کی صحبت سے غیر اللہ کی محبت بھی کم ہوتی ہے اور مسلمانوں
کا باہمی ربط بڑھ جاتا ہے۔ یہ محبت کتابوں میں نہیں بلکہ اولیائے کرام کی نگاہوں سے ملتی ہے۔
اگر یہ محبت نہ ہو تو نمازی بے ذوق اور مسلمانوں کے دل ٹیڑھے ہو جاتے ہیں اور اگر دل ٹیڑھے

ہو جائیں تو صفیں بھی ٹیڑھی ہو جاتی ہیں اور آپس کے معاملات بھی ٹیڑھے ہو جاتے ہیں۔
 محبت کا جنوں باقی نہیں ہے مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے
 صفیں کچھ دل پریشان سج دیے دو کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے
 انسان کا معیار زندگی نماز کی کسوٹی ہے۔ اگر زندگی اسلامی روش پر گامزن ہے تو نماز بھی درست
 ہوگی۔ جو شخص اللہ کے سامنے اپنے سر کو جھکا دیتا ہے تو پھر اسے کسی دوسرے (امیر، وزیر، کبر) کے
 در پر جھکنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ ذکر اذکار اور بزرگوں کی محبت سے دل میں سوز پیدا ہوتا ہے۔
 اور پھر ایسا مسلمان جس کو سوتر دروں حاصل ہو جائے کسی کے سامنے اپنی جبین نیاز نہیں
 جھکاتا۔

وہی سجدہ ہے لائق اہتمام کہ ہو جس سے ہر سجدہ تجھ پر حرام
 دل سوز سے خلا بنے گا پاک نہیں ہے پھر اس میں عجب کیا کہ تو یساک نہیں ہے
 ہے ذوق تجلی بھی ایسی خاک میں پنہاں غافل تو رہا صاحب ادراک نہیں ہے

روح اور جسم میں ہم آہنگی کی ضرورت ہے انسان کا جسم اس کی روح کے تابع ہوتا
 ہے اگر روح میں بالیدگی اور پاکیزگی ہو تو بدن کے اعمال میں شائستگی پیدا ہوگی جو اسے قرآن کا زبان کے مطابق حیات طیبہ عطا کرے گی
 اور اسے اتباع سنت پر آمادہ کرے گی۔ یاد رکھیں کہ عبادت اور ذکر الہی سے روح کو غذا ملتی ہے
 اور کسی کی روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کے بعد ہی اس دنیا میں ترقی حاصل کرتی ہے۔
 اس کے بغیر روح اور بدن مٹی کے انبار سے کچھ زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ ایسی سرگرم عمل روح
 کو ہی زندہ روح کہا جاسکتا ہے ورنہ جو روح دنیاوی عیش و عشرت میں الجھ کر رہ جاتے اسے
 اسلامی اصطلاح میں مردہ روح تصور کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کے دل بیدار تھے اور جن لوگوں کو
 ایسے دل میسر نہیں وہ قلب و نظر کی رسوائی میں مبتلا ہیں۔ افسوس کہ کفار کی مسلسل کوششوں نے
 مسلمانوں سے وہ سجدے چھین لئے اور انہیں عیش و عشرت کا دلدادہ بنا دیا ہے
 تران روح سے نا آشنا ہے عجب کیا آہ تیری نار سار ہے
 نن بے روح سے بیزار ہے حق خداے زندہ زندوں کا خدا ہے

تیرا امام بے حضور تیری نماز بے سرو
ایک نماز سے گزرا ایسے امام سے گزر
نگاہ شوق میسر نہیں اگر تجھ کو
ترا وجود ہے قلب و نظر کی رسوائی
وہ نشانِ سجدہ جو روش تھا کوکب کی طرح
ہو گئی ہے اس سے اب نا آشنا ^{جبین} تیری
سطوتِ لوحِ قائم جن نمازوں سے ہوئی
وہ نمازیں ہند میں تندریر ہمیں ہو گئیں

پہلے زمانے کے مسلمان جنہوں نے اپنے اسلاف سے سینہ بہ سینہ قربیت حاصل
کی اور نمازوں کو صحیح ادا کرنے کا طریقہ سیکھا وہ جب تکیر تحریر کہتے تو اس دنیا کی اس طرح نفی کر دیتے کہ
پورے عالم سے چشمِ زدن میں لا تعلق ہو جاتے جیسے کسی بسمل کی جان بلا تاخیر بدن سے نکل جاتی ہے وہ
راتوں کو آہ و زاری کرتے اور پوری رات ایک ہی حالت میں گزار دیتے۔ یہ تمام چیزیں بلا طلب اور
بلا کسب کس طرح حاصل ہو سکتی ہیں۔ اگر ہمارے دلوں میں اس کے سیکھنے کا جذبہ اور ذوق پیدا ہو جائے
تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ذرا سی محنت اور کوشش سے اُن بزرگوں کا روپ ہم میں بھی پیدا ہو جائے۔
اوچوں یا تکیر یا مقروں شدند ہمجو بسمل از جہاں بیرون شدند

(وہ تکیر کے ساتھ دنیا سے اس طرح لا تعلق ہو جاتے ہیں جس طرح بسمل اس جہاں سے رخصت ہوتا ہے)
نماز در خم ابروان محسرا بی
کے کند کہ بخون جگر طہارت کرد
(ان محرابی ابروؤں کے پیچ میں نماز صرف وہی ادا کر سکتا ہے جو خونِ جگر سے طہارت کرتا ہو)
بخدا خبر ندارم چو نمازی گزارم
کہ تمام شدہ کوئے کرام شد قفلانے
پہلے بخدا مجھے خبر نہیں کہ نماز کیسے پڑھا ہوں رکوع کیسے ختم ہوا اور امام کون تھا)
علامہ اقبال فرماتے ہیں ایسی بلند پرواز روحانیت اور صحیح عبادات کا حاصل ہونا انہیں لوگوں سے
ممکن ہے جو ان عبادات کے اسرار کے محرم ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے چُن لیا
ہے۔ ہم ان کی صحبت کے بغیر ایسی کیفیات سے بے بہرہ اور محروم رہ جاتے ہیں کاش ہم اپنے
دلوں میں ایسی سعادت کو حاصل کرنے کا ذوق پیدا کریں۔

رازِ ہائے آن قیام و آن سجود
جز بہ بزمِ محرمات تنہا کشود
اس قیام اور سجود کے پنہاں راز
ان محرم راز بندگوں کی صحبت کے بغیر نہیں کھلتے
مردے آزادے چہن آید در سجود
در طوافش گرد دایں چرخ کبود
(ایسا آزاد بندہ جب سجدے میں گر جائے
تو یہ نیلا آسمان اس کا طواف کرتا ہے)

ماغلاماں از جلالش بے خبر اند جمال لازمالش بے خبر
 (ہم غلام تو اُس کے جلال سے بے خبر ہیں اُسکے ہمیشہ رہنے والے جمال سے بھی بے خبر ہیں)
 علامہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی یہ محرومی صرف ہمارے ملکوں میں نہیں بلکہ
 مسلمان جہاں کہیں بھی ہیں اُن کی اکثریت دنیا کی پامست میں گرفتار ہے آپ اس بات پر تبہہ کرتے
 ہیں کہ عبادات کا حجاب اُس وقت تک نہیں اُٹھ سکتا جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل
 محبت، عشق اور حضور حاصل نہ ہو جائے (اور یہ سب کچھ اولیا کی صحبت کے بغیر ممکن ہی
 نہیں ہے)

وہ سجدہ روح زمین جس سے کانپ جاتی تھی اسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب
 سنی نہ مصر و فلسطین میں وہ اذال میں نے دیا تھا جس نے پہاڑوں کو ریشہ پتیا
 وہ بحر جس سے لرزتا ہے شہستان و جود ہوتا ہے بندہ مومن کی اذال سے پیدا
 شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب
 تیری نگہ ناز سے دونوں مراد پا گئے عقل، غیب و جستجو بہشت و جہنم افراط
 ہر کس کہ در نماز نہ بیند جمال دوست فتویٰ ہمیں دہم کہ نماز میں قضا گند
 (ہر وہ شخص جو اپنے دوست کا جمال نماز میں نہیں دیکھتا، تو اُسکے لئے یہی فتویٰ دیتا ہوں کہ وہ ایسی نماز کو
 دوبارہ پڑھے)

پابندی نماز کی راہ میں رکاوٹیں | نشانِ منزل وہ کتاب ہے جو وصلِ الہی کی منزل
 کا تعین کرتی ہے اس منزل کی راہ میں بہت سے

مشکل مقامات آتے ہیں اگر ان مقامات کو کسی راہبر کی راہنمائی سے طے کیا جائے تو یہ آسانی سے
 عبور ہو جاتے ہیں۔ یہاں پر چلپان کے ایک ناول کی کہانی یاد آتی ہے جس میں ایک شخص کو کسی مملکت
 کی ملکہ کو حاصل کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ اُسکی راہ میں فلاں فلاں آبادیاں آتی ہیں اور اس سے
 آگے دشوار گزار صحرا اور کوہستان وغیرہ سے بھی گزرنا ہوتا ہے۔ ان مقامات کو عبور کرنے
 کے بعد نہایت خوبصورت اور دلکش مناظر آتے ہیں جنکی رنگینی اور دل کشی انسان کے دل کو موہ

لیتی ہے اور دلکش مناظر انسان کو آگے بڑھنے سے روک لیتے ہیں۔ اس کمائی کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص راستے کی سختیوں اور عیش و طرب کے مقامات سے متاثر نہ ہوتے ہوئے اپنے سفر کو جاری رکھتا ہے تو بالآخر وہ ملکہ حسن کو ضرور حاصل کر لیتا ہے اور حقیقتاً اس ملکہ حسن سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر صفات مراد لی گئی ہے جس کا وصل حاصل کرنے کیلئے اس دنیا کی مشکلات حائل ہوتی ہیں۔ کبھی انسان نعمتوں اور لذتوں میں کھو کر اللہ کو بھول جاتا ہے۔

وسل الہی کو حاصل کرنے کیلئے جن راہوں سے سائکین کو گزرنا ہوتا ہے ان راہوں پر اللہ کے حکم سے ابلیس لعین اور اسکی فوج کے سپاہیوں کو (روکنے والے گارڈ کی طرح) متعین کیا گیا ہے تاکہ عام لوگوں کو اللہ کی پاک بارگاہ میں پہنچنے سے روک دے۔ اہل خوف کے نزدیک اس راہ میں قدم قدم پر رکاوٹ کا انتظام اس لئے کیا گیا ہے کہ کوئی نا اہل شخص اس عظیم بادشاہ کے دربار میں گھسنے کی جہالت نہ کرے اور اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ جن لوگوں کے پاس ان مقامات سے گزرنے کی راہداری موجود ہوتی ہے انہیں یہ تقشیش کرنے والے گارڈ قطعاً منع نہیں کرتے بلکہ انہیں سلامی (گارڈ آف آنر) پیش کرتے ہیں۔ وہ رکاوٹیں حسب ذیل ہیں جنکی تفصیل بھی الگ الگ پیش کی جاتی ہے۔

- ۱۔ علم نافع سے محروم رکھنا (علم سے مراد اس راہ کے علوم کو حاصل کرنا ہے)
 - ۲۔ ذوق عمل کو التواء میں ڈالنا (علم بغیر عمل بے معنی ہے)
 - ۳۔ تکبر کی ہلاکت میں گرفتار کرنا (علماء و باعمل کو تباہ کرنے کا ہتھیار)
 - ۴۔ کبر یا شرکِ خفی میں الجھانا (ہر عمل اور تدبیر کو مخائبہ اللہ سمجھنا اور شرکِ خفی میں الجھانا)
- تخلیقِ آدمؑ کے بیان میں اس بات کا ذکر ہو چکا ہے کہ شیطان ایک سجدہ نہ کر کے وجہ سے مردود ہوا اور جنت سے نکالا گیا اور اب چونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت تک کے لوگوں کو گمراہ کرنے کی اجازت حاصل کر چکا ہے اسلئے وہ نہیں چاہتا کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ کر کے اسکی رضا مندی حاصل کر لے۔ جب سے وہ دنیا میں آیا ہے اس بات پر سر دھڑکی بازی لگا رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ثابت کر دے کہ اُس کا یہ موقف درست تھا کہ تیرے بندے دنیا میں خلیفہ بننے کے اہل نہیں لہذا جنت کے بھی حقدار نہیں۔ ابلیس نے اللہ کی راہ سے روکنے

کیلئے چار رکاوٹیں (HURDLES) بندوں اور حصار کے درمیان مضبوط سے حاصل کر دیں ہیں تاکہ ہر مرحلے پر لوگوں کیلئے یہ راہ مسدود کر دی جائے چنانچہ پہلی رکاوٹ میں تو تقریباً ۹۰ فیصد آدمی رہ جاتے ہیں اور جو آگے چلتے ہیں وہ دوسرے یا تیسرے حتیٰ کہ آخری مرحلے تک رکاوٹوں کا سامنا کرتے ہیں۔ ان میں سے خال خال ہی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو چاروں مرحلوں سے گزر کر واصل یا شد ہونے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اب ان مراحل کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ علم نافع سے محروم رکھنا جیسے امام غزالیؒ نے فرمایا "علم ایک کیفیت پیدا کرتا ہے اور عمل اسی کیفیت سے ہی صادر ہوتے ہیں"۔ چنانچہ

ابلیس کی پہلی رکاوٹ یہی ہے کہ مسلمان کو (بلکہ کافروں کو بھی) دین اسلام کی خوبیوں سے متعلق علم حاصل کرنے کی راہ میں رکاوٹ ڈالے۔ اگر دین کا علم ہی نہ ہو گا تو سالک کو دین کا شوق بھی پیدا نہ ہو گا۔ راقم الحروف کو اس بات پر یقین کامل ہے کہ اگر عوام پر اسلام کی خوبیوں کو صحیح انداز میں بیان کیا جائے تو اذلی بد بخت کے سوا ہر شخص کے دل میں بے چینی سے دین پر چلنے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ ہماری تصنیف "روح نماز" میں شامل کردہ نماز کے فضائل کا مطالعے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ صرف نماز میں ہی اللہ تعالیٰ نے کس قدر رحمتیں، انعامات اور کمالات عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ ان خوبیوں کی طرف رغبت نہ رکھنے والا تو کوئی فاسق، فاجر، مجنون یا اذلی بد بخت ہی ہو سکتا ہے۔ ابلیس کے پاس مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی ان تمام خوبیوں سے محروم کئے کا طریقہ بس یہ تھا کہ اُس کو نماز سے اور دینی برکات و فیوض سے مکمل طور پر بے بہرہ رکھا جائے چنانچہ آپ جانتے ہیں کہ ہماری ایک بہت بڑی تعداد کو نماز کے مذکورہ کمالات سے مکمل طور پر لاعلمی ہے۔ وہ نماز کے چیدہ چیدہ مسائل اور فضائل سے بھی آگاہ نہیں۔ اس اکثریت کو نماز کے فرائض و واجبات، سنن اور مستحبات سے متعلق معلومات حاصل کرنے کیلئے مکمل طور پر لاعلمی ہے۔ بڑے بڑے تعلیم یافتہ لوگوں کو فرض اور واجب میں فرق کا علم نہیں (راقم الحروف کو یاد ہے کہ اس نے یہی سوال ایک اسامی کی بھرتی کیلئے ایک امیدوار سے پوچھا تو بورڈ کے چیئرمین (ڈائریکٹر جنرل) نے کہا کہ خان صاحب اتنے مشکل سوالات نہ پوچھیں اس سوال کا جواب تو میں بھی نہیں دے سکتا اس کیفیت حال میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ پوری قوم کا بہت بڑا حصہ (تقریباً نوے فیصد) دینی علم سے

قابلیت اور مہارت کی تاریکیوں میں زندگی گزار رہا ہے۔

دینی علوم کے فقدان کا مدارک اس طرح ہو سکتا ہے کہ ہر مسلمان اس علم کو حاصل کرے جس کے متعلق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ”قَدْ بُدِّ الْعِلْمُ فَرِيضَةً عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ“ (دین کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت کیلئے فرض ہے) وہ علم جو فرض کر دیا گیا ہے اس کی تفصیل ہمارے تصنیف ”سریہ ملت“ باب مسلمان کا علمی نصاب“ میں مکمل تفصیل و ضاحت ساتھ

بیان کر دی گئی ہے تاکہ عام مسلمان کہ جس کے حاصل کرنے میں دقت نہ ہو اور سستے داموں ہر ایک کو دستیاب ہو سکے۔ اس کتاب کی قیمت اس کی لاگت سے بھی کم رکھی گئی ہے۔ سریہ ملت میں کچھ علمی نوعیت کی فعلیں بھی شامل کر دی گئی ہیں جن کا جاننا ضروری خیال کیا گیا ہے اور مذکورہ دونوں کتابوں میں مطلوبہ معیار سے زیادہ معلومات شامل کر دی گئی ہیں تاکہ کتاب میں کسی جانب سے کوئی کمی واقع نہ ہو سکے۔ ان کتابوں کے تمام مضامین سخت جانفشانی کے ساتھ نہایت آسان انداز میں پیش کئے گئے ہیں کہ جس کے پڑھنے سے مسلمانوں کے ایمان کا ٹھکانا ہوا چراغ پوری آب و تاب سے چمکنا شروع کرے اور امت مسلمہ کے سوتے ہوئے لوگ پھر سے جاگ اٹھیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے مکمل استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

اس علم کو حاصل کرنے کا ایک اور مشورہ بھی تحریر کیا جا رہا ہے وہ یہ کہ ہر مسلمان دینی کتب کا مطالعہ جاری رکھے، نیکیوں کی صحبت میں اپنے فارغ اوقات کو صرف کرے اور کسی شیخ کامل کی بیعت کے ذریعے دینی علوم میں اضافہ کرتا چلا جائے کیونکہ مشائخ سے فیض حاصل کرنا تمام اکابر اسلام کا دستور تھا۔ اولیائے کرام کی صحبت میں رہ کر سالوں کی راہ دہن میں ملے ہو جاتی ہے۔ عصر حاضر کی کچھ جامعیں مشائخ سے فیض کے حصول کو غیر اسلامی قرار دے رہی ہیں اس لئے مشائخ کی جماعت کی افادیت ظاہر کرنے کیلئے راقم الحروف نے ایک کتاب لکھی اور روحانیت کے نام سے تصنیف کی ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے عوام پر یہ بات واضح ہو جائیگی کہ اولیاء کرام کی جماعت سے انحراف ہی دین سے انحراف ہے اور یہ دین کی دوری ہی مسلمانوں کی موجودہ تباہی کا باعث ہے۔

۲۔ ذوق عمل کا التوا کسی کی ذاتی کوشش سے یا مبلغین اسلام کی وساطت سے اگر کسی کو دین کے ضروری علوم سے روشناسی ہو جائے تو ابلیس کا پہلا حربہ ختم ہو

جانتا ہے اور اس کے بعد ابلیس دوسرے حربے پر یعنی عمل کے خلاف مورچہ بندی کرتا ہے اور انسان کو عمل کی طرف رغبت کرنے سے روکتا ہے۔ ابلیس اپنی تمام تر طاقت ہر ایک محاذ پر صرف کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ علم ایک کیفیت پیدا کرتا ہے جس سے عمل کے صادر ہونے کا زیادہ امکان ہوتا ہے لہذا وہ چاہتا ہے کہ اس کیفیت کو ایک یاد و دن کیلئے سرخسے میں ڈال دیا جائے تو عمل تک پہنچنے کی نوبت نہیں آئیگی اور اس کے بعد اس کیفیت کا معمولی اثر رہ جاتا ہے جو احوال زمانہ یا حوادث کے اثر سے خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔ قارئین نے محسوس کیا ہوگا کہ جب کوئی نیک عمل کرنے کا خیال آئے تو شیطان اس کا کواالتوا میں ڈالنے کے بہانے پیش کرتا ہے مثلاً یا آج چونکہ کپڑے ٹھیک نہیں لہذا نماز کل سے ضرور شروع کر دیں گے یا فلاں کام درست ہو جائے تو پھر باقاعدہ نماز شروع کر دوں گا۔ کسی کو کہتا ہے کہ تیری ترقی ہو جائے یا مکان بن جائے یا شادی ہو جائے تو پھر باقاعدہ نماز شروع کر دیں گے۔ یہ تمام بہانے نماز کے مسئلے کو التوا میں ڈالنے اور کیفیت عمل کو مردود کرنے کیلئے ہیں۔

عمل مسلمان کے کردار کیلئے بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ عمل نہیں تو کچھ بھی نہیں بلکہ مسلمان عمل کے بغیر کفر کی حدود کے قریب پہنچ جاتا ہے عمل کی اس اہمیت کے پیش نظر اسی باب میں ایک مفصل فصل عمل کی شان کو واضح کرنے کیلئے شامل کی جا چکی ہے۔ ”عمل سے ہی زندگی بنتی ہے جنت بھی، جہنم بھی عمل سے ہی متعلق ہے۔ کتابوں سے عمل سیکھنا محال ہے البتہ کسی مردِ کامل کے پاس بیٹھو گے تو وہ عمل کی طرف تمہارے دل میں رغبت پیدا کر دے گا۔ ایسے ہی مردوں کی صحبت اکسیر کا کار دیتی ہے۔

دکنز و ہدایہ فتواں یافت خدا را در صفیہ دل ہیں کہ کتابے ہا میں رست
دکنز و ہدایہ جیسی کتابوں سے خدا کو تو حاصل نہ کر سکے گا، صفیہ دل کی طرف تکیہ کر اس سے عظیم کمالات نہیں
صفیہ دل کا سبق مشائخ نظام کے علاوہ کسی مدرسے یا کتاب خانے میں مل سکتا
مشائخ اپنی نظر کریمانہ سے دل کی کیفیت ہی کو بدل دیتے ہیں جسکی وجہ سے عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے
بشرطیکہ آپ کا دل رجوع کرے۔ اگر یہ رجوع ہوتا تو مشائخ تمام دنیا کے لوگوں کے دلوں کو بدلنے میں کامیاب
ہو جاتے۔ دل کے بدلنے کیلئے اہم بات کیا ہے وہ ہماری کتاب ”اسلام اور روحانیت“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۔ تکبر کی ہلاکت میں گرفتار کرنا | حمدِ سمجھہ کی آیت ۳ میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ

عَلٰیہِمْ الْعَلٰئِکَةُ لَا تَخَافُوْا وَّ لَا تَحْزَنُوْا بے شک وہ (سعادتمند) جنہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ اس قول پر بختیگی سے قائم رہے تو ان پر فرشتے اترتے ہیں (اور انہیں کہتے ہیں) کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کرو (ایسے لوگوں کا اللہ تعالیٰ دوست بن جاتا ہے۔ جب کوئی خدا کو خدا مان کر اس پر ڈٹ جائے تو یہ اسی وقت ممکن ہو گا کہ کوئی علم حاصل کرے اور ساتھ ہی اس پر عمل بھی شروع کر دے۔ ایسی روحانی کیفیت کے چند ماہ کے گزرنے پر ہی ایسا باعمل مسلمان صاحبِ کرامت بن جاتا ہے۔ ایسے صاحبِ کرامت کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اگر کوئی بیمار ہو تو اس کے دم کرنے سے شفا حاصل ہو جائے، دعا کرے تو زیادہ سے زیادہ قبولیت ہو، ہر کام میں اللہ کی مدد شامل حال ہو جائے۔ گویا وہ اپنے ہر کام میں اپنی کرامات کو ملاحظہ کرتا ہے۔ ایسی حالت میں ابلیس بھی کرامات کو دیکھتا ہے چنانچہ اس مقام پر بھی وہ حاضر ہو کر گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ماشاء اللہ! اب تو تم بہت بڑے ولی اللہ ہو گئے ہو! اب تم اس مقام پر پہنچ گئے ہو کہ تمہارے لئے نماز سمجھا کھ گئی ہے۔ تم سے بڑا تو دودھ دُرِ بیک کوئی بزرگ نہیں ہے اب بیشک تم نماز چھوڑ دو۔ اس حالت میں اگر کوئی شخص بچس جائے تو وہ یا تو تکبر کی وجہ سے مارا جاتا ہے یا پھر گمراہ ہو کر تارکِ دین اور تارکِ شریعت ہو جاتا ہے (ابلیس نے لاکھوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا بلکہ کئی زایدوں نے تو بخبری کا دعویٰ بھی ابلیس کے اکسانے پر کر دیا۔)

تکبر کا علاج یہ ہے کہ ایسے ولی اللہ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس کی نماز اور روزہ میں اس کا اپنا تو کچھ کمال نہیں۔ یہ تو محض اللہ کا کرم ہوتا ہے کہ کوئی نماز روزے کا پابند ہو جائے۔ ایسے شخص کو سوچنا چاہیے کہ اگر عمل اللہ کی طرف سے طلب ہے تو پھر تکبر کیسا؟ ایسے صوفی یا ولی کو چاہیے کہ اپنی مشکلات پر نظر ڈالے اور یہ سوچے اگر میں کچھ ہوتا تو ہر مشکل میری مرضی کے مطابق آسان ہو جاتی مگر ایسا نہیں ہوتا۔ باقی رہا نماز کا ترک تو اسے یہ سوچنا چاہیے کہ حضرت رسول منبُول صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون افضل اور کامل ہو سکتا ہے اور جب نماز آپ کو بھی معاف نہ ہوئی تو میں کون ہوں جسے نماز معاف ہو جائے (پہلے بھی بیان کیا گیا ہے کہ شیخ عبدالقادر

جیلانی کی ۴ سال عبادت کے بعد ایک روز ان کے دل نے چاہا کہ مجھے اگر غیب سے ایک کوزہ ٹھنڈے پانی کا مل جائے تو میں سمجھوں گا کہ مجھے خاص مقام میسر ہو گیا ہے، چنانچہ دیکھا کہ بادل آئے ٹھنڈی ہوا چلی اور کوزہ بھی حاضر کر دیا گیا۔ اسنے میں آواز آئی کہ ”اے شیخ ہم تمہاری عبادت سے بہت خوش ہوئے ہیں اس لئے آج کے بعد تمہیں عبادت معاف کی جا رہی ہے۔“ آپ نے لاجول پڑھا اور فرمایا ”اِذْفَحْ يَا لَعِينُ“ اے لعنتی دور ہو جا۔ ابلیس نے کہا کہ ”اے شیخ تم اپنے علم کی وجہ سے پیچ گئے ہو ورنہ میں نے اس مقام پر بے شمار دیوں کو گمراہ کیا ہے۔“ آپ نے فرمایا کہ اے لعین میرے علم نے نہیں بلکہ مجھے اللہ کے فضل نے بچا لیا ہے۔“

پیغمبری کا دعویٰ بھی شیطان اس وقت کرتا ہے جب کسی عابد اور زاہد شخص کے سر پر کسی کامل راہبر اور راہنما کا سایہ نہ ہو۔ حضرت امداد اللہ مہاجر کی فرطت میں کہ جب تک کسی سالک کی شیخ سے بیعت نہ ہو تو اس کا دین خطرے میں رہتا ہے اور کسی وقت بھی شیطان گمراہ کر سکتا ہے خواجہ معین الدین چشتیؒ کا قول ”من کان لا شیخاً لہ فان الشیطان لہ“ یعنی جس کا کوئی پیر نہیں اس کا شیطان پیر ہوتا ہے۔“ امداد السلوک میں بھی تحریر کیا گیا ہے۔

درج بالا بیان سے واضح ہوا کہ تکبر کا پیدا ہونا ہر عامل یا عمل کیلئے اسکی کلامت کے تئیں لازمی بات ہوتی ہے اور اس سے بچنا اسی وقت ممکن ہے کہ سالک کو ان باتوں سے آگاہی ہو اور اس کے علاوہ اسکی راہنمائی کیلئے کوئی شیخ اسکی پشت پناہی کیلئے موجود ہو ورنہ گمراہی کا خطرہ موجود رہتا ہے۔

۴۔ کبر یا شرک خفی میں الجھانا شرک کے متعلق یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو خدا یا معبود تسلیم کرنا شرک جلی ہے اور

وہ عمل جس کی تکمیل میں خدا کے علاوہ کسی اور ہستی کو بھی خدا کی طرح کار فرما بھی یا جائے تو یہ شرک خفی کہلاتا ہے مثلاً یہ کہ دنیا کے اگر فلاں میری مدد کرتا تو میرا فلاں کام کبھی درست نہ ہوتا یا یہ کہ فلاں ٹیکے نے میری زندگی بچالی۔ ان مثالوں میں گو تصور عبادت نہیں لیکن خدا کے علاوہ کسی چیز اور ہستی کو کسی کام کا فاعل جزوی بھی ماننا شرک خفی ہے اصل طریقہ یہ ہے کہ یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں شخص کی وجہ سے میری مدد دی یا خدا نے فلاں ٹیکے میں میرے لئے شفا کو ظاہر کیا۔ روپے، پیسے، سونے، چاندی

کی محبت کا شرکِ خفی ہونا قرآن میں مذکور ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔
 رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ إِلَّا صُفَاةً سُوْرَهٗ اِبْرٰہِیْمُ ۝۲۵
 (الہی اس شرک کو امن والا کر دے اور مجھے اور میرے بچوں کو بچالے (اس بات سے) کہ ہم بتوں
 کی پوجا کرنے لگیں) کون نہیں جانتا کہ پیغمبر اور اس کے بچوں کا بت پرستی کرتا محال ہے مگر یہاں بت
 پرستی سے یہی سونے چاندی کی پوجا کرنا مراد ہے اور اسی شرک سے پناہ مانگی جا رہی ہے۔

درج بالا کلام کا مقصود یہ ہے کہ انسان جب علم اور عمل پر دسترس حاصل
 کر لے اور تکبر سے بھی بچ نکلے تو پھر ابلیس یہ چاہتا ہے کہ وہ شرکِ خفی میں دانستہ یا نادانستہ
 طور پر گرفتار رہے اور اس طرح سالک وصل کی آخری منزل پر نہ پہنچ سکے۔ شرکِ خفی سے بچنے کا طریقہ
 یہ ہے کہ اگر کوئی چیز مانگو تو اللہ سے امید رکھو اگرچہ اس کا ملنا کسی ولی اللہ کی دعا سے ہی کیوں
 نہ ہو۔ اس حالت میں ولی اللہ کو اس عطا کا بہانہ تصور کرو اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو ولی اللہ
 بھی دعا نہ کرتا بلکہ تمہارا ولی کی طرف رجوع کرنا بھی عمل میں نہ آتا۔ لوگوں سے مدد لینا، ولیوں سے
 دعا کروانا ہرگز شرک نہیں۔ جب اور جس کام میں اللہ تعالیٰ کو کسی معاملہ میں شامل کیا جائے تو
 ایسی بات شرک میں شامل نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی کہے ”یا شیخ عبدالقادر جیلانی خدا کیلئے مدد کریں“
 تو اس کلمے میں خدا کے نام کی شمولیت کو نظر انداز کرنا مناسب نہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام
 کے امتی کو بلقیس کا تخت لانے کیلئے کہا گیا تو جب وہ تخت حاضر کر دیا گیا تو فرمایا هٰذَا
 مِن فَضْلِ رَبِّیْ یعنی یہ میرے اللہ کے فضل سے ہوا ہے لہذا ایسی امداد شرکِ خفی میں شامل نہیں
 کی جاسکتی جس میں اللہ کو شریک کیا گیا ہو۔

یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جب شرکِ خفی بھی ذہن و عمل سے نکل جائے تو زندہ
 مومن و اصل باللہ ہو جاتا ہے اور اس وقت بندے اور خدا کے درمیان کوئی چیز مائل نہیں
 رہتی۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر مرید پر بقا و فنا اور الہام و فراست کا راستہ کھل
 جائے تو مرید اپنے شیخ کے خلاف اپنے الہام پر عمل کر سکتا ہے کیونکہ مرید اب مقام تقلید سے آگے
 نکل چکا ہے۔ اس کلام سے آپکی مراد اسی مقام وصل کے حاصل ہونے سے ہے۔

حاصل کلام | درج بالا چار طاغوتی طاقتوں کو معلوم کرنے اور ذہن نشین کرنے کے بعد اپنے

عمل کی بنیاد ان چاروں شیعیان رکاوٹوں کے انسداد پر مرکوز کر دیں یعنی علم حاصل کریں، عمل فوراً شروع کر دیں کیونکہ اس میں ذرا سی تاخیر کرنا بھی مہلک ثابت ہو سکتی ہے اور اس کے ساتھ ہی تکبر اور شرک غنی سے بچیں۔ یہ تمام باتیں کسی کامل شیخ کی مدد جلد آسانی حاصل ہو جاتی ہیں۔

نماز جاری کرنے کے لئے نہایت ضروری نکات

راقم الحروف کو چار نکات بذریعہ القادواً منج کئے گئے کہ جو ان نکات کو ذہن میں رکھے وہ نماز کی پابندی آسانی سے حاصل کر سکے گا۔ اس طریقے کو اپنایا گیا اور اب تک ان کی مدد سے بے شمار لوگ آسانی سے پابندی نماز کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ یہ تمام کتابیں ان نکات کی وضاحت کرنے کیلئے تحریر کی گئی ہیں اور اسی کتاب کی اشاعت کے ذریعے ان نکات کو عام کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے تاکہ جو درجہ حق سلمان اس سے مستفید ہو سکیں۔ کاش حکومت اگر راقم الحروف کی معمولی سی مدد کا وعدہ کرے تو چند سالوں میں پچاس فیصد پاکستانی آسانی سے نماز روزہ کے پابند ہو سکتے ہیں۔ ان دروس کے اہتمام کیلئے ایک شہر میں ایک ہال اور چند ایک ملازمین کی ضرورت ہے۔ خدا کرے کسی حکم وقت کو اس نظام کے جاری کرنے کی سعادت حاصل ہو جائے۔

کسی بڑے شہر کی ایک عمارت میں ایک ہزار کے لگ بھگ افراد ملت کو بذریعہ طریقہ کار یوں ہو گا کہ اخباری اعلان جمع کیا جائیگا اور ایک ہفتے کیلئے روزانہ پڑا گھنٹے کا

درس ہو گا۔ کورس میں شامل ہونے والوں کے ناموں کا پہلے سے ہی اندراج کیا جائیگا۔ اس وقت محمدی لوگوں میں یہ درس جدید اور سائنٹیفک علوم پر مبنی نہایت دلچسپ انداز میں دیئے جاتے ہیں جس سے سننے والوں کے قلوب حیرت انگیز طور پر اثر قبول کر لیتے ہیں اور دُشمن و ہدایت کی راہ پر چلنے کیلئے بے قرار ہو جاتے ہیں کیونکہ اس سے پہلے اسلام کو اس انداز سے ان پر بیان ہی نہیں کیا گیا۔ یہ سلسلہ پاکستان کے دیگر شہروں میں بھی رائج کیا جاسکتا ہے نیز ٹی وی پر بھی ان درسوں سے ملتا جلتا سلسلہ شروع کیا جاسکتا ہے۔ ان درسوں میں اس کتاب میں شامل کردہ بنیادی علوم کو

شامل کیا جاتا ہے۔ ان بنیادی علوم کو بیان کرنے کے بعد حسب ذیل چار نکات نماز کو جاری کرنے کیلئے بیان کئے جاتے ہیں اگر حکومت اس کام کی سرپرستی کرے تو ناچ حیران کن ثابت ہو سکتے ہیں اس کو رس کے سننے والوں کو یہ کتاب بھی مفت دی جاسکتی ہے۔

اب آپ نماز کو جاری کر نیوالے چار نکات کی تفصیل ملاحظہ کریں جسکی مدد سے انشاء اللہ ایک بے نمازی باقاعدگی سے نماز ادا کرنے لگے گا۔

۱۔ نماز کی اہمیت کو سمجھنا | ہماری تصنیف "روح نماز" کا مطالعہ کیا جائے

تو نماز کی اہمیت کا بخوبی علم ہو سکتا ہے۔ اس مطالعہ کے بعد معلوم ہو گا کہ ایک بندے کیلئے نماز سے بڑھ کر کوئی شرف نہیں اور اس سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں۔ اگر کسی کے عمل میں نماز نہیں تو اس کا نہ تو دین ہی سلامت ہے اور نہ ہی دین میں کوئی حصہ ہے۔ بے نمازی کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ احادیث کی رو سے خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے سخت ناراض ہوتے ہیں اور خدا خواستہ اگر ایسی حالت میں اسکی موت آجائے تو قبر میں جاتے ہی عذاب شروع ہو جائیگا اور قیامت کے دن اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نہایت سختی سے پیش آئیں گے۔ بے نمازیوں کی زندگیوں میں بھی نیک لوگوں کی ملامت ان کے چہروں سے ہٹالی جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کو عمر بھر بھاریاں اور مصائب گھیرے رہتے ہیں۔ دُرا غور سے دیکھیں تو بے نمازیوں اور معاشرتی گنہگاروں کے چہروں پر لعنت برسی نظر آئیگی، انکی آنکھوں میں آنکھے گناہوں کی ظلمتیں صاف نظر آئیں گی۔ ان کی جانوں اور مالوں کی حفاظت اللہ کی طرف سے ہر وقت رہنے والے اور متعین کردہ فرشتوں کے ذریعے نہیں کی جاتی۔ انکو آخرت میں خدا کا دیدار نہیں ہو گا بلکہ سخت رسوا کر کے جہنم میں دھکیل دیا جائیگا۔ یہ تمام باتیں اور خدا کی ناراضگی صرف چند غٹوں کی نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے ہر بے نمازی کو درپیش آئیگی۔ اس رسولی میں پھنسنے کی بجائے کیا یہ بہتر نہیں کہ آج ہی اس دنیا میں توبہ کر لی جائے اور نماز ادا کرنے کے ساتھ خدا کو راضی کر لیا جائے۔ غور کا مقنا ہے کہ (آدھ گھنٹہ کی) نمازوں کو ترک کرنے پر خدا کی ناراضی تو کیوں مول لیا جاتا ہے ؟

نماز کی خوبیوں اور فضائل کو جاننا نہایت ضروری امر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی بہت تاکید فرمائی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنے پر بندہ مسلمان کو شرم آنی چاہیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا

کافر مان ہے نماز کبھی ترک نہ کرو خواہ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دئے جائیں۔ جو نماز نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں ہے چنانچہ دل میں یہ خیال رکھنا چاہیے کہ دنیا کا کوئی کام خواہ پورا ہو یا نہ ہو نماز کسی حالت میں ترک نہیں کی جاسکتی اور ویسے بھی نماز کبھی دنیا کے کھد بار میں مزامم ہوتی ہی نہیں۔

۲۔ شیطان کی بات نہ سنو | نماز کی راہ میں جو بھی دلیل (رکاوٹ یا عذر کی شکل اختیار کرتے ہوئے) دل میں آئے تو سمجھ لیں کہ یہ شیطان کی آواز ہے کیا آپ یہ جانتے ہیں کہ شیطان انسان کا دشمن کیوں ہے؟ اس کی انسان دشمنی اس لئے ہے کہ انسان

کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے اسے جنت سے نکالا گیا تھا اور اب وہ اپنی اس ذلت کا بدلہ اس شکل میں لینا چاہتا ہے کہ وہ خدا کے سامنے یہ بات ثابت کر دے کہ انسانوں کی بہت بڑی اکثریت یا تو کافر ہے یا خدا کی نافرمان ہے۔ وہ یہ ثابت کرنا چاہے گا کہ جبکی خاطر اسے جنت سے نکالا گیا وہ خود اس سے بھی زیادہ قہرِ خدائی کا حقدار ہے۔ وہ یہ عذر پیش کرے گا کہ میں نے تو ایک سجدہ نہیں کیا اور یہ انسانوں کا گروہ ساری عمر نماز سے بھاگتا رہا ہے اور وہ عجب سے بھی زیادہ قہرِ خدائی کا حقدار ہے (شیطان کا بیان پہلے گزر چکا ہے، اس کا غور سے مطالعہ کریں) چنانچہ اگر خدا سی سو عجب بوجہ سے کام لیا جائے اور یہ جان لیا جائے کہ جو چیز میری نماز کی راہ میں رکاوٹ ہے وہ یقیناً شیطان کی ان کوششوں کے سلسلے میں سے ایک کڑی ہے تو اس شیطان کے دھوکوں سے نجات مل سکتی ہے۔ شیطان کے کسی عذر کو نماز کے دوران دخل انداز نہ ہونے دیں اور فوراً دل میں لا حول پڑھ کر نماز کیلئے اٹھ جانا چاہیے اور نماز پڑھنے کیلئے عذر کو آمادہ کر لینا چاہیے۔ یاد رہے کہ شیطان کے چند مخصوص عذر ہیں جو وہ نمازیوں کیلئے پیش کرتا ہے۔

نماز سے روکنے کیلئے عموماً وہ یہ خیال پیدا کرتا ہے کہ ابھی تو بہت عمر ہے چند دنوں تک نماز شروع کر دیں گے حالانکہ زندگی کے ایک لمحے یا ایک دن کا بھی یقین نہیں ہر روز حادثات میں کتنے لوگ مرتے ہیں۔ کبھی شیطان یہ عذر پیش کرتا ہے کہ آج کپڑے پلید ہیں جب صاف کر لیں گے تو پڑھیں گے یا یہ کہتا ہے کہ ابھی فرصت نہیں اور وقت کم ہے، کبھی کہتا ہے کہ اللہ غفور رحیم ہے بغیر نماز کے بھی معاف کر دیگا (حالانکہ غفور رحیم یہ نہیں کہتا) کبھی وہ کہتا ہے کہ ہمارا کام یا کاروبار ہی نماز ہے، کبھی یوں کہتا ہے کہ ان نمازیوں سے تو ہمارے کردار

بہتر ہیں اور ہم لوگ ایسے نمازیوں سے بے نمازی ہوتے ہوئے بھی بہتر ہیں جو نماز بھی پڑھتے ہیں اور دھوکہ بازی بھی کرتے ہیں۔ کبھی کہتا ہے کہ یہ لوگ تو دکھا دے کی نماز پڑھتے ہیں اس سے کیا فائدہ؟ غرضیکہ جو عذر نماز سے دوری کیلئے دل میں آئے تو سمجھ لو کہ وہ شیطانی خیال کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا لہذا اس کی بات کبھی نہ سنی جائے اور فوراً نماز کیلئے کھڑے ہو جانا چاہیے۔ ایک شخص نے راقم الحروف سے کہا کہ میں اس لئے نماز نہیں پڑھتا کہ فلاں شخص نماز بھی پڑھتا ہے اور چوری بھی ہے۔ اسے یہ جواب دیا گیا کہ بھی اس حالت میں تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم نماز پڑھو اور انکو بتاؤ کہ دیکھو میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور چوری بھی نہیں کرتا اس دلیل پر وہ نماز کو ادا کرنے کیلئے رضامند ہو گیا۔

غور کا مقام ہے کہ ہر بے نمازی شیطان کے ان دوسو سوں کو درست تسلیم کر کے شیطان کا سامتی بن جاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں جی ہمارا دفتر کا کام ہی لوگوں کی نماز سے بہتر ہے اور اگر کوئی بات کرے تو وہ بحث میں الجھ جاتا ہے حالانکہ ایسے لوگ محض شیطان کے مددگار ہوتے ہیں۔ وہ نہیں دیکھتے کہ علماء کرام کا ان باتوں کے متعلق کیا خیال ہے۔ بعض نابینا لوگ تو خود کو علماء بھی فائق اور اعلیٰ تصور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان مولویوں کو کیا معلوم۔ یاد رکھیں کہ اسلام کی ہر بات پر علماء اور فقہاء نے فتوے درج کئے ہیں ان کے علاوہ کسی اور کا اپنی رائے قائم کرنا اشد جہالت ہے۔ یہ لوگ امام ابوحنیفہؒ، امام غزالیؒ اور دیگر جید فقہاء کے مقام کو نہیں جانتے جنہوں نے ایک ایک بات کی چھان بین کر کے بعد مسائل کا حل پیش کیا ہے۔ ان مسائل میں اب بحث کی گنجائش نہیں۔

۳۔ نماز میں اختصار مد نظر رہے | مشاہدے میں آتا ہے کہ بے نمازیوں

کے دلوں میں جب کبھی کبھار نماز پڑھنے کا شوق بیدار ہوتا ہے تو وہ بڑے ذوق و شوق سے نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور نماز کے وظائف وغیرہ کو خوب طول دیتے ہیں۔ اس طوالت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دو تین دن کے بعد ہی انکے دل میں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ اتنی لمبی نمازوں کیلئے وقت نکالنا انکے لئے مشکل ہے۔ ایسے لوگ عشاء کی نماز میں لمبی لمبی سترہ رکعت ادا کرتے ہیں اور اس کے بعد وظائف اور درود شریف میں بھی کافی وقت صرف کر دیتے ہیں انکی ایسی طویل نماز ایسے نمازیوں کیلئے بوجہ بن جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ انکی ایسی نماز صرف دو چار

دن تک ہی چلتی ہے اور چند دنوں کے بعد ہی پہلے کی طرح بے نمازی بن جاتے ہیں۔

راقم الحروف کے ذہن میں یہ بات ڈال لی ہے اور غور کے بعد یہ معلوم ہوا

کہ نماز کو قطعاً ترک کر دینے سے یہ بہتر ہے کہ مختصر نماز ہی ادا کر لی جائے (یعنی فرائض، واجبات اور سنن موکدہ کو ہی ادا کر لیا جائے) ایسی مختصر نماز ادا کرنے میں بے نمازیوں کو بوجھ محسوس نہ ہوگا یعنی اگر کسی کو عشاء میں ۱۱ کی بجائے ۹ رکعت پڑھنے کو کہا جائے تو اسے اس اختصار سے بوجھ محسوس نہیں ہوگا اگرچہ اپنی جنگلی حاصل کرنے تک مسئلہ میں فرض و سنت اور ۲ و ۴ رکعت کی کفایت کی جائے) نوافل اور

سنن غیر موکدہ اگر ترک کر دیئے جائیں تو گناہ نہیں ہوتا باقی نمازیں تو ویسے ہی مختصر ہیں صرف ظہر میں دس رکعت اور عشاء میں نو رکعت والی نمازیں ہی قدرے طویل رہ جاتی ہیں مغرب میں تین فرض اور دو سنن ہی پڑھی جائیں تو کافی ہوں گی نئے نئے نمازی کیلئے ضروری ہے کہ لمبی نمازیں استقامت حاصل کرنے کے بعد پڑھیں اور نماز کو زیادہ طول نہ دیا جائے تاکہ نماز کا بار محسوس نہ ہو (مگر نماز کے ارکان کی ادائیگی میں تعجیل نہ کی جائے)

مختصر نماز پڑھنے سے دل کو یہ یاد رکھنا مقصود ہے کہ نماز تو آسان سی

بات ہے اس میں قطعاً کوئی مشکل نہیں ہے۔ تمام نمازیں چار منٹ میں اور لمبی نمازیں دس منٹ میں ادا کی جاسکتی ہیں۔ جب پانچوں نمازوں کیلئے آدھ گھنٹے سے زیادہ وقت درکار نہیں تو پھر اتنی سی بات کیلئے خدا کو کیوں ناراض کیا جائے اور جہنم کیوں مول لیا جائے۔ پکا نماز کا بن جائے تو پھر جو جی چاہے اور جس طرح چاہے لمبی نمازیں اور وظائف ادا کرے کیونکہ یہ اضافی عبادات اس کے درجات کو بلند کریں گی۔

۳۔ جو نماز رہ جائے اس کی قضا ضرور ادا کی جائے | یہ نقطہ پہلے بیان شدہ تین نکات سے زیادہ اہم

ہے اور نمازی بننے کا دار و مدار اسی بات پر منحصر ہے۔ اوپر جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں نماز کی پابندی کی سمجھت تاکید کی گئی ہے اور آخری بات یہ کہ اتنی کوششوں کے باوجود اگر کوئی نماز خدا نخواستہ جھوٹ جائے تو اسے بعد میں قضا کر کے پڑھ لیا جائے مثلاً اگر کوئی ڈاکٹر ایریشن میں ہے یا کسی کو بازار میں نماز کا موقع نہ ملا اور جھوٹ گئی تو شام کی رات کو یا دوسرے

تیسرے دن گھر پر اس نماز کی قضا پڑھ لی جائے اس طرح کرنے سے نماز کبھی نہ چھوٹے گی اسی طرح اگر (چھٹی کے دن) صبح کی نماز کیلئے آنکھ نہیں کھلی تو جب بھی کوئی لٹھے رفع حاجات کے بعد نماز ادا کر لے اور پھر ناشتے کی طرف رجوع کرے۔

کمزور ارادوں کے انسان کی عادات میں سے ایک یہ ہے کہ جب وہ نیکی کی طرف چلنے لگے تو شیطان کے دوسروں سے کہیں نہ کبھی متاثر ہونے لگتا ہے اور جب نماز کیلئے اُسکے دل میں کوئی غمزدہ پیش آئے تو نمازوں میں سے کسی ایک نماز کا ناغہ کر بیٹھتا ہے جب اُس سے ایک نماز کا ناغہ ہو جائے تو کچھ عرصے کے بعد شیطان زیادہ سے زیادہ ناشے کروانے کیلئے کوشاں ہوتا ہے اور نئے نئے نمازی کے دل میں یہ خیال پیدا کر دیتا ہے کہ کل اگر ایک نماز چھوٹ گئی تھی تو آج دو بھی چھوٹ جائیں تو کوئی بات نہیں۔ اس طرح شیطان تین چار حتیٰ کہ پانچوں نمازیں چھوڑ کیلئے آمادہ کر لیتا ہے۔ ایسا کمزور نمازی زیادہ نمازیں چھوڑنے سے بھی نہیں گھبراتا حتیٰ کہ ایک دن ایسا بھی آتا ہے کہ ایسا نمازی سب نمازیں ترک کر بیٹھتا ہے اور مکمل طور پر نمازی بن جاتا ہے۔ اس کا علاج یہ تجویز کیا گیا ہے کہ اگر کوئی نماز کسی مجبوری کے باعث رہ جائے تو جلد از جلد اسکی قضا ادا کر لی جائے۔ ایسی صورت میں بندے کو دو فائدے حاصل ہو جاتے ہیں ایک تو یہ نماز کی قضا پڑھنا جو کہ واجب ہے اس لئے وہ بندہ اس واجب کو ادا کر لیتا ہے اور دوسرا فائدہ یہ کہ اسکا دل شیطان کے قبضے میں نہیں آتا، یعنی اُسے یہ کہنے کا موقع نہیں ملتا کہ جو کل ایک یا دو نماز چھو گئے تو اب زیادہ بھی ہو جائیں تو کیا عجز ہے، قضا نماز ادا کر لینے سے شیطان کا یہ حربہ مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے، اس طرح وہ نمازوں کے ناشے کرنے پر دلیر نہیں ہوتا، دیکھو کہ جو نماز قضا ہوئی تو اُس نے قضا پڑھ لی (حقیقت یہ ہے کہ بندہ اسی وقت شیطان سے شکست کھا جاتا ہے جب وہ کسی چھوٹی ہوئی نماز کی قضا نہ ادا کرے اور یہ سمجھے کہ ایک اودھ نماز چھوڑنے میں کوئی عجز

ہیں۔ اس کے برعکس اگر نماز کا نافرمان ہو کر سے تو شیطان کامیاب ہیں ہوئے
 ۴۔ اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ چھٹا ہوئی نمازوں کی اگر تقاضا پڑھتے رہیں گے تو
 نماز میں ترک نہیں ہوا کریں گی۔ اور کچھ عرصے میں بندہ شیطان کے نرغے سے
 نکل کر پکا نمازی بن جائیگا۔

نمازوں کی ہمیشگی اور بہتری کیلئے مشورہ

درج بالا طریقے سے کوئی مسلمان

نمازی تو بن سکتا ہے مگر ابھی اُسکے لئے اس بات کا خطرہ موجود ہے کہ وہ کسی وقت
 بھی شیطان کے نرغے میں آکر تارکِ نماز بن سکتا ہے۔ مشہور ہے کہ جب کوئی
 بھڑیا اپنے ریوڑ سے الگ ہو جائے تو اسے بھڑیا ایک لیتا ہے۔ اس کا علاج
 یہ ہے کہ بھڑیوں کی طرح اپنے ریوڑ میں رہے (یعنی باجماعت نماز ادا کرے) اور
 خود کو کسی گڈڑیے (یعنی پیر کاٹل) کے سپرد کر دے۔ شیخ کی محبت میں رہنے سے
 اُس کے دل میں کیفیت جذب و شوق پیدا ہوتی رہتی ہے کہ ایک دن اُسے ایسی باتیں
 طریقے آداب سے آگاہی ہو جائے گی کہ مجمع نماز ادا کرنے کے طریقے بھی سیکھ لے
 شخص کی نماز کا چھوٹ جانا تو نقصاننا ممکن ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی نمازوں پر شوق
 غصہ، اہٹناک اور مشق و محنت کا سہارا ہوتا ہے۔ ربطِ شیخ سے سیکھنے کو جو کچھ ملتا
 ہے وہ راقم الحروف کی تصنیف اسلام اور روحانیت میں ملاحظہ کریں۔

مبادیات کے ادا کرنے کا گہرا تعلق انسان کی اپنی روحانی استطاعت اور روحانی
 مقام کے ساتھ منک ہے۔ روحانی مقام اور روحانی تربیت اور روحانی اسباقات سے ہونے
 سے بند ہوتا ہے۔ بلکہ باعثِ سالک میں روحانی بیداری اور باریکی ظہور میں آتی
 ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سلوک نے سبکوں کا راہِ بیرون راہِ طریقت کے پاس جانا ضروری
 قرار دیا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے نمازوں کا درست ادا کرنے کو بہت اہمیت دی ہے۔ فرماتے ہیں

وہ بحر جس سے لڑتا ہے شہستان و بحر ہوتا ہے بندہ مومن کا اذان سے پیدا

تیرا امام ہے حضور تیری نماز ہے سرور ایسی نماز سے گزرا ہے امام سے گذر

وہ جسے مسجد ہے لائقِ اہتمام کہ جو جس سے ہر مسجد بچے پر حرام

عجب نہیں کہ خدا تک تری رسائی ہو۔ تری نڈ سے ہے پوشیدہ آدمی کا مقام
 تری نماز میں باقی جلال ہے نہ جمال تری اذنا میں نہیں ہے میری سحر کا پیام
 خدا نصیب کرے ہند کے اماموں کو وہ سجدہ میں ہے ملت کی زندگی کا پیام!

کشتہ ایں عصر (اس زمانے کے مارے ہوئے) | آج کا نوجوان جسکی آنکھوں کو
 مغرب کی چمک نے اندھا کر دیا

ہے، دین اسلام سے اتنا دور جا پڑا ہے کہ اب اُسکا دوبارہ اس راہ پر آنا بظاہر ایک مشکل
 امر نظر آتا ہے۔ علامہؒ فرماتے ہیں اس زمانے کے مارے ہوئے بے سوز نوجوان کو کیا خبر ہے
 کہ جب نماز کیلئے ”قَامَتِ الصَّلَاةُ“ کہا جائے تو اس میں کیا قیامت پوشیدہ ہے۔ زمانہ
 تو اپنی کج روی سے باز نہیں آسکتا اور اگر یہ نوجوان اس زمانے کی فریب کاریوں سے بچنے
 کی کوشش نہ کر لیا تو ابدی محرومی کا شکار ہو جائیگا۔ علامہؒ فرماتے ہیں۔

ندانند کشتہ ایں عصر بے سوز قیامت ہا کہ در قَد قَامَتِ اوست

زمانہ اپنے حوادث چھپا نہیں سکتا ترا حجاب ہے قلب و نظر کی ناپاکی

تری سزل ہے نوائے سحر سے محرومی مقام شوق و سرور و نظر سے محرومی

دل خود را اسیر رنگ و بو کرد تہی از ذوق و شوق آرزو کرد

(لپٹ کر دل کو رنگ و بو کا اسیر کر لیا ہے اور خود کو ذوق و شوق آرزو سے خالی کر لیا ہے)

گریباں چاک دے بے فکر و فزیت غمی دانم چساں بے آرزو زلیت

(یہ لوگ چاک گریباں ہیں اور رفو کی ٹکر نہیں رکھتے میں نہیں جانتا کہ یہ بے آرزو کس طرح زندہ ہیں)

چراغے داشتیم در سینہ خویش فسر دانند دو صد سالہ کہ بگذشت

(جو چراغ ہمارے سینوں میں تھا۔ گذشتہ دو سو سالوں میں سرد ہو گیا ہے)

بوذر و سلاں کے سجدے اب کہاں؟ | علامہؒ فرماتے ہیں کہ جس مسلمان
 کا دل فرنگی رقص گاہوں،

تماشوں، فلموں اور رنگینیوں میں اٹھا ہوا ہے اُس کا دل اُس کے ہاتھوں نیلے نیکل گیا ہے
 اور اب اُن سے بوذر و سلاں جیسے سجدوں کی امید کہاں ہو سکتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس

زمانے میں اگرچہ مروجہ مغربی تہذیب کے کنارہ کش ہونا ممکن نہیں، لیکن یہ بات ضرور ہے کہ اگر ہم اپنے بچوں کو دینی تعلیمات سے آراستہ کر لیں تو خوف کی بات نہیں کیونکہ ان کا یہ دینی تعلیم کا جوہر ان کو اسلام سے انحراف کرنے سے باز رکھے گا۔

مسلمانے کہ در بند فرنگ است دلش در دست او آسان نیاید
(جو مسلمان فرنگ کی قید میں ہے، اُس کا دل اُس کے ہاتھ میں آسانی سے نہیں آتا)
زیماے کہ سودم بر در غیر سجودے بوذر و سلمان نیاید
(وہ پیشانی جو میں نے غیر کے در پر جھکائی اُس سے بوذر و سلمان جیسے سجدہ ادا نہیں کئے)
جوہر میں ہو لالہ تو کیا خوف تعلیم ہو گو فرنگیانہ !
وہ بحر ہے آدمی کہ جس کا ہر قطرہ ہے بحر بیکرانہ
حرم نہیں ہے فرنگی کرشمہ بازوئے تہ حرم میں چپا دی ہے روح بخانہ

تو گر غلامی سے سجدوں کی امید کہاں علامہ مسلمانوں پر طرز کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرتے ہیں کہ یہ قوم جو صدیوں سے تو گر غلامی رہی ہے، اب اسلامی کلمات سے کلیۃً محروم ہو چکی ہے، لہذا اب ان لوگوں میں سجدہ ریزی کی سکت نہیں رہی اور ان کے لئے صف آرائی نہایت گراں ہے کیونکہ طویل غلامی نے ان کے جسم کی رگوں کو خشک کر دیا ہے۔ ان کا کمزور جسم بارِ شریعت کے اٹھانے سے قاصر ہے۔ آپ نے یہ دلیل بھی پیش کی کہ جس طرح کسی دیرین اور غیر زرعی گاؤں سے خراج نہیں لیجاتا اسی طرح اس بیمار اور دیرین دل قوم سے نماز (کے خراج) کا مطالبہ نہ فرما۔

مجو از ما نماز پنجگانه غلامان راصف آرائی گراں است
(الہی ہم سے پنج وقتہ نماز طلب نہ فرما، غلاموں کیلئے صف آرائی ایک بوجھ ہے)
زمحکومی رگان دترن چنان شست کہ مارا شرع و آئین بار و دوش است
(محکومی کے جسم میں رگیں اس طرح خشک ہو گئی ہیں کہ ہم پر شرع اور آئین کا بوجھ اٹھانا دشوار ہے)
سجود از ما چہ می خواہی کہ شاہان خراجے از وہ دیران نیگیرند
(یا اللہ تو! ہم سے سجدہ کیا چاہتا ہے، بادشاہ لوگ تو دیران گاؤں سے خراج بھی نہیں لیتے)

علامہ فرماتے ہیں کہ جب کسی قوم کا تخیل یا اندازِ فکر ہی تباہ ہو جائے تو ان کیلئے آنیوالے اچھے مواقع بھی ضائع ہو جاتے ہیں۔

جوں شور اندیشہِ قومے خراب ناسرہ گرد بدستش سیم ناب
(جب کسی قوم کا اندازِ فکر (روش) خراب ہو جائے۔ تو اُسکے ہاتھوں پر عمدہ چاندی بھی کھوٹی ہو جاتی ہے)
علامہ اپنی قوم کے لوگوں کو آگاہ کر رہے ہیں کہ اگر اسی طرح مردہ دلوں
کی سی زندگی بسر کی تو صفحہِ ہستی سے مٹنے کا خطرہ موجود ہے چنانچہ فرمانِ الہی کے مطابق اپنی
زندگیوں کو ڈھالیں۔

جہان میں لذتِ پرواز حق نہیں لُٹکا وجود جس کا نہیں جذبِ خاک آزاد
اس قوم میں ہے شوخیِ اندیشہ خطرناک جس قوم کے افراد ہوں ہر بندے آزاد
مسلمانو! اگر اپنی ساکھ کو دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہو تو مذہب کے بندوں
سے خود کو آزاد نہ رکھو۔

دشمنانِ اسلام کی نمازیوں سے محاصمت | یہ حیران کن بات ہے کہ کچھ مغرب زدہ
اور اس تہذیب کے روشن دماغ لوگ

نمازیوں کی ذرا ذرا سی برائیوں پر نظریں جمائے رہتے ہیں۔ یہ بات مستم ہے کہ انبیاءِ کرام کے علاوہ
ہر شخص خطاؤں کا پتلا ہے لیکن کچھ لوگ نمازیوں کی معمولی سی خطاؤں کو بھی بڑھا چڑھا کر بیان
کرتے ہیں اور اپنی سخت نکتہ چینی کا ہدف بناتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی بے جا تنقید میں اس
قدر تہادز کرتے ہیں کہ جو نہی ایک نمازی سے کوئی خطا سرزد ہوئی تو وہ سب نمازیوں کو اس
خطا کے ساتھ منسوب کر دیتے ہیں۔ گویا اس طرح وہ نماز اور اسلام سے لوگوں کو متنفر کرنے
کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔ حقیقتاً نماز کے خلاف یہ ردِ عمل دشمنانِ اسلام کا شیوہ تھا جو رفتہ
رفتہ مخالفین کی حکمتِ عملی سے اب مسلمانوں میں بھی سرایت کر گیا ہے اور انکا یہ کردار مسلمانوں
کو اسلام سے دور کرنے کا آلہ کار بن چکا ہے۔ اگر ایسے لوگوں کی زندگیوں پر غور کیا جائے
تو معلوم ہوگا کہ وہ دنیا کے متوالے ہیں اور خودِ لادینیت کی زندگی بسر کرتے ہیں اور اپنی غیر
اسلامی زندگی کے عیب کو چھپانے کیلئے نیک لوگوں پر کیچڑا چھالتے ہیں۔

۔ جنہیں ہو بیچ کو جھوٹا کر دکھانا انہیں سچوں کو جھٹلانا پڑے گا
اس میں کچھ شک نہیں کہ نمازی ایسے بھی ہیں کہ جو غلط کاموں کے مرتکب
ہوتے ہیں اور علامہ نے ایسے لوگوں کیلئے فرمایا کہ ابلیس نے انکی نماز کو سجود و قیام کے ثمرات
سے بے بہرہ رکھا ہے اور ان کی نماز کو نماز کے مقام سے ہٹا دیا ہے۔

ہے ازل سے ان غریبوں کے مقدس سجود ان کی فطرت کا تقاضا ہے نماز بے قیام
یہ ہماری سنی پیہم کی کرامت ہے کہ آج صوفی و ملاطفت کے بسکد ہیں تمام

نمازیوں کی ایسی خطائیں قرآن کی آیت اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَاۃِ وَالْمُنْكَرِ بے شک
نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور گناہ سے کے مطابق ٹھیک ٹھیک نماز پڑھنے سے کچھ عرصے
کے بعد برائیاں چھوٹ بھی جاتی ہیں۔ یہاں ”فحشاء“ سے مراد شراب اور زنا وغیرہ ہے اور
”المنکر“ سے مراد منکراتِ تنزیہی اور تحریمی ہیں۔ احادیث میں ایک صحابیؓ کا ذکر آیا ہے جو نماز
میں ادا کرتا تھا اور چوری بھی کرتا تھا مگر اُن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
” اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنْهُمَا “ (یہ نماز اس کو ایک نہ ایک دن برائیوں سے روک دیگی۔)
کچھ لوگوں کے عیوب نماز کی بدولت جلد دور ہو جاتے ہیں اور کچھ لوگ دیر کے بعد اپنی
اصلاح کرتے ہیں لیکن چند اشخاص ایسے بھی ہیں جنکو انکی نماز پوری عمر میں درست نہیں کرتی
کیونکہ انکی نماز کو نماز کا مقام حاصل نہیں ہوتا۔ جو لوگ اپنی نماز ٹھیک سے ادا نہیں کرتے
ان کے متعلق ارشادِ گرامی ہے ” مَنْ لَمْ تَنْهَ صَلَاتُهُ عَنِ الْفَحْشَاۃِ وَالْمُنْكَرِ

لَمْ تَزِدْ مِنْ اللّٰهِ اِلَّا بُعْدًا وَلَمْ يَزِدْ بِهَا مِنْ اللّٰهِ
اِلَّا مَفْئَاً “ (جس آدمی کو اسکی نماز بے حیائی اور بُرے کاموں سے نہیں روکتی
وہ نماز اسے خدا سے دور کر دے گی۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا نہیں بلکہ ناراضی کا سبب
بنے گی) وہ لوگ جبکی اصلاح اُن کی ناقص نماز نہیں کر سکتی وہ تعداد میں بہت کم ہوتے ہیں
اور انکی اصلاح کا نہ ہونا اس آیتِ قرآنیہ کی صداقت پر اثر انداز نہیں ہوتا کیونکہ ایسے لوگوں نے
تو نماز ادا ہی نہیں کی۔ کچھ بے سمجھ لوگ اس بات پر بھی بحث کرتے ہیں کہ فلاں شخص نماز

مبھی ہے اور ترش کلام اور بد مزاج بھی ہے اور اسکی نماز نے اسکی ترش کلامی کو کیوں درست نہیں کیا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ کیا اسکی بد مزاجی اور ترش کلامی شریعت کی حدود سے تجاوز کرتی ہے یا نہیں؟ اگر اس کی ترشی شریعت کی حدود سے متجاوز ہے تو اس کی نمازیں ضرور کمی ہے، اسے کسوٹی پر آزمایا جائے۔

ترازو سے بنہ کردارِ خود را قیامت ہائے پیشین را بر انگیز

(اپنے کردار کے لئے ترازو کھڑا کرو اور اپنے اسلاف کی طرح انقلاب برپا کر دو) یہاں پر ایسے نکتہ چین حضرات کی خدمت میں یہ گزارش ہے کہ جب ہم کسی شخص سے ناراض ہوتے ہیں تو اس کی معمولی برائیاں بھی کھٹکنے لگتی ہیں اور معترض اس کی ہر ایسی بات پر بھی اعتراض کرنے لگتا ہے جو عام لوگوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ خطاؤں کو ڈھونڈنا کوئی بڑی بات نہیں اگر معترض کی خطاؤں کی چھان بین کی جائے تو بے شمار عیوب نظر آئیں گے لیکن جب اُنکے عیب گنوائے جائیں تو ایسے لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو نمازی نہیں مگر نمازیوں کو ایسی خطاؤں سے پاک ہونا ضروری ہے، بلو جو بیکے بے نمازیوں میں برائیوں کی شرح فیصد زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ نمازیوں کے متعلق ایسا بلند معیار کا مطالبہ کرنا جو ایک نبی سے متوقع ہے برابر زیادتی ہے۔ اچھی طرح سمجھ لیں کہ خطاؤں سے پاک صرف انبیاءِ کرام ہی ہوتے ہیں۔ اولیائے کرام اور مومنین میں خطاؤں کا ہونا بعید از قیاس نہیں۔ ہر شخص خطا کار ہو سکتا ہے مگر اسکی خطاؤں کو اچھا لانا نہایت قبیح عمل ہے۔ معترضیں نہیں جانتے کہ نیکیاں بدلیوں کو کھا جاتی ہیں (إِنَّ الْخَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ) اور اسی طرح بدیاں نیکیوں کو ضائع کر دیتی ہیں۔ کچھ لوگ کسی نمازی کو کسی برائی پر مٹھ دیکھ کر اسے اس قدر حقیر سمجھتے ہیں کہ اس کو اسلام کے درجہ صغیر تصور کرتے ہیں حالانکہ اس شخص میں دوسری دس اچھائیاں بھی موجود ہوتی ہیں جن کو معترض نے نظر انداز کر دیا ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ ایسا شخص اپنے دوسرے نیک اعمال کی بناء پر جنت کا حقدار بن جائے اور معترض اپنی لا دینیت اور بے بانکتہ چینی کی وجہ سے موردِ عتابِ الہی ٹھہرے۔ یہ بات مشاہدت میں آچکی ہے کہ بے شمار لوگوں نے نماز ادا کرنا شروع کی اور اچھی برائیاں دور ہو گئیں۔ حضرت شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں

ایک شخص نے تہجد کی نماز ادا کی اور اپنے شیخ سے کہا کہ یہ سب نئے سب لوگ کس طرح غفلت کی نیند میں سوئے ہوئے ہیں۔ آپ کے شیخ نے فرمایا کہ تم نے یہ جہد کئے ہوئے اتنی بڑی تعداد میں سوئے ہوئے لوگوں کی مذمت اور غیبت کی ہے اور اگر تم تہجد کی نماز ادا نہ کرتے تو یہ اس سے بہتر تھا کہ تم اس جملے میں ہوو آفت سے بچ جاتے حضرت باقی باللہ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی ولی اللہ سے سہواً گناہ کبیرہ صادر ہو جائے تو اسے ولایت سے معزول نہیں کر دیا جاتا (البیہ اس کے درجہ میں فرق ضرور آجاتا ہے) چنانچہ ایسی گفتگو کرنے سے پہلے ان تمام امور کا جائزہ لینا ضروری ہے۔

مولانا رومؒ نے مثنوی میں ایک یہودی کی روایت کو نقل کیا ہے کہ اسے کسی مسلمان نے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ اُس یہودی نے کہا کہ اگر اسلام وہ ہے جسے بائبل و بسمطائی نے اپنا پایا ہے تو یہ میری ہمت سے باہر ہے اور اگر اسلام وہ ہے جس کا عملی نمونہ تو ہے تو اس کے مقابلے میں مجھ جیسا گیا گذرا انسان بھی بدرجہا بہتر ہے یہی وہ بات ہے جو یہودیوں نے لوگوں کو اسلام سے بدظن کرنے کیلئے شروع کی اور آج مسلمان بھی دیکھ کر نمازیوں کی شان میں یہی بات کہتے ہیں کہ فلاں نمازی سے تو ایک کافر بہتر ہے۔ یاد رہے کہ کوئی کافر کسی مسلمان سے کسی صورت میں بہتر نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن کریم اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ کافروں کے تو نیک اعمال قبول ہی نہیں کئے جائیں گے۔ جیسا کہ فرمایا وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ (اور جو تلاش کرے گا اسلام کے بغیر کوئی دین ہرگز قبول نہ کیا جائیگا اس سے۔ آل عمران : ۸۵) اور ایک دوسری جگہ پر فرمایا مَنْ عَمِلْ عَمَلًا قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَهُ الْإِسْلَامُ فَهُوَ مِنْ قَبْلُ كَافِرٌ (جو شخص نیک عمل کرتا ہے، خواہ مرد ہو یا عورت بشریکہ وہ ایماندار ہو وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ یونس ۱۰) چنانچہ یہ کہنا بے جا ہو گا کہ فلاں نمازی سے تو فلاں کافر بہتر ہے۔

نمازیوں کے خلاف اس قسم کی نازیبا گفتگو کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ نماز کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ دائرہ کی سنت سے بھی لوگ اسی لئے انحراف کئے ہوئے ہیں کہ دائرہ کی خلاف اسی قسم کی گفتگو کی جاتی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات شریف میں اس بات کی وضاحت کہ ہے کہ اعمال کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور ایک صورت۔ حقیقت اعمال کا درجہ تو بہت بلند ہے۔ فرماتے ہیں صورت اعمال میں اگرچہ نفس امارہ کی مزاحمت، اسکی بغاوت اور کثرتی موجود ہوتی ہے مگر اس حالت میں بھی اللہ تعالیٰ

نے صورتِ عبادت کو قبول فرما کر جنت میں داخل کرنے کی خوشخبری دی ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر حقیقتِ نماز میرے نہ ہو تو صورتِ نماز کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیئے لیکن افسوس ہے کہ نکتہ چیں حضرات دشمنانِ اسلام کی طرح اپنی لاعلمی کی بناء پر ایسے نمازیوں سے بے نمازیوں کو بہتر قرار دیتے ہیں۔ بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ کسی ہو، اگر برائی دیکھے تو اُسے اچھے طریقے سے اصلاح کی راہ پر لائے۔ چہ جائے کہ مسلمانوں کی برائیوں کا دھندہ وراپٹا جائے العیاذ باللہ۔

ہماری تصنیف ”روحِ نماز“ میں نماز کے متعلقات کا

ٹھیک ٹھیک نماز ادا کرنے کا طریقہ | تفصیل بیان شامل کر دیا گیا ہے۔ اس حصہ میں نماز کی

ٹھیک ٹھیک ادا کرنے کے لئے خشوع و خضوع، ایمان و یقین، جذبہ و کیفیات، تفریح، اخلاص، حضورِ قلب، مطالب و مقامِ نماز، آدابِ نماز اور حقیقتِ نماز کے متعلق بہت سی دلچسپ اور معارف سے لبریز معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں جس کا مطالعہ نماز کے ذوق و شوق کو بڑھانے میں بہت مددگار ثابت ہو گا۔ اس کے مطالعہ سے استفادہ اسی صورت میں ممکن ہو گا کہ اگر نماز کی درستی کا نصب العین ذہن میں رکھا جائے اور ان تمام باتوں پر عمل کرنے کا مصمم ارادہ ہو۔ ان تفصیل کے مطالعہ کے علاوہ کسی عارف اور مردِ کامل کے ساتھ گاہے گاہے گفتگو بہت اعلیٰ نتائج کی حامل ہوتی ہے۔

درج بالا مضامین کی تفصیل کا یہاں دہرانا یا خلاصہ بیان کرنا بھی طوالت کا سبب

ہو گا البتہ چند ایک نکات قارئین کیلئے پیش کئے جا رہے ہیں جو انکی نماز کی درستگی کی ضمانت دے سکتے ہیں

(۱) **امتحانِ خویش** | مذکورہ بالا نماز کی کتاب ”روحِ نماز“ میں علامہ اقبالؒ کے حوالے سے بیان کیا گیا

ہے کہ نمازی کیلئے اپنا محاسبہ کرنا ضروری ہے اُسکو چاہیئے کہ معلوم کرے

کہ اسکی نماز سے مطلوبہ مقاصد پیدا ہو رہے ہیں یا نہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ خود اپنی نظروں سے خود کا

امتحان کیا جائے اور دیکھا جائے کہ کون سی برائیاں اب تک اس کی طبیعت میں موجود ہیں اور کون سی

برائیوں کو ترک کیا جا چکا ہے۔ اپنے متعلق تعصب نہ کرے۔ عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ ہر شخص کو اپنی برائیاں

نظر نہیں آتیں اور انسان نظرِ نا جھگڑا پیدا کیا گیا ہے۔ اگر کوئی جان بوجھ کر دوسروں کو غلط اور خود کو صحیح تصور

کرتے تو ایسے شخص کی اصلاح ممکن نہیں۔ اپنا امتحان کر لینے کے بعد ہر نمازی کیلئے ضروری ہے کہ خود کو دوسروں

کی نظر سے دیکھے اور آخر میں خود کو اللہ کی نظر سے بھی دیکھے کہ خدا کے ہاں میرا کیا مقام ہے۔ جہاں کسی ہو اُس کی

کو پر کیا جانے جو شخص تینوں امتحانوں سے گزر گیا تو سمجھ لے کہ معاملہ درست ہو گیا ہے ورنہ اصلاح کی فکر کرے۔

۲۔ نماز کے آداب کا لحاظ نماز کے باطنی آداب اور ظاہری آداب کو ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے اسکی تفصیل کیلئے مذکورہ بالا نماز کی کتاب کا مطالعہ فرمائیے۔

۳۔ حقوق العباد اور معاملات کی درستی نماز معاملات کی اصلاح کرتی ہے محض نماز کو ادا کرنے سے متعلق دین کے ایک حصے کی تکمیل ہوتی ہے (اور

بھی اس حالت میں کہ اگر یہ نماز اپنے تعامیلات کو پورا کرتی ہو لیکن نماز کی ادا کرنے سے علاوہ انسان کا دوسرے لوگوں مثلاً ماں باپ، رشتے دار، پڑوسی اور دیگر متعلقین سے معاملات کا درست ہونا بھی اسلام کی ضروریات میں سے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کی صفائی کے متعلق لوگوں کے ایک گروہ میں سے ایک کو یہ طلب کیا تو صرف ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا کہ وہ اُس کو جانتا ہے کہ یہ نیک آدمی ہے کیونکہ وہ اُسکے ساتھ مسجد میں نماز ادا کرتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا اور کیا تم کبھی اسکی ہمسائیگی میں رہے ہو یا کبھی اس کے ساتھ معاملات کئے ہیں تو اُس نے نفی میں جواب دیا۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ تمہاری گواہی قابل قبول نہیں کیونکہ تم اسکی صرف ایک بات کو جانتے ہو کہ یہ نمازی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ دوسرے لوگوں کے ساتھ معاملات کا ٹھیک ہونا مسلمان کی نماز کے معیاری ہونے کا ثبوت ہے گویا کہ اگر کسی کی عملی زندگی درست ہے تو یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ اسکی نماز بھی درست ہوگی۔

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ کسی جگہ انسان کی فطرت اور اس کے غائی ہونے کی گفتگو ہو رہی تھی اور میں خاموشی کے ساتھ اسے سناتا رہا اور پھر عرض کیا کہ زندہ شخص وہ ہے کہ جب مسجد کے کونے تو کائنات لرز اٹتی ہے کیونکہ وہ جب خدا کو معبود حقیقی تسلیم کرنے کے بعد سر کو جھکاتا ہے تو اُس کے سر کا جھکنا ایسی معنی خیز چیز ہے (وہ کسی غیر کے آگے سرنگوں نہیں ہوتا) اس سے ظاہر ہوا کہ انسان کے اعمال اسکی نماز کی کسوٹی کا کام دیتے ہیں۔

سبحن ما رقت از بود و نہ بود من از بخت لب خود کم کشودم
(انسان کے غائی ہونے کی بہت گنجگوئی، لیکن میں نے شرمندگی کے باعث کم ہی بے نشانی کی)

سجود زندہ مرداں می شناسی عیار کار من گیر از سجودم

(زندہ انسانوں کے سجود کو تم پہنچانتے ہو، میرے کاموں کو میرے سجدوں کی کسوٹی تصور کرو)

۴۔ ناموس اسلام کا پاس رکھنا ہر مسلمان کو اس بات کا احساس ہونا چاہیئے کہ وہ جہاں

بھی جائے اسلام کا ایک نمونہ تصور کیا جاتا ہے پکی ہوئی دیگ کا ایک چاول دیکھنے سے پوری دیگ کی کیفیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ مختلف جگہوں اور مقامات پر جانے والے مسلمان اگر کوئی معیوب حرکت کریں تو یہ پورے ملک کی بدنامی کا باعث بنتا ہے۔ مسلم ممالک میں بھی دوسرے ملکوں کے لوگ ان کے کردار کا معائنہ کرتے ہیں اور ان کی کمائیوں کو اپنے ملکوں میں لے جا کر سناٹے میں اور رفتہ رفتہ تجارتی، فنی اور علمی ماحول میں مسلمانوں کی ساکھ خراب ہو جاتی ہے۔ اسی طرح نازیوں کو بھی محتاط ہونے کی ضرورت ہے کیونکہ جب کبھی کسی نازی سے کوئی حرکت سرزد ہو جائے تو یہ تمام نازیوں کی بدنامی کا باعث بن جاتی ہے لہذا مسلمان کا شیوہ ہے کہ جب بھی وعدہ کرے تو اس کو پورا کرے، وقت مقرر کرے تو اس کا پابند رہے، جھوٹ نہ بولے (کیونکہ جھوٹ تو ہلاک کر دیتا ہے اور سچ سے ہاتھ خراب بات ملتی ہے) حرام کمائی سے پرہیز کرے (کیونکہ رزق تو وہی ملے گا جو مقدر میں ہے اگر کچھ ممبر سے کالیں تو وہی حرام رزق حلال کی صورت میں ملے گا) لوگوں سے ترش اور تلخ کلامی نہ کرے (اگر کوئی جھگڑا ہو تو پیار و محبت اور خاموشی سے حل کرے، جوش میں آنے سے تو نقصان ہی ہوتا ہے) اور بد خوئی اور بد لحاظ رویہ سے اجتناب کرے (کیونکہ بد خوئی کی عادت اخلاقِ حسنہ سے دور لے جاتی ہے)

یہ امر مسلم ہے کہ معاملات کو سوچ سمجھ، مبر و سکون اور مدبرانہ انداز میں سلجھانے کی کوشش کی جائے تو بڑے سے بڑا مسئلہ بھی بغیر کسی تکلیف کے حل ہو جاتا ہے دینہ غفہ، ندامتگی اور شدت اختیار کرنے سے نفرت اور دشمنی کو جنم ملتا ہے اور اس قسم کے غیر متوازن لوگوں کی عوا میں برائیاں بیان کی جلتی ہیں۔ مروت اور حسنِ اخلاق ایسی چیزیں ہیں کہ شراب خالوں کے ریموں میں جب اس قسم کی معاملہ فہمی پیدا ہو جاتی ہے تو اس کے نتیجے کے طور پر خلائق میں انکی خوبیوں کے چرچے ہونے لگتے ہیں۔ اور لوگ ان کا خلک ملاؤں سے زیادہ احترام کرتے ہیں بقول علامہ اقبالؒ

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مروتِ خلق

۵۔ اخوت کی پاسبانی | اخوت مسلمانوں کی اہم ضروریات میں سے ہے۔ اپنے اخلاق سے یہ ثابت کیا جائے کہ پورے عالم کے مسلمان

صرف رشتہ اسلام سے پیوستہ ہیں۔ قومی، صوبائی، ملکی اور مذہبی تعصب کو ہر مسلمان کے دل سے مٹا دینا چاہیے تاکہ بین المسلمین عناد کے بیج جو دشمنانِ اسلام نے بوئے تھے رفتہ رفتہ نابود ہو جائیں

اور مسلمان پوری دنیا میں قرونِ اولیٰ کی طرح ایک جماعت کی شکل میں نظر آئیں۔ اُمتِ مسلمہ کو جس قدر نقصان
 قومی تعصب سے پہنچا ہے وہ شاید ہی کسی اور بُرائی سے پہنچا ہو۔ ایک مسلمان اُسی وقت صحیح نماز کی
 تسلیم کیا جاسکتا ہے جب اُس کی زبان اور ہاتھ سے سب مسلمان محفوظ رہیں (اَلْمُسْلِمُ
 مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَ يَدِهِ) اس سلسلے میں چند احادیثِ نبویہ کا خلاصہ
 ملاحظہ فرمائیں۔

”مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہوتے ہیں۔ مسلمان کی مثال ایک جسم کی طرح ہے
 کہ جب کسی حصہ میں درد ہو تو تمام جسم کے حصے شب بھر جاگنے اور درد سہنے میں اس کا ساتھ دیتے ہیں“
 فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ بخدا وہ شخص مومن نہیں جس کا ہمسایہ اس کے شر
 سے محفوظ نہیں۔ مومن تو آپس میں رحیم اور کریم ہوتے ہیں، مومن ایک ریوار کی طرح ہوتا ہے جس
 کا ایک حصہ دوسرے کے ساتھ مل کر قوت پڑتا ہے، بخدا تم اُس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتے جب
 تک تم اپنے بھائی کیلئے بھی وہی کچھ پسند نہ کرنے لگو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے خطبہِ حج میں فرمایا کہ تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر آج کے دن (یومِ حج)
 اس پہننے (ذی الحج) اور اس مقام (مکہ) کی طرح تم پر حرام ہیں مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہوتے ہیں۔

پابندیِ صوم

پابندیِ صلوٰۃ کا ذکر زیادہ تفصیل کے ساتھ کیا جا چکا ہے کیونکہ یہ اسلام کا اہم ترین رکن
 ہے۔ نماز کی پابندی کر لینے کے بعد باقی تمام عبادتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اسلام
 کے چوتھے رکن جس کی افادیت اور اہمیت کا ذکر اگرچہ بہت طوالت طلب ہے مگر یہاں

تنگی قرطاس کی وجہ سے صوم کے چند روشن پہلوؤں کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جائے گا تاکہ قارئین کو کم وقت میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل ہو سکیں۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے -
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ - (اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں)

صیام کے معنی: صیام جمع ہے صوم کی تفسیر ضیاء القرآن میں ہے کہ

صوم کے معنی الاصالۃ عما تنزع الیہ النفس کے ہیں یعنی اس چیز سے باز رہنا جس کی طرف نفس کشش کرتا ہو۔ شریعت میں صوم یہ ہے کہ انسان عبادت کی نیت سے صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور عمل زوجیت سے رکا رہے۔

۲- امام راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ الصَّوْمُ کے اصلی معنی کسی کام سے رک جانا اور

باز رہنے کے ہیں خواہ اس کا تعلق کھانے پینے، یا چلنے پھرنے اور گفتگو کرنے سے ہی کیوں نہ ہو چنانچہ اگر گھوڑا چلنے سے رک جائے یا چارہ نہ کھائے تو اسے بھی ضائع ہو جاتا ہے۔ اپنے تھان پر کھڑے ہوئے گھوڑے جو میدان جنگ میں نہ جاسکیں انہیں بھی فِیْضٌ ضائع ہو جاتا ہے۔ اگر عمارت جائے تو عَصَامَتُ الرِّجْلِ ٹھیک کہا جاتا ہے، خاموش رہنے کو بھی اَصْمَتٌ کہا جاتا ہے۔ جیسے
فَوَلَّى الْاِثْنَيْنِ فَلَا فَلَاحَ لَکُمَا خَمْنٌ صَوْمًا - اَصْمَتٌ امر کا صیغہ ہے جس کا مطلب ہے کہ خاموش رہو، دوپہر کے وقت جب آفتاب وسط آسمان پر ٹھہر جاتا ہے تو کہا جاتا ہے - قَامَ الشَّمْسُ ،
(دن ٹھہر گیا)۔

ماہ رمضان اور رمضان کا مہینہ بڑا مبارک مہینہ

ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی رحمتوں، برکتوں، بخششوں اور سعادتوں کا حال ہے۔ جس طرح دلوں میں جنت المبارک کا دن افضل ہے اسی طرح سال کے مہینوں میں یہ مہینہ افضل ہے۔ بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے اعتبار سے ربیع الاول کو افضل ترین مہینہ شمار کرتے ہیں ماہ رمضان کو مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کو ماہِ صبر بھی کہتے ہیں کہ اس میں خواہشات اور لذات سے رکا ہے۔ اس مہینے کو ماہِ مواسات بھی کہا جاتا ہے۔ مواسات کے معنی بھلائی کرنا ہے۔ چونکہ اس مہینے میں مسلمانوں سے اور اہل قرابت سے بھلائی کرنا زیادہ ثواب ہے اس لئے اسے ماہِ مواسات کہتے ہیں۔ اس مہینے کو ماہِ وسعت رزق بھی کہا

جاتا ہے کیونکہ اس میں رزق کی فراوانی کر دی جاتی ہے اور غرباء بھی نعمتیں کھاتے ہیں۔

رمضان کی وجہ تسمیہ

لغت اور رمضان کا لفظ رَمَضٌ سے مشتق ہے جس کے معنی سونچ کی سخت تپش کے ہیں۔ رمضان کے متعلق فقہاء کے نظریات کو حسب ذیل الفاظ میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

(۱) رَمَضًا : موسم خریف کی بارش کو کہتے ہیں جس سے زمیں دھل جاتی ہے اور کھیتی بڑی بھری رہتی ہے۔ چونکہ رمضان بدن سے گناہ بائسل و موثرات ہے اور دل کو پاک کر دیتا ہے، جیسے بارش سے چیزیں دھل کر پاک ہو جاتی ہیں اس لئے اس کو رمضان کہا گیا ہے۔

(۲) رَمَضٌ : اس کے معنی گرمی یا جلنا ہے۔ چونکہ مسلمان ٹھوکر، پیاس اور تپش برداشت کرتے ہیں جو گناہوں کو جلا ڈالتے ہیں اس لئے اس ماہ کو رمضان کہا گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چونکہ پہلا رمضان سخت گرمیوں میں آیا اس لئے اسے رمضان کہا گیا۔

بعض نے فرمایا کہ مہینوں کا نام موسم کے اعتبار سے رکھا جاتا ہے چنانچہ جو مہینہ گرمی میں تھا اسے رمضان کہہ دیا گیا اور موسم بہار والے کو ربیع الاول اور سردی والے کو جمادی الاول کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ اس ماہ میں نصیحت اور آخرت کی فکر کی گرمی سے دل اس طرح متاثر ہوتا ہے جیسے ریت اور تپتہ گرمی سے متاثر ہونے میں اس لئے اس کا نام رمضان ہوا۔

(۳) رمضان اللہ کا نام ہے : علما کا خیال ہے کہ رحمان کی طرح رمضان بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ اسی لئے حدیث پاک میں ہے کہ یہ نہ کہو کہ رمضان آیا ہے بلکہ یہ کہو کہ ماہ رمضان آیا ہے (اللہ کا مہینہ) چونکہ اس مہینے میں رات دن اللہ کی عبادت ہوتی ہے اسی لئے اس کو اللہ کا مہینہ کہا جاتا ہے۔ مآقی مہینوں میں بھی تمام عبادات اگرچہ اللہ کے لئے ہی ہوتی ہیں لیکن روزے کی حالت میں نوکری، کاروبار تجارت اور ہر فعل ہر وقت اللہ ہی کے کام میں شمار کئے جاتے ہیں اس لئے اسے ماہ رمضان کہا گیا ہے۔

شہر کی وجہ تسمیہ : شہر کے معنی ہیں ظاہر ہونا چنانچہ شہرت، مشہور اور اشتہار اسی سے نئے ہیں۔ چونکہ رمضان کا چاند دیکھتے ہی اس

مہینے کی شہرت دور دور تک ہو جاتی ہے اسی لئے اسے شہر رمضان کہا جاتا ہے۔ غالباً بڑی بستیوں کو فارسی میں شہر اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ دیہاتوں میں مشہور ہوتی ہیں۔

عظمتِ رمضان :- حضرت سلمان فارسیؓ نے روایت کی ہے کہ شعبان کے آخری دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا: اے لوگو! ایک عظیم المرتبت اور برکتوں والا مہینہ سایہ نگین ہو رہا ہے جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار راتوں سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں روزے فرض کئے ہیں اور اس مہینے کی راتوں میں عبادت کو افضل قرار دیا ہے۔ اس مہینے میں جس شخص نے ایک نیکی کی یا ایک فرض ادا کیا اس کا اجر اس شخص کی طرح ہوگا جس نے دوسرے مہینے میں سترہ فرض ادا کیے۔

ابو سعید خدریؓ سے منقول ہے کہ جو بندہ رمضان کی راتوں کو نمازیں پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک سجدے کے عوض ایک ہزار سات سو نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے لئے جنت میں سرخ یا قوت کا مکان تعمیر فرماتا ہے۔

رمضان میں پانچ حروف ہیں ”ر“ سے مراد رحمت الہی، ”م“ سے مراد محبت الہی، ”ض“ سے مراد ضمان الہی (ضمانت ہونا)، ”ل“ سے ایمان الہی اور ”ن“ سے مراد نور الہی۔ رمضان میں عبادتیں بھی پانچ ہیں یعنی روزہ، تراویح، تلاوت قرآن، اعتکاف اور شب قدر۔

قرآن میں ماہِ رمضان کے احکامات :- روزوں کی فرضیت اور ماہِ رمضان

میں قرآن کے نازل ہونے کا ذکر سورۃ البقرہ میں کیا گیا ہے۔ اس سورہ کی درج ذیل آیات میں ماہِ رمضان کی اہمیت اور سفر و بیماری میں روزے کی شرعی حیثیت کو بھی یوں بیان کیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ ۖ سِوَا مَنْ أَمَرَ بِفَضْلِ الْفَرَسِ ۚ
 كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۚ
 تَتَّقُونَهُ إِنَّا مَّا مَعَدُّوهُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ يَوْمٍ فَتَنَ يَوْمَ
 آيَاتِهِ ۚ الْيَوْمَ عَلَى الَّذِينَ يُحِبُّونَهُ ۚ وَنَمِطُ ۚ
 طَعَامُ مَنْ سَكِنَ ۚ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَدَيْنَا ۚ رَكْعَتَانِ ۚ
 وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ ۚ أَدْرَكْتُمْ ۚ أَنْ كُنْتُمْ ۚ
 تَعْلَمُونَ ۚ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ ۚ أَدْرَجْتُ خَيْرًا ۚ
 الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى ۚ سِوَا مَنْ أَمَرَ بِفَضْلِ الْفَرَسِ ۚ
 وَالْفَرَقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ ۚ أَدْرَجْتُ خَيْرًا ۚ
 فَلْيَصُومُوهُ ۚ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ يَوْمٍ فَتَنَ يَوْمَ
 سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ آيَاتِهِ ۚ الْيَوْمَ عَلَى الَّذِينَ يُحِبُّونَهُ ۚ
 بِكُمُ الْيَتْرُوكُ ۚ الْيَوْمَ عَلَى الَّذِينَ يُحِبُّونَهُ ۚ
 الْعِدَّةُ وَلِيُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ
 تَشْكُرُونَ ۚ (البقرة - ۱۸۵-۱۸۳)

رکھ لے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تمہارے لیے سہولت
 اور نہیں چاہتا تمہارے لیے دشواری اور اچھا
 ہے کہ تم گنتی پوری کر لیا کرو۔ اور اللہ کی بڑائی بیان کیا
 کرو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور تم شکر
 گزاری کیا کرو۔

سابقہ امتوں کے روزے | تفسیر نبوی میں ہے کہ حضرت نوح ہمیشہ

روزے رکھتے تھے اور آپ کی امت ہر ماہ میں تین روزے رکھتی تھی داؤد علیہ السلام ایک روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ موسیٰؑ نے کوہ طور پر چالیس دن روزے رکھے۔ قریش مکہ زمانہ کفر میں دس محرم کا روزہ رکھتے تھے کیونکہ اُس دن وہ خانہ کعبہ کا غلاف چڑھاتے تھے۔ تاریخ میں یوں بھی ہے کہ بدھ اور جین کے مذاہب نے بھی ترکِ لذات کے لئے فادہ کشی کی۔ بدھ مذہب میں یہ ترکِ طعام وہ ۵ سال قبل مسیح سے رائج ہوا۔ ایک دور الیسا بھی آیا کہ کچھ جاہل اور قاہر لوگوں نے یا سرواروں نے ترکِ طعام کو منرا کے طور پر اختیار کیا اور جن لوگوں کو منرا دی جاتی اُن کو پنجروں میں بند کر دیا جاتا۔

حضرت آدمؑ جب زمین پر آئے تو اُن پر آیا بیض کے روزے چاند کی تیرہویں چودھویں اور پندرھویں، نافذ کئے گئے۔ کہتے ہیں کہ آدمؑ جب جنت سے اُتائے گئے تو اُن کا جسم تمازتِ آفتاب سے سیاہ پڑ گیا۔ جبرائیلؑ نے پوچھا کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا جسم سفید ہو جائے تو آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر آپ کو تین دن روزے رکھنے کا حکم دیا گیا۔ پہلا روزہ رکھنے سے تہائی جسم سفید ہو گیا دوسرے سے دو تہائی اور تیسرے سے مکمل جسم سفید ہو گیا (غنیۃ الطالبین) اسلام میں روزہ کی ابتداء | اسلام میں روزہ نبوت کے پندرھویں

سال دس شوال سلسلہ میں فرض ہوا (خزائین العرفان، درمختار و خازن) اولاً صرف عاشورے کا روزہ فرض ہوا شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ بعد میں چاند کی تیرہویں چودھویں اور پندرھویں کے روزے فرض ہوئے اور پھر جنگِ بدر سے ایک ماہ اور چند دن قبل پورے ماہ رمضان میں روزے رکھنے کا حکم ہوا لیکن اس بات کا اختیار دیا گیا کہ اگر چاہے تو روزہ رکھیں ورنہ آدھا ساغ فدیہ ہی ادا کر دیا جائے۔ پھر یہ اختیار منسوخ ہو گیا اور ۲ ہجری میں روزے رکھنا لازم قرار دیئے گئے۔

اس حالت میں بھی رات کو سونے کے بعد کھانے پینے کی ممانعت ممتی حضرت صرمہؓ کا واقع پیش آنے پر صبح تک کھانے کا اختیار دیا گیا مگر جماع پھر بھی حرام رہا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقع پیش آنے پر ماہ رمضان کی راتوں میں حلال کر دیا گیا۔

اسلام کے پانچ ارکان کی ترتیب یوں ہوئی کہ اول کلمہ پڑھنا فرض ہوا۔ پھر نماز، پھر زکوٰۃ، پھر روزے، اور پھر حج۔ (روح البیان)۔ غار کے ہر وقت میں دو رکعتی فرض تھیں، بعد ازاں سفر میں دو اور اقامت (حضر) میں چار یا تین کر دی گئیں۔

روزے کی غایت تقویٰ ہے اور سورۃ البقرہ کی آیت ۱۸۳ میں،

میاہ رمضان کی فرضیت کے بعد روزے کی حکمت یوں بیان فرمائی گئی ہے کہ اس سے تم متقی بن جاؤ گے فقہاء کا قول ہے کہ روزے کی عبادت اختیار کرنے کے بغیر تقویٰ کا حصول ممکن ہی نہیں اس آیت کا منشا یہ ہے کہ چونکہ روزے کی عبادت سے انسان میں، نفس کی قوت دب جاتی ہے اور گناہوں کی طرف رغبت بھی کم ہو جاتی ہے اس لئے جہنم کی آگ سے بچ جاتا ہے لہذا ان حالات میں اس کو پرہیزگاری حاصل ہو جائے گی۔ یہاں مناسب ہو گا کہ تقویٰ کی کچھ وضاحت کر دی جائے۔

التَّقْوٰی اس کے اصل معنی نفس کو ہر اس چیز سے بچانے کے ہیں

جس سے گزند پہنچنے کا اندیشہ ہو مگر کبھی کبھی تقویٰ اور خوف ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں نفس کو ہر اس چیز سے بچانے کا نام تقویٰ ہے جو گناہ کا موجب ہو اور یہ بات ممنوعات شرعیہ کے ترک کرنے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ مگر اس میں درجہ کمال حاصل کرنے کے لئے مباحات کو بھی ترک کرنا پڑتا ہے (یعنی ان باتوں کا ترک جن کا کرنا شریعت کی رو سے ممنوع نہیں اور نہ ہی ان کے کرنے سے کوئی ثواب ملتا ہے) یوں تو مشتبہ، چیزوں کا ترک کرنا امانت میں شامل ہے لیکن ورع کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں

بھی ترک کروایا جائے۔ تقویٰ کے بہت سے مدارج ہیں۔

ماہ رمضان میں حلال اور مباح چیزوں کا استعمال بند کرنے سے مراد یہ ہے کہ ویسے تو عام وقتوں میں بھی ایک مسلمان کو کارِ حرام اور مکروہات سے حد درجہ پرہیز لازمی ہے لیکن اس مہینے میں مباحات کو ترک کرنے سے اس کی روحانی کیفیات اعلیٰ معیار تک پہنچ جائیں اور دائمی تقویٰ کی صورت پیدا ہو جائے۔ اس میں ایک لطف بات یہ ہے کہ ماحوراتِ اسلام کے مطابق حرام کا ترک تو لازم اور واجب ہے لہذا حرام کے ترک میں کوئی تقویٰ نہیں ہے البتہ تقویٰ تو رمضان کے مطلوبہ ترک مباحات سے ہی پیدا ہو سکتی ہے۔ روزے میں تقویٰ اس لئے بھی پیدا ہوتا ہے کہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ اس میں دکھاوا نہیں حتیٰ کہ فرشتے کو بھی اس کا علم نہیں ہوتا۔ روزہ تو بندہ اور خدا کے درمیان ایک مخفی راز ہے۔ صوفیہ کا قول ہے کہ اولیائے کرام کی صحبت سے بھی تقویٰ حاصل ہوتا ہے کیونکہ اس میں ایسے عجیب احوال اور راز منکشف ہوتے ہیں جو تقویٰ کے حصول کا باعث بنتے ہیں صوفیاء کرام تقویٰ کی مثال اس طرح دیتے ہیں کہ جیسے کوئی شخص خاردار جھاڑیوں میں گزرتے گئے تو اپنے کپڑوں کو سمیٹتا ہوا نکل جاتا ہے۔ اسی طرح اس دنیا کے چمن زار میں سے اس کی رنگینوں، برائیوں اور مکروہات کے کانٹوں سے بچ کر نکل جانا بھی تقویٰ میں شامل ہوگا۔

روزے کی سخت ریاضتوں کا کٹھن روزے کی ریاضتوں کا مقصد یہ ہے کہ تم ستمی بن جاؤ۔ اس سے مراد محض خورد و نوش وغیرہ سے پرہیز نہیں بلکہ نفس کی اصلاح اور اخلاقی ردیلہ کا دور کرنا ہے زندگی کی تمام آسائشوں اور ماکولات اور شہوات کی موجودگی میں روزے دار ان سے محفوظ نہیں ہو سکتا۔ روزے دار سب سے چھپ کر غسل خانے میں جا کر پانی بھی پی سکتا ہے اور اگر وہ نہ پیئے تو وہ محض اپنے رب کے حکم کی پابندی کرتا ہے۔ روزہ ایک ایسی عبادت ہے کہ اس کی حقیقت کا اظہار کسی اور پر نہیں ہو سکتا۔ اور انسان کی اس عبادت کو فقط روزے

دار اور اس کا رب ہی جانتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلصَّوْمُ لِيْ وَ اَنَا جَزِيْ
رُہم روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ ایک دوسری حدیث میں
ہے کہ میں نے اپنے روزے دار بندے کے لئے ایسا اجر متعین کر رکھا ہے جس کو کوئی
نہیں جانتا۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ
لَهُمْ مِّنْ قُرَّةٍ أَعْيُنٌ حَسْبَ آءٍ
بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

پس کوئی شخص نہیں جانتا جو نفیس چھپا کر رکھی گئی ہیں
ان کے لئے جن سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ یہ حد
ہے ان اعمالِ حسنہ کا جو وہ کیا کرتے تھے۔

آخری نعمتوں کے علاوہ روزے دار کو اس جہاں میں بھی بہت سے انعامات سے
سرفراز کیا جاتا ہے جن کا ذکر آئندہ صفحات پر کیا جا رہا ہے۔ غور کا مقام ہے کہ جب
ماہِ رمضان میں حلال چیزوں سے روکا جاتا ہے تو پھر روزے دار حرام چیزوں (چوری
رشوت، بددیانتی، زنا وغیرہ) کے نزدیک کیسے بے شک سکے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس
ماہِ مبارک میں اس قدر تقویٰ اور پرہیزگاری کی تلقین کی جاتی ہے کہ روزے دار
باقی ماندہ گیارہ مہینوں میں بھی اللہ سے ڈرتا رہے اور بُرائی کے نزدیک نہ جائے۔
جو لوگ روزہ تو رکھ لیتے ہیں مگر غیبت، نظر بازی، چوری وغیرہ سے باز نہیں رہتے
تو ان کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ۔

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَ
اَتَعْمَلَ بِهِ فَلَيْسَ بِلَاہِ حَاجَةٍ لِّيْ
اَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَ شَرَابَهُ

جو شخص روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا اور
اس پر عمل کرنا نہیں چھوڑتا اور اگر اس نے
کھانا پینا ترک کر دیا ہے تو اللہ کے قریب

(بخاری۔ بروایت ابوہریرہؓ) اس کی کوئی قدر نہیں

وہ رحمتیں جو فقط ماہِ رمضان کا خاصہ ہیں | ماہِ رمضان سراپا،

رحمتوں کا خزینہ ہے۔ رمضان کا چاند نکلنے ہی رحمتوں کے نزول کا شروع ہو جانا اہل
بصیرت سے پوشیدہ نہیں۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے

ماہ رمضان کے روزے فرض کئے اور اس کی رات میں قیام کرنا تطوع یعنی نفل قرار دیا۔۔۔۔۔ آپ نے فرمایا کہ اس مہینے میں رزق بڑھایا جاتا ہے۔ جو اس میں روزے دار کو افطار کراتے تو اسے گناہوں کے لئے مغفرت ہے اور اس کی گردن دوزخ سے آزاد کی جائے گی۔ اس مہینے میں افطار کرانے والے کو اتنا ہی ثواب ملے گا جیسا کہ روزہ رکھنے والے کو ملتا ہے بغیر اس کے کہ اس کے ثواب میں کوئی کمی واقع ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ اس مہینے کا ابتدائی حصہ رحمت اس کا درمیانی حصہ مغفرت اور اس کا آخری حصہ جہنم سے آزادی ہے۔ اس مہینے میں نازل ہونے والی چند برکات کا ذکر نیچے کیا جا رہا ہے۔

۱۔ نزولِ قرآن اور سورہ بقرہ کی آیت ۱۸۵ میں ارشاد باری تعالیٰ

ہے کہ رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے کہ جس میں قرآن نازل کیا گیا، گو یا رمضان کی جملہ فضیلتوں میں سے جو الگ الگ بیان ہوئیں ہیں یہ بھی ہے کہ اس میں قرآن کا نزول وقوع پذیر ہوا۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ماہ رمضان کو عبادات کے لئے، اس لئے مخصوص کیا گیا کہ اس میں قرآن کا نزول شروع ہوا اور قرآن بھی وہ جو صَدِّیِّ تَلِّیَّاس ہے یعنی۔ جمیع بنی نوع انسان کے لئے ہدایت ہے اور ان کے لئے ہادی و مرشد کا کام دیتا ہے اس قرآن میں وہ احکام ہیں جن سے حق اور باطل کھل جاتے ہیں چنانچہ اس عظیم نعمت کا شکر ادا کرنا اس ماہ میں رکھا گیا تاکہ اس کا ایک ایک لمحہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے لگا دیا جائے۔ ان معانی کا اشارہ نَعْلَمُکُمْ تَشْکُرُوْنَ سے ظاہر ہے۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْکُمْ مِنْ شَہْرِہٖ سَہْرًا وَاِنْ مِنْکُمْ مِنْ شَہْرِہٖ سَہْرًا وَاِنْ مِنْکُمْ مِنْ شَہْرِہٖ سَہْرًا
دو دنوں میں سے ایک بھی ہو تو روزہ فرض ہو جاتا ہے اگر دو دراز علاقوں میں چاند دیکھا جائے تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔

صوفیہ کا قول ہے کہ یہ رمضان المبارک کا ہی مہینہ ہے کہ جس کی شان و ثرافت میں قرآن پاک نازل ہوا۔ اور نزول کی ابتدا اسی مہینے میں ہوئی۔ یہ قرآن بتمامہ

رمضان مبارک کی شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا اور
بُنْتُ الْعِزَّت میں رہا جو اسی آسمان پر ایک مقام ہے۔ اور یہاں سے وقتاً فوقتاً،
حسب اقتضائے حکمت جتنا جتنا منظور الہی ہوا، جبریل امین لاتے رہے یہ
نزول ۲۳ سال پانچ ماہ کے عرصے میں پورا ہوا۔

غنیۃ الطالبین (صفحہ ۳۵۳) میں ہے کہ شہاب بن طارق نے بروایت
ابوذر غفاریؓ حضور اکرمؐ کا گول نقل کیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ پر رمضان کی تین راتوں
میں صحیفے نازل ہوئے۔ حضرت موسیٰؑ پر تو رات بھی ماہ رمضان میں جمعہ کی راتوں میں
نازل ہوئی اور حضرت داؤدؑ پر زبور ۱۸ رمضان کی شب میں نازل ہوئی حضرت عیسیٰؑ پر انجیل
۱۳ رمضان کو نازل ہوئی اور حضور اکرمؐ پر قرآن ۱۷ یا ۲۴ رمضان المبارک کو نازل ہوا۔
۲۔ لیلۃ القدر کا وقوع : روایات میں ہے کہ پچیس امتوں میں لوگوں کی

عمریں بہت طویل ہوا کرتی تھیں اور کچھ لوگ ایک ہزار سال تک سلسل جہاد میں
شرکت کرتے رہے۔ صحابہ کرامؓ کو اس بات کی فکر دامن گیر ہوئی کہ بنی اسرائیل کے
ایک شخص شمعون اور اسی طرح دوسری امتوں کے کچھ لوگ طوالت عمر کے باعث،
سیکڑوں سال جہاد اور دیگر عبادات میں مصروف رہنے کے سبب صحابہ کرامؓ سے
نیکوں میں سبقت لے گئے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کا یہ خیال درست بھی تھا کیونکہ

پہلے دہائی کے لوگوں کی عمریں ہزار سال سے بھی تجاوز کر جاتیں اور صحابہ کے زمانے
میں عمریں نٹو سال سے شاید اور بایں ہی تجاوز کرتیں۔ ایک دن اس بات کا ذکر جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کیا گیا تو سورہ القدر نازل ہوئی جس میں آپ کی
امت کو لیلۃ القدر عطا فرمائی گئی۔ احمد، نسائی اور مشکوٰۃ میں ہے کہ رمضان کی
اس ایک رات کی عبادت ایسی ہے جس کو ایک ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا
گیا۔ (یعنی ۸۳ سال کی عبادت سے بڑھ کر) جو اس کی برکتوں سے محروم ہے وہ
بے شک محروم ہے۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
امت نیک اعمال کے اجر میں باقی امتوں سے فائز تر کر دی گئی اور یہ سب رمضان

المبارک کی اس ایک رات کی برکت ہے۔

مقام غور ہے کہ رمضان المبارک کو اس قدر شرف اس لئے ملا ہے کہ اس میں قرآن کو نازل کیا گیا اور جس رات قرآن نازل ہوا وہ ایک ہزار مہینوں سے بھی افضل قرار پائی لیکن وہ ذات جس پر قرآن نازل کیا گیا اور جس کی خاطر سب کچھ پیدا کیا گیا تو اس کی شان کس قدر بلند ہوگی؟ افسوس کی بات ہے کہ آپ کی شان اس قدر بلند ہونے کے باوجود آپ کی امت کے ہی کچھ افراد آپ کی شان میں اس قدر نازیبا کلمات کہہ جاتے ہیں کہ جو وہ اپنے کسی معمولی بزرگ کے متعلق بھی کہنا روا نہیں رکھتے۔

۳۔ رمضان میں مغفرتوں کا ہجوم | حضرت ابوہریرہؓ کی روایت

میں ہے کہ جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ روزے رکھے اس کے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ بندوں کا استغفار پڑھنا تو ویسے بھی اللہ تعالیٰ کو بہت مرغوب ہے لیکن ماہ رمضان میں تو حق تعالیٰ کا اندازِ مغفرت ہی جداگانہ ہوتا ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ سے مروی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کا ابتدائی حصہ رحمت ہے درمیانی حصہ مغفرت اور اس کا آخری حصہ جہنم سے آزادی ہے یعنی ماہ رمضان سراسر بخششوں کا مہینہ ہے۔ احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ رمضان کی آخری رات میں امت کی مغفرت ہوتی ہے۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ اگر مسلمانوں کے اجتماعی افعال کو دیکھا جائے تو یہ قوم عتاب الہی سے مقہور ہو جانے کے لائق تھی، مگر چونکہ ہر سال رمضان میں اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت کو زیادہ فراخ کرتا ہے لہذا اس امت سے عتاب الہی کو ٹال دیا جاتا ہے۔ اسکی وجہ غالباً یہ ہو سکتی ہے کہ ہمیشہ غفلت زدہ مسلمان بھی ماہ رمضان میں نماز و روزے کے پابند ہو جاتے ہیں اور ان کے اس دالہا نہ جذبے کو دیکھ کر غضب الہی سرد پڑ جاتا ہے۔

احادیث میں ہے کہ صلوٰۃ تراویح کے بعد تسبیح اور رمضان کی راتوں میں دُرحِ ذیل استغفار پڑھنا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت پسندیدہ ہے لہذا اس استغفار کی نحو۔

کثرت کرنا چاہیے۔ اگر دو تین ہزار بار اس کو پڑھا جائے تو یہ اس ماہ کی حرمت کے لائق ہوگا۔ وہ استغفار یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اے اللہ! تو درگزر کرنے والا ہے اور درگزر کرنے کو پسند کرتا ہے۔ اے درگزر کرنے والے یا غفور یا غفور۔ اے درگزر کرنے والے اے درگزر کرنے والے

۲۔ اعتکاف کا عشرہ ماہ رمضان کی ۱۱ ویں شب تا آخر رمضان کے عرصہ میں اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے (یعنی ایک محلہ میں اگر ایک شخص بھی مسجد میں اعتکاف کرے تو سب کی طرف سے اس سنت کی ادائیگی ہو جائیگی)۔ اعتکاف کے اوقات میں میں گزرا ہوا ہر ایک لمحہ عبادت میں شمار ہوتا ہے۔ اعتکاف کا بیان اس قدر طویل ہے کہ جس کا اس جگہ بیان کرنا ممکن نہیں لہذا اس کے لئے امام غزالی کی کتاب کھیلئے سناؤ یا دوسری کسی کتاب کا مطالعہ کیا جائے۔

اعتکاف کے متعلق مختصر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مددانی کیفیات کی بلند کی ذکر و فکر کی تقویت اور خیالات کی یکسوئی اور فنا کی کیفیات کی مشق کو بخوبیہ اعتکاف ایک بلند مرتبہ عبارت ہے۔ اس سے حکمت اور معرفت الہی کے چشے بھوٹنے لگتے ہیں معتکف پر جلال خداوندی کے انوار نمودار ہونے لگتے ہیں، تصرف میں اضافہ اور قوت مشاہدہ میں ترقی ہونے لگتی ہے۔ بہت سے اسرار کا انکشاف ہونا بھی اعتکاف کی خصوصیات میں سے ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اعتکاف کر نیوالے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ادائے سنت کا خرف حاصل ہوتا ہے۔ آپ بسا اوقات غار حرا میں کئی کئی دنوں تک اعتکاف فرمایا کرتے تھے بکری بزرگ ایسا نہیں ہوگزا جس نے طویل عرصے تک یا کئی کئی اعتکاف نہ کئے ہوں۔ اعتکاف کی اصل وہ آیت ہے جو سورہ لقمان میں نازل ہوئی ارثا اور باری تعالیٰ ہے، وَتَبْتَئِلْ اِلَيْهِ تَبْتَئِلًا۔ یعنی سب کچھ چھوڑ کر اللہ سے لوگالو۔ ایسے کام کے لئے ہر کوئی جگہ مناسب نہیں ہوا کرتی کیونکہ شہروں میں لوگوں کی مداخلتیں اور بدگفتاریاں پورے ماحول کو پر آگندہ کر دیتی ہیں اور ان کے جسموں اور

کلام و کردار سے نکلی ہوئی شعاعیں ہر جگہ پہنچ چکی ہوتی ہیں۔ ان سے صرف چند مقامات قدرے محفوظ ہوتے ہیں چنانچہ اعتکاف (الٹکھ سے لو لگانے) کیلئے مناسب مقامات وہ ہیں جو آبادیوں سے کچھ دور نامیے پر ہوں لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے مگر آج کل مجبوری کی حالت میں محلہ کی مسجدوں کو بھی غنیمت سمجھا جاتا ہے کیونکہ یہ مسجدیں بھی کسی حد تک لوگوں کے شور و غوغا سے محفوظ ہوتی ہیں معتکف کو اعتکاف سے باہر جانے سے اسی لئے منع کیا جاتا ہے کہ معتکف باہر کے ماحول کے اثرات سے محفوظ رہ سکے۔

اعتکاف میں، گناہوں سے توبہ، استغفار کی کثرت، دنیا سے خلوت، خلوص میں اضافہ، راتوں کو آہ و زاری کا موقع، خوابوں اور عالم واقعہ میں بزرگوں سے ملاقاتوں کا اتفاق، مراقبہ کی پختگی، سیر آفاقی اور انفسی کے نوادرات، عروج و نزول کی مشقیں، حیرت اور محویت کی سعادتیں، تجلیات الہی کا ورود، یلۃ القدر کو پہننے کے مواقع، صفر و وطن، خلوت درالجنن کی سعادتیں لوٹنے کے لئے حالات نہایت سازگار ہوتے ہیں۔ یہ تمام باتیں جن کا ذکر ہوا، ان کی حقیقت اولیائے کرام سے پوشیدہ نہیں لہذا خواہشمند حضرات ان کی تفصیل کیلئے کسی کمال اور کمال راہ دان مرشد سے رجوع کریں کیونکہ ان کا بیان طویل و مباحثوں کا طالب ہے۔

۵۔ جو ماہ رمضان میں گناہ نہ بخشو اے بد بخت ہے! حضرت

کعب بن عجرۃؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ جب دوسری پر قدم رکھا تو فرمایا آمین اسی طرح تیسری پر بھی آمین کہا۔ خطبے کے بعد صحابہ کرام کے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا اُس وقت جبرائیل میرے سامنے آئے تھے تو انہوں نے کہا کہ ”ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا پر اُس کی مغفرت نہ ہوتی میں نے کہا آمین۔ پھر انہوں نے کہا کہ ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے اُس کے والدین یا اُن میں سے کوئی ایک بڑھاپے میں ہوا اور اُن کی خدمت سے جنت میں داخل نہ ہو سکے۔ میں نے کہا

امین اور پھر اسی طرح فرمایا کہ ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنا اور درود نہ پڑھا۔ میں نے کہا: اے میں۔

۶۔ قرآن اور رمضان روز قیامت شفاعت کریں گے، حضرت

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْقِیَامُ وَ الْقُرْآنُ یُشْفَعَانِ رَوْزَہٗ اَوْرِ قُرْآنِ بِنْدَے کَے لَئے شَفَاعَتِ کَرِیَے گَے رَوْزَہٗ کَہے گا کہ اے رب میں نے اِسے دِن میں کھانے اور رغبت کی چیزوں سے روکے رکھا۔ پس تو میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما قرآن کہے گا کہ میں نے اِسے رات کو سونے سے منع کیے رکھا تو میری سفارش قبول کر۔ یُشْفَعَانِ پس دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔

روزے میں مخفی حکمتیں

روزے میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں یہی وجہ ہے کہ ہر زمانے میں ہر قوم پر روزے کی عبادت کو فرض قرار دیا گیا۔ روزے سے بے پناہ باطنی کیفیات اور روحانی مشاہدات حاصل ہوتے ہیں اور معرفت الہی کے حصول کے علاوہ اخلاق میں پاکیزگی اور طہارت پیدا ہوتی ہے روزے کا سب سے بڑا اعجاز یہ ہے کہ یہ روح اور جسم پر ایسے اثرات مرتب کرتا ہے کہ جن کا دم سے مسلمان کو بلند روحانی مقامات پر فائز کر دیا جاتا ہے۔ روزے کی چند اہم حکمتوں کا ذکر نیچے کیا جا رہا ہے۔

۱۔ روح جسم اور نفس کی تطہیر۔ عالم اجسام میں اُن سے پہلے،

انسانوں کی روحیں کھانے، پینے، گناہوں اور برائیوں سے محفوظ بعض جسموں کے اجزاء کا بھی۔ یہی حال تھا مگر جب یہ دونوں اس دنیا میں باہم مل گئے تو انسان غذاؤں کا حاجت مند ہوا۔ چنانچہ ضرورت تھی کہ پہلے کی طرح کچھ روز اُن کو غذاؤں سے محفوظ رکھا جاتا تاکہ (پہلے کی طرح) اس دنیا میں بھی وہ گناہوں سے بچتے رہیں۔ روزہ اس مقصد کی تکمیل میں مدد دیتا ہے۔

روزے کی ظاہری صورت تو بھوک، پیاس اور امور زوجیت سے رُکے

رہنا ہے۔ مگر اس کے باطنی اثرات میں خدا کی معرفت اور دیگر روحانی کمالات کا حاصل ہونا ہے۔ یہ معرفت حق صرف پاکیزہ ارواح کو حاصل ہوتی ہے۔ اس ضمن میں نفس اور روح کی حقیقتوں، الائنشوں، بیماریوں اور بیماریوں کے علاج کا سمجھنا ایک ضروری امر ہے چنانچہ روح اور نفس کی کیفیات اور ان کی بیماریوں کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے۔

روح کی اصلیت روح کی جبلت نورانی ہے اور اس کو نورانی صفت پر پیدا کیا گیا ہے لہذا کی حقیقت اور اصلیت پاکیزگی، تنزکیہ، تصفیہ اور طہارت پر ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ روح کی حقیقت ملائکہ جیسی صفات پر ہوتی ہے کیونکہ وہ امر ربی (اللہ کا حکم) ہے اور اپنے خالق کو پہچانتی ہے۔ اس کا رجوع خالق کی طرف رہتا ہے وہ دنیا میں آکر جسم اور جسمانیات میں مقید ہو گئی ہے اس کا اصل وطن عالم ارواح ہے۔ جب یہ اپنے وطن میں مہتی تو ہمہ تن اپنے خالق اور پروردگار کی طرف متوجہ رہتی مہتی مگر اس دنیا میں آکر یہ امور دنیا کی طرف متوجہ ہو گئی ہے جب یہ انسانی جسم میں آجاتی ہے تو مردہ جسم چلنے پھرنے اور بولنے لگتا ہے اور چیزوں کا ادراک کرنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو نیکی اور بدی کے لئے موزوں کیا ہے۔ اور اسے نیکی اور بدی پر اختیار حاصل ہوتا ہے۔

نفس کی کیفیت اللہ تعالیٰ نے دوسری مخلوقات کے برعکس نفس کو انسانی جبلت میں شامل کیا ہے اور انسان کو اسی نفس کی وجہ سے دوسری مخلوقات پر فضیلت عطاء فرمائی۔ فرشتوں کے درجات میں ترقی اس لئے رونما نہیں ہوتی کہ انہیں نفسانی خواہشات سے محروم رکھا گیا ہے۔ جس قدر نفس کی مخالفت کی جائے گی اسی قدر انسانوں کے درجات بلند کیے جائیں گے۔ راقم الحروف کی ایک تصنیف ”اسلام اور روحانیت“ میں ”مقام آدم“ کا ایک مضمون شامل کیا گیا ہے جس میں بنی نوع انسان کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔ راقم الحروف کی ایک اور کتاب ”تہذیب نفس“ میں نفس کی حقیقتوں اور اس کے احوال پر ایک مبسوط

بیان شامل کر دیا گیا ہے لہذا اگر تفصیل مطلوب ہو تو ان کتب سے رجوع کیا جائے۔
میں یہ خلاصہ کے طور پر کچھ معلومات بہم پہنچاتی جا رہی ہیں۔

صوفیائے کرام اور مفسرینِ قرآن نے لکھا ہے کہ جب روح حیوانی اور روح
انسانی کا تسویہ ردو قوں کو باہم کیا گیا تو جسم انسانی میں نفس پیدا ہو گیا اور اس
کا جسم انسانی میں ایک مقام مقرر کر دیا گیا جیسے مقام نفس کہتے ہیں اس نفس کی
اصل نجاست اور خیانت پر ہے۔ تاریکی اس کی ذات کی صفت ہے۔ یہ انسان
کو خواہشات کی پیروی کے لئے آمادہ کرنے کی قوی طاقت رکھتا ہے۔ اور یہ نفس ہی
خواہشات کی آماجگاہ ہے۔ جسم چاہتا ہے کہ اسے کھلایا پلایا جائے اور دنیاوی عیش
و عشرت اس کو میسر ہو لہذا روح چاہتی ہے کہ وہ دنیا میں بھی عالم امر کی طرح
اللہ کی طرف متوجہ رہے اور اس کو پہچانے۔ اس کی یہی خواہش رہتی ہے کہ وہ
ہر وقت اطاعتِ الہی میں اسی طرح سرگرداں رہے کہ جیسے کہ وہ بدن سے متعلق
ہونے سے پہلے تھی۔ وہ بدن اور نفس کو اپنے تابع رکھنا اور جسم پر حکمرانی کرنا
چاہتی ہے۔

حضرت مجددِ عالم ثانیؑ فرماتے ہیں کہ یہ افسوس کا مقام ہے کہ روح نفس
کی کمینگی سے متاثر ہو کر اس کی ہمسائیگی میں رہ کر اس سے مغلوب ہو جاتی
ہے اور جسمانی تقاضوں اور خواہشوں کے حصول میں لگ جاتی ہے درحقیقت
یہ روح کی بیماری ہے اور اس کا علاج نفس کی خواہشات کی مخالفت میں ہے۔
روح کی یہ مغلوبیت اور جسم کی خواہشات کی تکمیل میں کوشش کرنا یا الہی
اور عبادت سے غفلت کا باعث بنتی ہے روح کی یہ غفلت اس کو اللہ کے
قرب کے بجائے بعد اور دوری میں لے جاتی ہے تا وقتیکہ وہ قلب کی ریاست
کے تحت رہ کر اتباعِ الہی اور محض اتباعِ سنت کی عادی بن کر اطاعتِ باری
تعالیٰ کی عادت پیدا نہ کر لے۔

روزے میں روح کا علاج :- حضرت مجددِ عالم ثانیؑ فرماتے ہیں

کہ یہ ریاضت دینیہ، مجاہدات شاقہ، شریعت کے احکام کی بجا آوری اور ذکر الہی کی پیش رو ح کے علاج کا سبب بنتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ روزے کو عبادت میں ایک پُر اثر مقام حاصل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ روح کی اصلاح کرنا ہی روزے کی اصل حکمت ہے کیونکہ روزہ بھوک اور پیاس کے ہونے اور نفسانی خواہشوں کی نفی سے محسوس ہے۔ اس سے انسان کی روح کو تقویت پہنچتی ہے نفس کمزور ہوتا ہے اور عقل قوی ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی روزے میں طمع اور لالچ بھی کم ہو جاتی ہے یہ روزہ روح کی بہترین غذاؤں میں ایک غذا ہے۔ حضرت محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ روح جتنی عبادات اور ذکر الہی میں مشغولیت رکھے گی۔ اتنی ہی زیادہ اس میں قوت پیدا ہوگی اور لطافت بڑھے گی آپ نے فرمایا ہے کہ ایسا کرنے سے اتنا ہی روح کا عالم اہم سے تعلق بڑھ جائے گا۔ عالم امر لطف مقامات میں ہے اور ان مقامات میں روح کی پرواز آسانی وقت ہوگی جب یہ بھی عبادت اور مجاہدات سے لطافت حاصل کر لے گی اس عروج کے باعث اس کو رفعت نصیب ہوگی اور اسرار الہی اس پر منکشف ہو جائیں گے۔ وہ روحانی قوت جو ذکر و فکر اور عبادات میں انتہا کد سے پیدا ہوتی ہے نفس پر آسانی سے غالب آ جاتی ہے کیونکہ روح کی قوت کے مقابلے میں نفس بہت کمزور اور لاغر نظر آتا ہے۔ اس کے برعکس جب عبادات میں غفلت ہو جائے تو نفسانی قوت زور پکڑ جاتی ہے اور انسان کو شیطانی کاموں میں پھنسا دیتی ہے۔ پھر بدن کی طرح روح بھی ان کاموں میں خوشی اور مسرت محسوس کرنے لگتا ہے اور انسان گناہوں میں الجھ جاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ سے بہت دور جاسکتا ہے۔

روزے میں نفس کا علاج | روزے میں آجتنال مد نظر رکھا جاتا ہے۔ کیونکہ میانہ روی نفس کے لئے بہت موزوں ہے۔ نفس کو نہ تو مار دینا ممکن ہے اور نہ ہی اس کو شتر بے مہار کی طرح چھوڑنا درست ہے۔ نفس کو جب

زیادہ تکلیف پہنچے یا زیادہ راحت و سکون میسر ہو تو دونوں حالتوں میں انسان کو گمراہ کر دیتا ہے۔ اس لئے اسلام میں نفس پر نہ تو زیادہ سختی کی جاتی ہے اور نہ اس کو شتر ہے مہار کی طرح چھوڑ جاتا ہے۔ نفس کے فساد کی صورت اس وقت رونما ہوتی ہے جب اس کا نا جائز خواہشات پوری کی جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ہر جگہ پر حدود مقرر کی ہیں۔ نفس کی ایک خواہش پوری ہو جائے تو یہ بڑی لمبی فہرست تیار کر لیتا ہے جو گمراہی کے گڑھے میں اس کو لے ڈوبتی ہے۔ نفس کی خواہشات میں سے جنسی لذات، تو نگری کی خواہش بڑائی کی تمنا، تکبر، حسد، کینہ، بغض، خود پسندی، ریاکاری وغیرہ ہیں اور ان کا بہترین علاج روزہ کی ریاضت اور مشقت میں ہے۔ جب اس کی اصلاح ہو جائے تو یہ نفس ایسے گھوڑے کا کام دیتا ہے کہ جس پر سالکین راہِ خدا سوار ہو کر بلند روحانی منزلوں کو طے کر پتے ہیں یہی وجہ ہے کہ فرشتے نفس کی محرومی کے باعث اپنے درجات میں بندیوں کو حاصل نہیں کراتے۔

۲۔ روزوں کی بھوک میں بے بہا کمالات کا ہونا، بھوک میں غنی، حکمتوں کا بیان "تہذیبِ نفس" میں تفصیل کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے یہاں بھوک سے متعلق چند ضروری نکات بیان کیے جا رہے ہیں۔

روزے میں کھانے پینے سے ممانعت کی گئی ہے اور روزے دار کو بھوکا، پیاسا رہنے پر آمادہ کیا جاتا ہے۔ یہ بھوک پیاس نفس کے خلاف بہت بڑا جہاد ہے اور اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو کوئی اور عمل محبوب نہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کھانے پینے کی کثرت سے اپنے دلوں کو نہ مارو کیونکہ زیادہ کھانے پینے سے دل مرجاتا ہے جس طرح پانی کی کثرت سے کھیتی مر جاتی ہے آپ نے فرمایا کہ افعالِ نیک کی سردار بھوک ہے۔ پڑانا کپڑا پہننا اور آدھا پیٹ خالی رکھنا خاصہ پیغمبری ہے۔ جب غذاؤں سے پرورش نہ ہو تو خواہشات ضعیف ہو جاتی ہیں، عقلی قوت بڑھ جاتی ہے، نفس کا تعارف (وزر) ٹوٹ جاتا ہے، خواہشات فنا ہونے لگتی ہیں اور مرید کی تمام مرادیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ شیطان بن آدم میں خون کی طرح چلتا ہے اس لئے غاف کے ذریعے اس کے
سہاؤ کو تنگ کرو۔ حضرت داتا گنج بخشؒ نے ایک حدیث کو کشف المحجوب میں نقل
کیا ہے جسے قارئین کے ذوق کیلئے پیش کیا جا رہا ہے۔

جیئعوا بطلونکم۔ دعوا الحرم۔ اپنے پیٹوں کو مہو کا رکھو۔ حرص چھوڑ
واعسروا اجسامکم۔ قصر والامل۔ دو۔ بدن ننگے رکھو۔ آمیدیں کم کرو
واظموا اکبادکم۔ دعوا الدنیا۔ اپنے جگرؤں کو بیابا رکھو۔ دنیا کو چھوڑ
لعلکم ترون اللہ بقلوبکم۔ دو۔ تاکہ تم اللہ کو دل کی آنکھوں سے
(حدیث) دیکھ سکو۔

یہاں پر دنیا کو چھوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا صرف ہاتھوں میں رہے اور دل
میں نہ رہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اپنی دعا میں ہی فرمایا کرتے تھے حضرت داتا گنج
بخشؒ نے لکھا ہے کہ مہو کو بہت شرف حاصل ہے اور تمام امتوں میں پسندیدہ ہے
آپ نے لکھا ہے :-

الجرع للنفس خضوع وللقلب مہوک نفس کے لئے خضوع اور قلب
نحشوع۔ کے لئے خشوع ہے۔

ایک حدیث شریف میں لکھا ہے کہ مہو کا پیٹ اللہ تعالیٰ کو ستر عابد عاتلوں سے زیادہ
پیارا ہے۔ (الطین جاثع احب الی اللہ تعالیٰ من سبعین عابد عاتل) صوفیاء کا قول
ہے کہ مہو کہ صدیقین کا طعام اور مریدین کا مسلک اور شیاطین کو قید کرنے والی
چیز ہے (الجرع طعام الصدیقین ومسلک المریدین وقید الشیاطین)۔ حضرت
معروف کہ خسیؒ نے فرمایا کہ جب تو روزہ رکھے تو اس بات کا خیال رکھ کہ کس چیز سے
افطار کرتا ہے کس کے پاس افطار کرتا ہے اور کس کے کھانے سے افطار کرتا ہے کیونکہ
بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک خراب لقمہ سے دل کی کیفیت خراب ہو جاتی ہے اور
پھر ساری عمر وہ اپنی اصل حالت پر نہیں آسکتا۔ کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک خراب لقمہ
بہت میں جانے سے ایک سال کے عرصے تک انسان تہجد کی نماز ادا کرنے سے محروم

ہو جاتا ہے اور کبھی ایک غلط نظر ڈالنے پر بندہ ایک عرصہ تک تلاوت قرآن پاک سے محروم ہو جاتا ہے ۔

صوفیاء کا قول ہے کہ بھوک سے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے عبادت میں لذت ملتی ہے جبکہ شکم سیری سے دل میں سختی پیدا ہو جاتی ہے حضرت عبدالواحد بن زیدؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو دوست نہیں بنایا سوا اس کے جو بھوکا رہا ہو اور کوئی شخص پانی پر نہ چل سکا سوا اس کے جو بھوکا رہا ہو اور کوئی شخص (اڑ کر) زمین کو چمک نہ کر سکا سوا اس کے جو بھوکا رہا ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ وہ چالیس ایام میں حضرت موسیٰؑ اللہ سے ہم کلام رہے بھوکے رہے۔ اسی لئے بزرگوں نے فرمایا: ”اَلْجُوعُ رَأْسُ صَالِحٍ“ یعنی بھوک ہمارا سرمایہ ہے۔ بھوک کے سبب انسان بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے مدینہ شریف میں ایک نووارد طبیب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جب سے اس نے مدینہ شریف میں مطلب شروع کیا ہے اس نے یہاں پر مریضوں کی تعداد کو بہت کم پایا ہے۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

نَحْنُ قَوْمٌ لَا نَأْكُلُ حَتَّىٰ يَجُوعَ وَ
اِذَا اَكَلْنَا لَا نَشْبَعُ۔
ہم ایسی قوم ہیں کہ جو کچھ نہیں کھاتے جب تک بھوک نہ لگے اور جب کھاتے ہیں تو پیٹ بھر کے نہیں کھاتے۔

۳۔ روزے میں متفرق مخفی حکمتیں | روزے کے دیگر مخفی حکمتوں

کو اختصار کے ساتھ نیچے دیا جا رہا ہے:۔

۱۔ روزے سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان میں تقویت ہوتی ہے،

خوفِ خدا بڑھتا ہے جبھی تو روزے دار تنہائی میں ہر حلال چیز سے بھی بچتا ہے۔

۲۔ روزے سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور روزے دار ہر اس بُری چیز کا سے بچتا

ہے جس سے روزہ ٹوٹ جائے اس طرح وہ مقرب الہی بن جاتا ہے۔

۳۔ روزہ پابندی اوقات کا سبق دیتا ہے احتیاط کے ساتھ کھانا دماغ

میں خون کا دباؤ کم کر دیتا ہے اور حافظہ اچھی طرح کام کرنا شروع کر دیتا ہے ۔

۴۔ چھ چیزوں کا جواب صرف روزے میں موجود ہے ۔ ۱۔ بدن کی شفا اور صحت

کی حفاظت (۲) حافظے کی قوت کے لئے ۔ بہترین چیز ہونا کہ جس سے علم ذہن میں محفوظ رہے (۳) دنیا کی لذتوں سے بے رغبتی کے لئے کارآمد ہونا ۔ (۴) جو چیز عقل کو زیادہ کرے (۵) جو چیز عبادت کی طرف مائل کرے (۶) وہ عمدہ چیز جو کھانے کو لذیذ سے لذیذ تر بناوے ۔

۵۔ گناہوں کے خوگر شخص کو روزے کی بھٹی کی ضرورت ہوتی ہے جس سے

اس کی یہالائشیں دور ہو جاتی ہیں ۔

۶۔ روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے اور نصف صبر ہے ۔

۷۔ نفلی روزے سے بے انتہا ثواب ملتا ہے اور فرض روزے کے اجر کا اندازہ

توقیامت کے دن ہی ہو سکتا ہے ۔

۸۔ درج ذیل پانچ چیزیں صرف امت محمدیہ کو عطاء کی گئیں ۔

۱۔ پہلی رمضان کی رات کو اللہ تعالیٰ روزہ رکھنے والوں کی طرف خاص نظر

کرتا ہے اور جس پر وہ نظر فرمائے تو اسے عذاب نہیں ہوتا ۔

۲۔ روزے دار کے منہ کی بواللہ کے نزدیک مشک اور عنبر سے بھی زیادہ

عزیز ہے ۔

۳۔ فرشتے روزے داروں کے لئے استغفار کرتے ہیں ۔

۴۔ جنت کو روزے دار کے لئے عترین کیا جاتا ہے ۔

۵۔ آخری رات میں اللہ تعالیٰ روزے داروں کے گناہوں کی مغفرت

فرمادیتا ہے ۔

۹۔ عید الفطر کی رات جسے ”لیلۃ الجائزہ“ کہتے ہیں ، میں اللہ تعالیٰ روزے

داروں کو ان کی عبادات قبول ہونے یا نہ ہونے کا اتمام کرتا ہے اس

صورت میں جبکہ روزے دار اللہ تعالیٰ کی طرف مراقب ہوتے ہیں ۔ (عید رات

میں عشاء کے بعد مراقبہ کرے اور اللہ سے اپنی عبادات کے متعلق دریافت کرے تو خواب میں یا عالم واقعہ میں اس کو جواب ملتا ہے۔

۱۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمیوں کی دُعا رد نہیں ہوتی، ایک روزہ دار کی افطار کے وقت دوسرے عادل بادشاہ کی تعمیرِ مظلوم کی دعا جس کو حق تعالیٰ بادلوں سے اوپر اٹھا لیتا ہے اور آسمان کے دروازے اُس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں۔

۱۱۔ روزہ انسان کو دوزخ سے ڈھال کی طرح بچائے گا۔

۱۲۔ روزہ دار کے لئے دو فرحتیں ہیں ایک افطار کا وقت اور ایک اپنے رب سے ملاقات کے وقت (کیونکہ اطاعتِ خداوندی کے باعث اُسے اللہ کی لقاء حاصل ہوتی ہے)۔

ماہِ رمضان کے چند امتیازات جو کچھ اس باب میں بیان ہو چکا

ہے اس کا ہر حرف ماہِ رمضان کی خصوصیت اور امتیاز کا شان کو ظاہر کر رہا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا پاپا جانا، قرآن مبارک کا نازل ہونا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور مغفرتوں کی افراط کا ہونا کوئی معمولی بات نہیں اللہ تعالیٰ کی ان عنایات پر سارا سال بھی شکر ادا کیا جائے تب بھی ان نعمتوں کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ مزید چند نکات کو قارئین کی نذر کیا جا رہا ہے۔

۱۔ ماہِ رمضان میں دوزخ کے دروازے بند اور جنت کے دروازے کھلا۔

احادیث میں ہے کہ اس ماہ میں دوزخ کے دروازے بند اور اللہ کی رحمت کے وہ دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جو تمام سال بند رہتے ہیں یا در ہے کہ کچھ دروازے تو ہر وقت کھلے رہتے ہیں اور کچھ کبھی اور خاص وقتوں میں کھولے جاتے ہیں جن میں سے تجلیات، انوار، رزاقی جوہر اور آسمانی مخلوق کا زمین پر نازل ہونا قابل ذکر ہے۔ سورہ القدر میں ملائکہ اور روح کا نازل ہونا، انہی بند دروازوں سے مراد ہے اڑیا کرام ان دروازوں کا مشاہدہ بھی کرتے ہیں۔

جنت کے دروازے کھولنے سے مراد رحمت کا پہ در پہ بھیجا مانا اور بغیر کسی رکاوٹ کے اعمال کا بارگاہ الہی میں پہنچنا اور دعاؤں کا قبول ہونا بھی ہے۔
 احادیث میں ہے کہ اس ماہ میں جنت کو آراستہ کیا جاتا ہے اور درج بالا بند دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ ان دروازوں کے کھلنے سے مراد نیک اعمال کی توفیق ہوتا ہے اور دوزخ کے دروازے بند ہونے کا مطلب گناہوں پر اگسانے والی چیزوں سے نجات پانا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں ان میں سے ایک ”الزَّيَّان“ ہے جس میں سے روزے دار کے علاوہ اور کوئی نہیں گزر سکتا۔

۳۔ ابلیس کا قید ہونا | اس ماہ میں ابلیس کو قید کر لیا جاتا ہے۔ اور اس ماہ میں جو گناہ کئے جاتے ہیں وہ نفسِ آمارہ یا انسان کے ساتھی شیطان (قرین) کے بہکانے سے ہوتے ہیں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ گزشتہ آیام میں اثر انداز ہونے والی شیائین کی صحبت لوگوں کے دل و دماغ پر منتقل ہو جانے کی وجہ سے انسان اس ماہ میں بھی بُرائیوں پر آمادہ رہتا ہے۔ اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے۔ کہ آٹا پیسنے والی مینہ (چکنی) میں برقی رو کو بند کر دینے کے بعد بھی اس کا پٹہ کچھ دیر تک حرکت میں رہتا ہے۔
 ۴۔ اعمال کے اجر میں بے پناہ اضافہ ہونا | احادیث صحیحہ سے یہ بات

ثابت ہے کہ رمضان المبارک میں ادا ہونے والے نوافل کا ثواب عام مہینوں میں ادا ہونے والے فرائض کے برابر ہوتا ہے اور ایک فرض کی ادا کرنے کا ثواب دوسرے مہینوں میں ادا ہونے والے ستر فرائض کے برابر ہوتا ہے لہذا لوگ کوشش کرتے ہیں کہ اس ماہ مبارک میں زیادہ سے زیادہ وقت عبادت میں گزارا جائے۔

۵۔ قبولیتِ دعا | رمضان المبارک میں ليلة القدر اور آخری تہائی حقت کی طاق راتیں قبولیتِ دعا کے لئے مشہور ہیں۔ ویسے بھی ماہ رمضان میں عام طور پر قبولیتِ دعا کے امکانات زیادہ روشن ہوتے ہیں۔ احادیث میں ہے کہ سحری کے بعد اور افطار کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔

۶۔ ماہ رمضان وہ رحمت ہے جو گھر گھر دستک دیتی ہے | حج اور نماز وغیرہ

کے لئے ہم خانہ کعبہ یا مسجدوں میں جاتے ہیں اور یہ مقامات ایسے ہیں کہ لوگوں کو انہیں پاس بلا کر رحمتیں بانٹتے ہیں مگر ماہ رمضان ہر عہدہ خود آگاہ ہے اور گھر گھر آکر اللہ کی رحمتوں کو بانٹتا ہے۔ باقی مہینوں میں چند دن متبرک اور اہمیت کے حامل ہوتے ہیں مگر یہ مہینہ پورے کا پورا فضیلت کا حامل ہے۔

۷۔ درجات میں اضافہ جس طرح بھیٹی سونے کو پگھلا کر پاک صاف کر

دیتی ہے اس طرح یہ مہینہ بھی تھوک اور پیاس کی بھیٹی میں لوگوں کے گناہوں کو جلا کر آئینہ پاک کر دیتا اور درجات بڑھا دیتا ہے۔

۸۔ قرآن نے صرف ماہ رمضان کا نام صراحتاً لیا ہے قرآن میں سوائے

ماہ رمضان کے کسی دوسرے مہینے کا نام صراحتاً نہیں لیا گیا ہے جیسے عورتوں میں بی بی مریمؑ اور صحابہ میں حضرت زینہؓ کا نام لیا گیا ہے۔

مسائل روزہ مسائل روزہ کے لئے کتب متعلقہ کا مطالعہ کریں۔ یہاں صرف

چند مسائل بیان کئے جا رہے ہیں۔

۱۔ وہ چیزیں جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، جن باتوں سے روزہ ٹوٹ جائے

اور اس کے ٹوٹنے پر کفارہ لازم ہوتا ہے وہ یہ ہیں

i۔ قصداً کھانے پینے اور جماع سے۔

ii۔ بغیر شرعی عذر کے روزہ توڑ دینا۔

iii۔ پانی یا ذائقہ دار چیز کو منہ میں ڈالنا۔

iv۔ حقہ اور سگریٹ پینا۔

v۔ دانتوں سے زیادہ خون نکلنا اور اس کا حلق تک چلے جانا۔

vi۔ روزہ رکھ کر دانت نکلوانا۔

vii۔ کان میں پانی ڈالنا (خود بخود پانی چلا جائے تو روزہ ناسد نہیں ہوتا)۔

viii۔ قے آنا۔

ix۔ گہرے زخم پر دوائی کا لگانا۔ (اگر عہدہ پر کم گہرا زخم ہو تو کوئی حرج نہیں)

۴۔ سوتے میں کسی چیز کا اندر چلا جانا مثلاً سوتے میں کوئی منہ میں پانی ڈالے یا بارش کا پانی اندر چلا جائے۔

کفارہ - قضا روزہ توڑنے کا کفارہ ایک غلام یا لونڈی آزار کرنا ہے ورنہ ۲ ماہ مسلسل (پے درپے) روزے رکھے اور اگر طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے یا ساٹھ دن تک ایک مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلائے۔
ب) سفر میں روزہ کا حکم : سفر اور مرض میں روزہ قضا کیا جاسکتا ہے۔
 اخلاف کے نزدیک سفر سے مراد تین روز کا سفر ہے جس کا اندازہ ۵۴ میل ہے خواہ یہ مسافت ایک گھنٹے میں طے کر لیں۔ ایسے سفر میں افطار کی اجازت ہے جتنور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں کبھی روزہ رکھا کبھی نہیں رکھا۔ سفر جہاد میں روزہ کے افطار کا حکم ہے فتح مکہ کے موقع پر آپ نے اصحابؓ کو فرمایا آج جنگ کا دن ہے روزہ افطار کر لو۔

ج۔ مریض اور روزہ : مریض ظن سے روزہ نہ چھوڑے جب تک اسے معلوم نہ ہو کہ اس حالت میں اس کو تکلیف ہوتی ہے البتہ اگر طبیب کہہ دے کہ روزہ رکھنے سے نقصان ہوگا تب چھوڑ سکتا ہے۔ مریض وہ ہے جسے روزہ رکھنے سے ہلاکت یا مرض بڑھنے کا خطرہ ہو۔ شیخ فانی بھی روزہ نہ رکھے تو حرج نہیں۔
طیغ فانی : فقہ میں شیخ فانی وہ ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور آئندہ قوت حاصل ہونے کی امید بھی نہ ہو تو اسے فدیہ (دو وقت کا کھانا) دینا چاہیے۔
د) بچے والی عورت کا روزہ : عورت کو بچے کی جان یا اس کے بیمار ہوتے کا اندیشہ ہو تو انظار کر سکتی ہے اسی طرح بوڑھا، دائم المریض، حاملہ عورت، دورہ پلانے والی عورت کے لئے رعایت ہے (مگر اسی صورت میں حاملہ اور دورہ پلانے والی کو روزے قضا کرنے کا حکم ہے)۔

ح) روزے کی قضا : بیمار جب تندرست ہو جائے عورت، حیض کے بعد اور مسافر سفر کے بعد ترک شدہ روزوں کی قضا کرے۔ دونوں عیدیں،

(عید الفطر اور عید الاضحیٰ) اور ذوالحجہ کی گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں تاریخوں کو قضا روزے رکھنے منع ہیں۔

(د) روزہ قضا ہو جانے کی صورتیں: ۱۔ غیر ارادی طور پر یا شرعی عذر سے روزہ توڑ دیا جائے یا ٹوٹ جائے تو اس ایک روزے کے بدلے ایک روزہ ماہ رمضان کے بعد رکھا جائے۔ لیکن رمضان کے بعد اگرچہ کتنے ہی روزے رکھ لئے جائیں رمضان میں ترک ہونے والے ایک روزے کے برابر نہیں ہو سکتے۔ ایسی صورتیں جن پر صرف قضا واجب ہے حسب ذیل ہیں:-

- ۱۔ غسل میں یا وضو میں غیر ارادی طور پر پانی حلق کے نیچے اتر جانے سے۔
- ۲۔ حالت مجبوری میں اگر کسی چیز کا ذائقہ چکے اور وہ حلق سے نیچے اتر جائے (لیکن اگر حلق میں جانے سے پہلے متھوک دے تو حرج نہیں)۔
- ۳۔ کوئی حادثہ ہو جائے اور لوگ منہ میں پانی ڈال دیں۔
- ۴۔ کوئی اگر بھول کر کھالے یا احتلام ہونے پر یہ سمجھ کر روزہ ٹوٹ گیا اور کھانے پینے لگے۔

۵۔ بے علمی میں سحری کے وقت دیر تک کھانا یا حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔

۶۔ غلطی سے قبل از وقت افطار کرنے سے۔

۷۔ جابر شخص اگر زبردستی روزہ توڑ دے یا جان بچانے کیلئے توڑنا پڑے۔

۸۔ حقنہ کرے، ناک میں دوا، جڑھانے اور کان میں تیل یا دوا ڈالنے سے۔

۹۔ حیض و نفاس کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

(ذ) روزہ نہ ٹوٹنے کی صورتیں: ۱۔ جن باتوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا وہ حسب

ذیل ہیں:-

۱۔ بھول کر کھانا۔

۲۔ خود بخود قے آنا (قصداً قے کر لینے سے روزہ کی قضا واجب ہے) (ترمذی

ابوداؤد)۔

۳۔ سرمہ لگانا۔ ۴، سہانا اور سرمہ پانی ڈالنا۔ ۵۔ خوشبو لگانا۔ ۶۔ بالوں اور جسم پر تیل لگانا۔ ۷۔ احتلام ہونا۔ ۸۔ مسواک کرنا۔ ۹۔ تھوک نکلنا۔ ۱۰۔ فانتوں میں پھنسی ہوئی معمولی چیز کا حلق میں جانا۔ ۱۱۔ گرد و غبار یا مکھی کا حلق میں چلا جانا۔ ۱۲۔ مسواک کے دوران خون نکلنے سے اگر خون کم ہو اور ذائقہ محسوس نہ ہو، خواہ خلق میں چلا جائے۔ ۱۳۔ بیوی کے ساتھ قربت کرنے سے اگر انزال نہ ہو۔

رک، سحری اور افطار کی دعائیں :-

سحری کی دعا: وَ بِصَوْمِ غَدٍ نُوْثِيْتُ مِنْ شَحْوَرٍ مُضَانٍ۔
افطار کی دعا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَكَ مُتَبِّتٌ وَ بِكَ اَمْنٌ وَ عَلَیْكَ تَوَكَّلْتُ
وَ عَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ۔

پابندی صوم کیلئے چند نکات

اس بیان سے قبل پابندی صلوٰۃ کے آسان طریقوں کا ذکر ہوا اور اس میں پیش کردہ نکات پر عمل کرنے سے ہزاروں مسلمان نماز کی پابندی سے متمتع ہو چکے ہیں۔ یہاں پر پابندی صوم کے کچھ نکات پیش کئے جا رہے ہیں تاکہ لوگ اس سے بھی فائدہ حاصل کر سکیں۔

ایک حقیقت | یہ ایک حقیقت ہے کہ ماہِ رمضان میں اللہ تعالیٰ کے انوار اور رحمتوں کی کچھ ایسی بارش ہوا کرتی ہے کہ سوائے چند نہایت بد قسمت لوگوں کے باقی ہر شخص روزے رکھنے کے لے بے چین ہو جاتا ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ تقریباً ۸ یا ۹ فیصد لوگ پہلا روزہ تو مزدور رکھ لیتے ہیں، کچھ لوگ تیسرے یا چوتھے روزے کے بعد فرار اختیار کر لیتے ہیں۔ اس سے یہ بات کھلتی ہے کہ روزے کی ترغیب اور لگن تو ہر دل میں ہوتی ہی ہے مگر کم ہمتی کے آثار دیکھنے کے بعد کچھ لوگ روزے سے متعلق عذر پیش کرنے لگتے ہیں۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ روزہ رکھنے کے شوق کو ابھارا جائے اور اس کی راہ

میں حامل رکاوٹوں کا جائزہ لیکر ان کا علاج کیا جائے۔ ان دونوں باتوں کا خاطر خواہ حل نیچے دیا جا رہا ہے۔

اپنے ذوقِ عبادت کی پرورش کریں | انسان کی روح کا یہ خاصہ ہے کہ

اس کی زندگی خواہ کتنی ہی سیاہ بخت کیوں نہ ہو جائے مگر اس کی روح بڑے کاموں پر ملامت اور اچھے کاموں کیلئے خواہشمند رہتی ہے۔ یہ اس لئے کہ عالمِ ارواح میں روحیں ہمہ تن اور ہمہ وقت مشادۃ الہی میں مشغول رہتی تھیں اور نورانی صفت ہونے کی وجہ سے وہ پاکیزگی، طہارت اور رغبت الی اللہ کے سوا کچھ نہیں چاہتی تھیں مگر اس دنیا میں آکر نفس کے اثرات سے وہ دنیاوی لالشوں میں گرفتار ہو گئی ہیں چنانچہ یہ دیکھا گیا ہے کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے اور روح کو انوار الہی سے سیرابی ہو جاتی ہے تو ہر مسلمان نماز اور روزہ کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ بہت سے لوگ رمضان کے انوار سے متاثر ہونے کے بعد پابندیِ صوم و صلوٰۃ کو ترک نہیں کرتے اور بیشتر لوگ رمضان المبارک کی برکت سے ہی بچے نمازی بن جاتے ہیں اس ذوق و شوق کی پرورش کیلئے جب ذیل باتوں کی طرف توجہ دینے کی سفارش کی جاتی ہے۔

۱۔ معلومات دینیہ میں اضافہ وہ راقم الحروف کا ایمان ہے کہ اگر کوئی شخص

ان تمام بنیادی علوم کا مطالعہ کرے جو حیاتِ ایمان یا تقویتِ قلوب کیلئے ضروری ہیں تو حقیقتِ حال سے آگاہی کے بعد اس کی آنکھیں کھل جاتیں ہیں اور ایسا شخص بے دینی سے کبھی سمجھوتہ نہیں کر سکتا۔ اس سلسلے میں نشانِ منزل کی زیرِ نظر طبع اور ”سرایۃ ملت“ ”مسلمان کا علمی نصاب“ اور ”ملت اسلامیہ کا چراغ“ بہت مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

۲۔ نیک مجلس میں حاضری | نیک مجالس میں اولیائے کرام کی صحبت

سے جب روح کی بیماریوں کا علاج، علم میں اضافہ اور کشفِ اسرار حاصل ہوتا ہے تو انسان کی قسمت بدل جاتی ہے۔

۳۔ نیکی کی طرف مسلسل رجوع | اس کتاب کے باب تخلیقِ آدم میں

”انسان کن باتوں پر قادر ہے“ کے عنوان سے پیش کردہ عبارت کا مطالعہ کیا جائے اور اپنے دل میں اللہ تعالیٰ سے ان عبادات کی طرف رغبت حاصل ہونے کی سچے دل سے خواہش کی جائے تو اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق لازمی طور پر حاصل ہو جائیگی۔

روزے کی راہ میں رکاوٹیں اور ان کا علاج اور روزے دار کو روزے کی راہ میں باہموم جو رکاوٹیں محسوس ہوتی ہیں ان کو دور کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔ اگر مشکلات کو دور کرنے کا ارادہ کر لیا جائے تو سالک اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ ممکنہ مشکلات پر گفتگو ملاحظہ فرمائیں۔

۱، شدت گرمی کا احساس اور گرمیوں کے روزے بہت سخت ہوتے ہیں۔ کوئی جی دار شخص ہی انکا اہتمام کرتا ہے۔ نازک منازح اور کم حوصلہ لوگ پیاس اور بھوک کو برداشت کرنے کے خیال سے ہی کانپ اٹھتے ہیں۔ اس کا سبب باب اس طرح ہو سکتا ہے کہ دل میں روزے رکھنے کا عزم مصمم کر لیا جائے اور سچے دل سے اس کی طلب کی جائے تو اللہ تعالیٰ اتنی توفیق عطا کر دیتے ہیں کہ سخت گرمی میں اپنی طرف سے صبر اور برداشت دل میں پیدا کر دیتے ہیں۔ اگر ارادہ مضبوط ہو اور اللہ کی طرف سے توفیق شامل ہو جائے۔ تو سخت سے سخت گرمی کی بھوک پیاس کو برداشت کرنے کی قوت ارادی آسانی سے حاصل ہو جاتی ہے اس کے علاوہ یہ سوچنا چاہیے کہ صحابہ کرام جنگ بدر میں سخت گرمیوں میں کفار سے لڑتے رہے اور روزے بھی رکھتے رہے۔ ہمارے ہاں تو اس قدر گرمی نہیں اور پھر ہمیں طرح طرح کی سہولتیں اور آرام بھی میسر ہیں۔ انسو میں ہے کہ اتنے اچھے حالات میں بھی ہم بھوک اور پیاس کو برداشت نہ کریں۔ اگر دل کو پھر بھی احساس نہ ہو تو یاد رکھیں کہ قرآن نے کہا ہے کہ جہنم کی گرمی کو جو اس گرمی سے بہت زیادہ ہے کیسے برداشت کرو گے؟ بہتر ہو گا کہ ابھی سے دل کو سمجھا لیا جائے اور جہنم کی گرمی سے بچنے کا سامان پیدا کر لیا جائے۔

۲، پیاس اور بھوک کی شدت۔ کچھ لوگ ایک آدھ روزہ رکھیں تو

شدت گرمی اور بھوک و پیاس کی شکل کو دیکھ کر روزہ رکھنے کا ارادہ ترک کر دیتے ہیں۔ پورا ماہ رمضان اس کے نزدیک نہیں جاتے۔ یہ شخص اس لئے ہوتا ہے کہ وہ قوت ایمان کے نہ ہونے اور نزاکت طبع کے باعث برداشت کی طاقت سے محروم ہوتے ہیں۔ معلوم ہونا چاہیے غوراک کا کم یا زیادہ کھانا انسان کی ارادی قوت پر منحصر ہے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ نے کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ کچھ لوگ تین دن کے بعد اور کچھ پندرہ دن کے بعد کھانا تناول فرماتے ہیں۔ آپ نے لکھا ہے کہ کچھ لوگ تو سالوں تک بھی کچھ تناول نہیں فرماتے۔ راقم الحروف اپنے افاضل عمری میں رمضان کے دنوں میں سحری میں زیادہ سے زیادہ اشیائے خورد و نوش اسیلے تناول کرتا کہ دن کو بھوک محسوس نہ ہو لیکن کچھ عرصے بعد جب اس بات کی حقیقت افشا ہوئی تو یہ بات مشاہدہ میں آئی کہ ہمارے کچھ ساتھی اسے صرف ایک بیالی چائے پر روزہ رکھ لیتے تھے چنانچہ راقم الحروف کی سحری کی نوبت صرف نصف چپاتی تک پہنچ گئی اس وقت یہ بات بہت عجیب معلوم ہوئی کہ کم کھانے سے بہت سی تکالیف کا احساس کم ہو گیا اور روزہ رکھنا زیادہ آسان ہو گیا۔

جہاں تک بھوک کا تعلق ہے، مذکورہ بالا صبر کی عادت اور اللہ کی طرف سے توفیق کا عطا ہونا رمضان میں روزے دار کے لئے خدا کی طرف سے بہت بڑی مدد و معاونہ اگر یہ بات میسر ہو جائے تو انسان کسی قسم کی تکلیف محسوس ہی نہیں کرتا۔ اس بات کا مشاہدہ ہو چکا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ توفیق دے دے تو کئی کئی دنوں تک بغیر کھانے پینے کے گزر اوقات ہو سکتی ہے اور کام بھی ہوتا رہتا ہے مگر اس کے لئے روحانی کیفیت پہلے سے حاصل ہونا نہایت ضروری ہے۔ جو کسی مددیش یا مرشد کے ذریعے حاصل ہو سکتی ہے۔

iii۔ روزے میں آسانیاں مہیا کرو: بہتر کام وہ ہیں جو واسطہ درجے

کی مطابقت سے ادا کیئے جائیں (خیراً لا موراؤ نستطعاً) جب کوئی روزے رکھنے کی ابتدا کرے تو خیال رکھے کہ غذا پوری کھاٹے، گرمی میں زیادہ مشقت کا کام نہ کرے، جن باتوں سے تکلیف کا خوف ہو ان میں نرمی پیدا کرے۔ کچھ لوگ سونے

میں اجماع وقت گزار لیتے ہیں اور کچھ لوگ مصروفیت میں روزے کو محسوس نہیں کرتے۔
 کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بار بار نہانے سے گرمی کم محسوس ہوتی ہے لہذا ایسا کرنے میں کوئی
 مضائقہ نہیں۔ اگر اپنا کام یا کاروبار آہستگی سے کرے تو بھی روزہ محسوس نہیں ہوتا۔
 روزہ دار کو چاہیے کہ اگر دھوپ میں جائے تو سر پر کپڑا رکھ لے اس طرح تکلیف کم
 محسوس ہوتی ہے۔

۱۷۔ بزرگوں کی صحبت سے استفادہ در اوپر جو لکھا گیا ہے وہ

فقط راہ دکھانے کی بات ہے حقیقت تو یہ ہے کہ کسی اللہ کے بندے کے ساتھ ہو
 جاؤ وہ حالات کے مطابق آپ کی رہنمائی کریگا۔ ان کی کوششوں سے اگر اللہ تعالیٰ عزیمت
 اور ارادہ میں پختگی عطا فرمادے تو کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی ایسا عزم پیدا
 کرنا بزرگوں کی صحبت میں رہ کر ہی میسر ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں راقم الحروف
 کی کتاب ”اسلام اور روحانیت“ کا مطالعہ بہت فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔

نہ دیا نشان منزلِ نچھے اے حکیم تو نے
 نچھے کیا نگہ ہو تجھ سے تو نہ رہ نشیں نہ راہی

واقفانہ

اُمّتِ مسلمہ کی اصلاح کی طرف مثبت اقدام

بڑے پیمانے پر اصلاحِ عوام اور (تجاویز حکومت اور درویشانِ ملت کے نام) راقم الحروف کے کامیاب تجربے کی ایما پر اور عصرِ حاضر میں لوگوں کے پریشان کن حالات کے پیش نظر وسیع پیمانے پر عوام کی اصلاح صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہر بڑے شہر میں درج ذیل سفارشات کے مطابق ہفتہ وار تربیتی کورس کا اہتمام کیا جائے۔

۱۔ حکومت کی طرف سے مراکزِ ابلاغ | سب سے بہتر نزدِ اثر اور کامیاب طریقہ ابلاغ یہ ہے کہ حکومت کی طرف سے ہر بڑے شہر میں ۵۰۰ سے لیکر ۱۰۰۰ نشست کی وسعت رکھنے والا ایک ہال ہتیا کیا جائے تاکہ گزشتہ صفحات پر بیان کردہ درسوں کا انتظام جاری ہو سکے۔ یہ بات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ محض آٹھ دنوں میں دینی جانے والے دسوں میں جتنے لینے والے اکثر لوگ نماز روزہ کے پابند ہو سکتے ہیں یہ درس محض لپا گھنٹہ روزانہ صرف سات یوم کی مدت کے لئے ہوں گے۔ حکومت کے با اختیار افسران کی خدمت میں عرض ہے کہ ایک شہر میں ایک بار اس طریقہ کو آزمائش کے طور پر جاری کیا جائے اور اگر اس کے نتائج حوصلہ افزا رہنا ہوں تو ان درسوں کی توسیع چند دوسرے شہروں میں بھی کر دی جائے ورنہ بے شک بند کر دیا جائے۔

اس طریق ابلاغ میں ایک درس گاہ کے قائم کرنے پر کوئی زیادہ خرچ نہیں ہوگا اور اگر سپیکر کرسیوں کا بندوبست ہو جائے تو محلے کی تنخواہ کا خرچ پندرہ بیس ہزار روپے مائت سے زیادہ نہیں ہوگا۔ اختیارات میں اشتہارات کا خرچ بلکہ حکومت کی ذمہ داری میں دیا جاسکتا ہے یا اختیارات اس کام کو قومی مزدوریات کے تحت معمولی رقم لے کر اس ذمہ داری کو قبول کریں۔

۲۔ متمول حضرات کی شرکت سے مراکز ابلاغ | اگر حکومت اس کا تبلیغ کو اتنے معمولی خرچ پر بھی اپنی توجہ کے قابل نہ سمجھے تو کوئی ایک اہل ثروت تاجر یا چند تاجروں کی جماعت مل کر اس خرچہ کو برداشت کریں تاکہ یہ عظیم خدمت بردار آئے ۔
 باکریاں کار ہاد شوارتست

زندگی کے حقائق کو پہچانیئے (تاکہ بند راہیں کھل جائیں)

اللہ دلوں کو اپنی طرف پھیر تلے | اللہ کا قانون ہے کہ جو جس چیز سے آرام پکڑتا ہے اُس کو اُس کے لئے بلا گردانتا ہے تاکہ انسان اپنی پسندیدہ چیز کو ترک کر کے اللہ کے دروازے کا ہوک رہ جائے چنانچہ آدم علیہ السلام نے جنت سے قرار پکڑا تو دنیا میں بھیجا جہاں ان کے لئے سوائے اللہ کی یاد کے اور کوئی شغل نہ رہا اور کہا کہ یہاں اس دنیا میں آرام سے نہ بیٹھنا اور نہ ہی کسی شے کے ساتھ قرار حاصل کرنا۔

غور فرمائیں کہ آدم علیہ السلام نے صرف جنت کے ایک درخت کو چکھا جس کے لئے معمولی حکم ہی تھا کہ اُس درخت کے قریب نہ جانا آپ نے درخت کا پھل اس لئے کھالیا کہ اس کو حرام یا مکروہ نہیں فرمایا گیا تھا اور اُن کا یہ عمل قابل مواخذہ یا عذاب بھی نہ تھا، لیکن پھر بھی اتنے بڑے پتھر کے لئے یہی کہا جاسکتا ہے کہ آپ کا اس درخت سے قرار پکڑنا اللہ کے نزدیک درست نہ تھا کیونکہ مقررین الہی ہوتے ہوئے آپ سے یہی توقع تھی جیسا کہ فرمایا حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقْرَمِينَ (نیک لوگوں کی نیکیاں بسا اوقات مقررین یا رگاہ الہی کے لئے بُرائیوں میں شمار کی جاتی ہیں) چنانچہ خواص کے لئے ترکِ اولیٰ پر بھی مواخذہ ہوتا ہے جیسا کہ مولانا روم نے فرمایا۔

عمر بود آدم دیبہ نور قدیم مٹے در دیدہ بود کوہِ عظیم
 (آدم علیہ السلام نور قدیم اللہ کا نکمے تھے اور آنکھ میں اگر ایک بال بھی پڑ جائے تو پہاڑ لگتا ہے)

آدم علیہ السلام کی اس ذرا سی بات کے متعلق ابن عربی لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی کا عیش و آرام روحِ جنت میں اُن کو میسر تھا (خاک میں ملا دیا۔ راحت اور آرام کی جگہ مشقت اور محنت مقدر میں لکھ دی گئی۔ آدم علیہ السلام کے اس قصے سے اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو یہ سبق دیا کہ جب تم میرے بندے ہو تو تمہیں کسی سے سکون حاصل کرنا مناسب نہیں (بلکہ عاشقوں کے لئے تو یہ سکون حرام ہے) کیونکہ اُن کو تو اللہ کے ذکر اور محبت سے ہی سکون ملتا ہے (اَلَا يَذْكُرُ اللّٰهُ تَطٰثِيْعُ الْقُلُوْبِ) یاد رکھو کہ صرف اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو سکون حاصل ہوتا ہے — (الرعد-۲۸)

مولانا رومؒ نے مثنوی میں اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے مجنوں کی ایک کیفیت

کو نظم کیا ہے ۔

دید مجنوں را یکے صحرا نورد در بیابانِ غمش بہ نشستہ فرد
(مجنوں کو کسی صحرا نورد نے دیکھا کہ بیابانِ غم میں رتن تنہا بیٹھا ہوا ہے)
ریگ کا غذا بود و انگشتاں قلم می نمودے بہر کس نامہ رقم
در ریت کو کا غذا اور انگلیوں کو قلم بنائے ہوئے تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی کو خط لکھ رہا ہے
گفت اے مجنوں شیدا چیست ای؟ می نویسی نامہ بہر کیست ای؟
(پوچھا اے عاشقِ زار مجنوں یہ کیا ہے یہ خط تو کس کو لکھ رہا ہے)
گفت مشق نامہ ملی ای کنم خاطر خود را تسلی می دهم

ترجمہ: کہہ کر میں سیلا کے نام کی مشق کر رہا ہوں اس طرح اپنے دل کو تسلی دے رہا ہوں)

اس مثال سے مولانا نے اس بات کو واضح کیا ہے کہ اللہ کے عاشقوں کو

خدا کی یاد کے سوا کسی شے میں سکون نہیں ملتا۔

اللہ تعالیٰ کی اس سنت کی اور بھی سیکڑوں مثالیں دی جاتی ہیں حضرت

یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام سے قرار کپڑاؤ فراق آیا اور یوسف علیہ السلام کو ایک طویل مدت کے لئے اُن کی آنکھوں سے اور جھل کر دیا چنانچہ اُن کے فراق میں سولہ گریہ وزاری اور اللہ کی یاد کے اور کچھ نہ کرتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے جب حکومت چھوڑی تو

ایک بچہ بھی چھڑا۔ بچہ جس وقت جوان ہوا تو حضرت کی تلاش میں آیا آپ سے ملاقات ہوئی تو اسے گلے سے لگایا فوراً ارشاد رسانی ہوا کہ دعویٰ محبت کا کرتے ہو اور دوستی غیروں سے کرتے ہو۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ الہی میری مدد فرما یا میری جان لے لے، چنانچہ بچہ زمیں پر گرا اور روح قفسِ عنقری سے نکل گئی۔ اسی طرح فرشتوں نے خلافت حاصل کرنی چاہی اور کہا کہ۔
 اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيْهَا رَاے خدا! تو دنیا میں انسان کو حلیفہ بنانا چاہتا ہے جو اس میں فساد کھڑا کرے گا۔ البقرہ ۳۴) تو اللہ تعالیٰ نے ان کو خلافت سے محروم کر دیا۔ شیطان نے خود کو پسند کیا اور آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اس کو جنت ہی نہیں بلکہ ایمان سے بھی خارج کر دیا۔

درج بالا تمام واقعات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے غلاموں کے دلوں کو صرف اپنی ہی طرف متوجہ رکھنا چاہتے ہیں اور جہاں کسی نے غیر اللہ کی طرف قرار پکڑا تو اس کو دنیا میں ذلیل و خوار کر دیا ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو بھی یہی حکم دیا ہے کہ جو میری طرف آئے، تو اس کی غلام بن جا اور جو تری طلب میں رہے تو اس کو تھکا دے۔ یہ مصائب اور شدائد محض اسی لئے دیئے جاتے ہیں کہ شاید انسان اللہ کی طرف رجوع کرے اور اپنے دل کو اس کی طرف پھیر دے۔

چند اسرار کی کشود | سورۃ انفطار آیت ۶ میں اللہ تعالیٰ انسان کو جھنجھوڑ کر یہ بات دریافت فرماتے ہیں کہ اے انسان کس چیز نے تجھے اپنے ربِ کیم کے بارے میں دھوکے میں رکھ لایا؟ **الْإِنْسَانُ مَا غَفَلَكَ رَبُّكَ أَتَكْسِرُ** خدا نے اس قدر عظیم نعمتیں تجھے عطا فرمیں مگر تو کس عیار کے دامِ فریب میں آکر خدا کے خلاف عظیم بغاوت کر رہا ہے۔ اگر تو خود کسی پر احسان کرے اور وہ تجھ کو اس کا بدلہ سرکشی اور بغاوت سے دے تو کیا تو اسے پسند کرے گا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تیری پیدائش اور ساخت کو یگاڑ دیتا تو کیا تجھے وہ مکی ناپسند نہ ہوتی؟ تمہارے انکار سے قیامت کا پروگرام منسوخ تو نہیں ہو جائے گا۔ قیامت کے دن ہمارے دیا تھا فرشتے تمہارے کارناموں کو حرفِ بحرف پیش کریں گے تو پھر تم کس طرح جھٹلا سکو گے یا در کھو قیامت کے دن خدا کے حکم کے خلاف کوئی دم نہ مار سکے گا

اُس روز تمہارا کیا حشر ہوگا؟ اس بات کا احساس آج کرو۔ آج ہی درج ذیل باتوں پر غور فرمائیں کہ شاید اس کے پڑھنے سے عاقبت سدھر جائے۔

۱۔ کیا انسان کو سب سے اعلیٰ مخلوق نہیں بنایا | بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ملائکہ پر غلبیت دی۔ اُن کو سجودِ ملائکہ بنایا۔ سجودِ ساحد سے لاجالہ بہتر ہوتا ہے۔ ذرا غور کرو کہ کیا فرشتوں کو آدمیوں کا خادم نہیں بنایا؟ نیز ملائکہ کو مقامِ بندگی سے آگے ترقی نہیں دی اور ان کو اپنا دوست، محبوب، روح اللہ، کلیم اللہ، ذبیح اللہ اور خلیل اللہ کہہ کر نہیں پکارا۔ فرشتوں اور دیگر مخلوق کے لئے قرآن میں اللہ کی رحمتوں، فضائل اور اکرام کا ذکر نہیں لیکن انسان کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی بے شمار تائیدوں کا اظہار کیا ہے، تو پیر ہم اُس کی نعمتوں کا شکر کیوں نہ کریں۔

۲۔ خدا نے انسان کو اپنی محبت کے لائق سمجھا ہے | جب اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ ہزار عالم میں فقط انسان کی طرف اپنی کتابیں اور رسول بھیجے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کی نگاہوں میں اُس کی محبت کے قابل ہیں ورنہ وہ یہ کلام نہ بھیجتا۔ یہ دیکھ کر اولیاء اللہ خود کو عبادت الہی پر پابند ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اتنا ہی فخر کافی ہے کہ تو نے ہم کو اپنے امر (حکم) کے قابل سمجھا۔

۳۔ بندے کو خدا سے وفا کے بغیر چارہ نہیں | بندہ غلام کو کہتے ہیں کیونکہ بندہ قیدی ہے اور بندہ عا ہوا یعنی بستہ ہے جس کے ہر دو پاؤں حلقہ زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں۔ وہ نہ تو قدم آگے رکھ سکتا ہے اور نہ ہی پیچھے۔ اُس کو اللہ نے وعدہ وعید دیا ہے۔ عام لوگ تو اللہ کے وعدہ وعید کی وجہ سے عبادت کرتے ہیں مگر خاصانِ حق نے اس کی پروا نہیں کی تاکہ وہ اُس بندے کی طرح نہ بنیں جو لاشی کے بغیر نہیں چلتا۔ اگر اللہ کی طرف سے وعدہ وعید نہ ہوتا تب بھی مالک کے ساتھ وفا کے علاوہ چارہ نہ تھا۔ حضرت شبلیؒ نے فرمایا کہ اے اللہ! اپنی پوشیدگی میں جنت اور دوزخ کو پوشیدہ کر دے تاکہ بے واسطہ پوچھا جائے۔ طبع کی پوجا تو اپنی ہی پوجا کرنے کے برابر ہے۔

اگر اللہ سب کو دوزخ میں ڈالتا اور کہتا کہ میری پوجا کرو تو اُس کی اطاعت

کے بغیر کیا چارہ تھا جب بزرگوں نے یہ سوچا تو طبع کو نکال کر اس کی اطاعت کرنے لگے۔ حضرت سر سقلی فرمایا کرتے تھے کہ الہی تو اپنی طرف سے جو بھی عذاب دے مجھے گوارہ ہے مگر حجاب کے عذاب میں مبتلا نہ کر کیونکہ حجاب نہ ہو تو ہر عذاب کو ترے ذکر اور مشاہدے کے ذریعے برداشت کرنا آسان ہے اور اگر حجاب ہے تو تیرا کرم بھی عذاب سے کم نہیں جہنم کا عذاب اسی لئے عذاب ہے کہ وہاں ترا دیدار نہیں اور اگر جہنم میں ترا دیدار ہو تو اہل جہنم کہیں جنت کی خواہش نہ کریں۔

۴۔ ایک قدم بغیر اطاعت دروغ گوئی ہے | عاشق لوگ تو جب اللہ کا وصال پاتے ہیں تو طبع نہیں رکھتے اور اس کے دروازے

کو پکڑے رہتے ہیں۔ اگر بچے کو والدین مار کر گھر سے باہر نکال دیں تو وہ پھر بھی گھر کی طرف ہی آتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ تمہارے جیسا میرا کوٹ دوسرا نہیں ہے تو پھر میں کہاں جاؤں؟ ماں بچے کو مارتا ہے تو وہ ماں کی ٹانگوں سے ہی پیٹ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عاشق ریتہ، معشوق (خدا) کی بر بات ماننا اور برداشت کرتا ہے۔ اگر مخلوق کی محبت کا یہ حال ہے تو اللہ کی محبت میں تو ایک سانس بھی بغیر اطاعت کے گزارنا اور ایک قدم بھی پیچھے رہنا دروغ گوئی کی علامت ہوگی۔

یہ افرنگی بتاں دل باختم من ز تاب دریاں بگذا ختم من
(فرنگی عیشوں کے مے میں نے دلا کا بانہ لگا دی ہے لہجہ پر تنوں کی شان شوکت پر میلا دل پگھل گیا ہے)
چناں از خویشتن بیگانہ بودم چو دیدم خویش را نشناختم من
میں (یعنی پوری قوم) خود سے اس طرح بیگانہ ہوا۔ کہ جب میں خود کو دیکھتا ہوں تو شناخت نہیں کر سکتا)
علامہ قوم سے فرماتے ہیں کلمے مسلمانوں اس لادین مغربی قوموں کی تہذیب سے گریز کر دو کیونکہ یہ لوگ اسلام کے دشمن ہیں یا پھر دیکھو کہ تم ان کی دشمنی سے آگاہ ہو پھر بھی ایسی قوم کی تہذیب کے کیوں مداح بن گئے ہو۔

لیکن از تہذیب لا دینے گریز زانکہ او باہل حق دارد ستیز
(اس لادین کی تہذیب سے گریز کر دو۔ کیونکہ وہ اہل حق سے جنگ آزمایہ ہے)
فتنہ با این فتنہ بردار آورد لات و عزای در حرم یاز آورد
(اس فتنہ پرورد نے لٹی فتنے پیدا کئے ہیں۔ لات و عزای جیسے بت پھر سے حرم میں داخل کر دیئے ہیں)

۵۔ دنیاوی عیش کی خاطر خدا سے منہ موٹ لیتے ہو | اس دار فانی میں آنے والے ہر شخص کی سوچ کا انداز تقریباً ایک ہی معیار زندگی کے ارد گرد گھومتا ہے۔ ہر کوئی چاہتا ہے کہ وہ خود اور اس کی اولاد، اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد، اعلیٰ معیار کی ملازمت یا کاروبار کے ذریعے اس دنیا میں عزت اور وقار حاصل کر سکے خواہ اس کی خاطر خدا کی یاد سے انحراف ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ اس کی وجہ غالباً یہی ہے کہ اس جہاں میں ایسے لوگوں کو بھی خوش قسمت تصور کیا جاتا ہے جو صاحب اختیار ہوں اور جن کو زندگی میں ہر قسم کی سہولت میسر ہو۔ اس طرز زندگی کا منہ ہر شخص سے خواہ وہ یہود، نصاریٰ، ہندو سکھ یا بدھ مت سے ہی تعلق کیوں نہ رکھتا ہو۔ مال و زندگی کی چمک اور دمک نے ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ اس مال و زر کی چاہت اور بہتات کی دوڑ کا نقشہ ملت اسلامیہ کے چراغ کے بیان میں تصحیدِ رد کے عنوان سے پیش کیا جا چکا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ ہم میں سے تقریباً ہر شخص شیطان کے اثر سے رونا ہونے والے حالات سے کم و بیش متاثر ہو چکا ہے اور فرامین الہی سے قطعاً قائل ہو گیا ہے۔ پوری قوم الا ماشاء اللہ مغربی تہذیب کی پرستار ہو چکی ہے۔

ان حالات میں گرفتار شدہ لوگوں کا مال و زر کی پوچھ سے باہر نکالنا ایک بہت مشکل امر ہے۔ جب پورا معاشرہ بد اخلاقیوں کے سیلاب کی زد میں آجائے تو پوری قوم کا اس سے باہر نکالنا کسی بنی یا جلیل القدر مجتہد کی اسباب آمیز انتھک کوششوں کا محتاج ہوتا ہے۔ اس قحط الرجال کے زمانے میں آج بھی خال خال لوگ ایسے نظر آتے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اس دنیا کا عیش اور آرام ایک مسلمان کو کسی طرح زیب نہیں دیتا، اولاً تو اس لئے کہ یہ دنیا مسلمان کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے اور عیش و عشرت کا مقام تو جنت ہے اس دنیا میں عیش متصور نہیں تھا نیا جب پوری قوم غربت، ذلت اور قہرِ ذلت میں غرق ہو تو ایک غیرت مند مسلمان کے لئے عیش و عشرت کا تصور کرنا بھی جائز نہیں بلکہ ہمارے لئے ایسی رغبت کا ہونا تو ماتم کا مقام ہے۔ ثالثاً یہ کہ قرآن کے سائل اور محروم کو ہمارے مال میں حق دیا ہے (دیکھئے سورہ الذاریات آیت ۱۹) اور ہمارے متمول طبقے پر یہ فرض عائد کیا ہے کہ ایسا نظام قائم کرے کہ جس میں تنگی مال اور اہل عسرت کو ان کے

قدموں پر کھڑا کیا جائے اور یہ زائد از ضرورت مال اس تنظیم کو چلانے پر صرف کیا جائے۔
 رابعاً یہ کہ جائز ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے بعد عیش و عشرت کی زندگی پر مال صرف کرنا
 مسلمان کی شان کے شایاں نہیں۔ ایک مسلمان کو متعدد صاحب فن، مجاہد، چاک و چونید اور
 قوم و ملک کا معمار ہونا چاہیے۔ شاہی ٹھاٹھ سے زندگی بسر کرنا تو اس کے لئے کارِ ذلت ہے۔
 خامساً یہ کہ ہر مسلمان یہ سوچے کہ اُس کی عیش و عشرت کی زندگی اُس کو کہاں لے جائے گی۔ ظاہر
 ہے عیاش لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ جو لوگ اپنے دین کو بھلا کر محض عیش و عشرت میں مبتلا ہیں
 ان کا حشر تو قرآن اور حدیث سے واضح ہے لیکن وہ اہل ثروت لوگ جو خدا کی یاد سے غافل نہیں
 اور وہ "وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْزُومِ" کو پیش نظر رکھتے ہیں (یعنی ان کا اجتماعی
 عمل ایسا ہے کہ وہ محروم لوگوں کی محرومیت کو ختم کرنا چاہتے)۔ وہ اس گروہ سے خارج ہیں۔

کس نہ گرد در جہاں محتاج کس نقطہ شرع میں ہیں اس استدلال

(کوئی شخص دنیا میں کسی کا محتاج نہ ہو شرع میں سے ایک ہی نقطہ پنہاں ہے)

مال و دولت کا حق ادا کرنا اور اس کو صحیح جگہ پر صرف کرنا اور مال کی آفات سے بچنے کے
 لئے ایک باب اس کتاب کے دوسرے حصے میں دنیا اور اس کی آفات میں ملاحظہ فرمائیں احادیث
 میں ہے کہ ایسے مالدار جو مال کا حق ادا نہ کرتے تھے قیامت کے دن اپنا منہ چھپاتے پھر میں
 گئے اہل عقل کے لئے لازم ہے کہ چند ٹکوں کے حاصل کرنے کے لئے نماز و روزہ جیسی عظیم عبادتوں
 کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

۶۔ جو خدا کو بھلا دے خدا اس کو بھلا دیتا ہے | قرآن بار بار اس بات کی طرف اشارہ

کرتا ہے کہ اگر تم اس دنیا میں خدا کو بھلا دو گے تو خدا تمہیں اپنی نظروں سے گرا دے گا اور تمہاری طرف اُس کی نظر کرم نہ اُٹھے گی۔
 (دیکھئے سورہ عرف آیت ۵۱ اور سورہ لہ آیت ۲۴ تا ۲۶) سورہ الاعراف (آیت ۴۰)
 میں ہے کہ جنہوں نے ہماری آیتوں کو بھلایا اور تکبر کیا، اُن کے لئے آسمانوں کے دروازے
 نہیں کھولے جائیں گے۔ اور وہ جنت میں داخل نہ ہو سکیں گے جب تک اونٹ سوئی
 کے نلکے سے گزرنے سکے گا۔ اسی سورہ کی آیت ۵۱ میں ہے کہ جن لوگوں کو اس دنیا نے فریب

میں مبتلا کر دیا تھا اور انہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنالیا تھا سو انہیں آج (قیامت کے دن) ہم فراموش کر دیں گے۔ سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۷۲ میں ہے کہ جو شخص اس دنیا میں اندھا بنا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی ہوگا اور اس کی طرف نظرِ امتعات نہ کی جائے گی۔ جن لوگوں کی طرف قیامت کے روز خدا کی نظرِ عنایت نہ ہوگی ان پر خدا کا قہر کا عذاب ہوگا لہذا اس رسوائی کا سامنا کرنے سے بہتر یہی ہے کہ آج اس دنیا میں نماز کے لئے آدھ گھنٹہ روزانہ مخصوص کرتے ہوئے پانچ وقت کی نماز پڑھ لی جائے نماز اس لئے اہم ہے کہ رفتہ رفتہ یہی نماز باقی تمام فرائض اور واجبات کی طرف لی جائے والی سیر میں بن جائے گی جو انسان کو نہایت بلند مقام پر کھڑا کر دیتی ہے۔

اگر پیرمغاں دردِ لا الہ دارد کجا نگاہ کہ بر بندہ تزلزل آداست
(اگر پیرمغاں لا الہ کا درد رکھتا ہے تو کہاں ہے وہ نگاہ جو ایسی نگاہ سے زیادہ تیز ہو)
یہ قیامت کے ہولناک منظر سے بچاؤ

پچاس ہزار سال جتنا طویل ہوگا لیکن نیک مسلمان کے لئے یہ وقفہ ایسے گزر جائے گا جیسے کہ اس نے چار رکعت نماز کی نیت کی ہو اور نماز کے ختم ہونے تک اس کے لئے وہ دلی بھی ختم ہو جائیگا۔ اگرچہ قیامت کے روز سخت گرمی کا دن ہوگا اور اس دن سوائے خدا کے اور کوئی چیز سایہ نکلے نہ ہوگی لوگ سخت پریشان ہوں گے لیکن نو قسم کے لوگ اس روز بھی اللہ کے سلسلے میں ہوں گے جن میں سے ایک قسم ان نمازیوں کی ہے جو ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرتے ہیں اور دوسری قسم ان لوگوں کی ہوگی جو اللہ کی عبادت میں اپنی جوانی خرچ کرتے ہیں بخور فرمائیں کہ ایک دن میں صرف آدھ گھنٹہ کے لئے نماز ادا کر لے یہ کیا مقام دیا جا رہا ہے۔

احادیث میں ہے کہ کچھ لوگ قیامت کے دن جب اٹھیں گے تو ان کی قبروں پر نہایت تیز رفتار براق کھڑے ہوں گے اور وہ اس پر بیٹھ کر جنت میں پہنچ جائیں گے جبکہ باقی لوگ ابھی حجابِ کتاب میں مشغول ہوں گے۔ دُشٹے ایسے لوگوں سے پوچھیں گے کہ تمہارا حساب مکمل ہو گیا اور تم پھر اراط سے گزراؤ ہو؟ وہ کہیں گے کہ ہم نے نہ تو پل صراط ہی کو دیکھا ہے

اور نہ ہی حساب کتاب دیکھا ہے فرشتے دریافت کریں گے کہ تم کون لوگ ہو اور کیا عمل کرتے تھے وہ کہیں گے کہ ہم اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں اور ہم وہ لوگ ہیں جو دنیاوی زندگی میں اپنے ہر حال میں شکر گزار رہتے اور خلوت اور جلوت میں ایک جیسے عمل کرتے تھے (شکر گزار کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی نعمتوں کا اُس کی اطاعت گزاری سے شکر کرتے تھے اور ان کے اعمال خلوت اور جلوت میں ایک جیسے ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کے لئے عمل کرتے تھے نہ کہ دکھلاوے کے لئے)

مسلمانو! ذرا سوچو کہ اتنی بڑی سعادت محض ذرا سی اطاعت الہی کے عوض میں دی جا رہی ہے اور ہم اس کو حاصل کرنے کے لئے دن بھر میں آدھ گھنٹہ بھی نمازوں کے لئے وقت مخصوص نہیں کر سکتے حالانکہ لغو اور فضول کاموں پر روزانہ گھنٹوں صرف کر دیتے ہیں۔

اس سے زیادہ بد بختری اور کیا ہوگی؟

- ۱۔ کہ اللہ تعالیٰ تو نماز قائم کرنے والے کی ہر شے کو اپنی ذمہ داری میں تحویل کرنے کا وعدہ کرے اور ہم پھر بھی نماز ادا کرنے کی پرواہ نہ کریں۔
- ۲۔ کہ اللہ تعالیٰ تو باقاعدگی سے نماز ادا کرنے والے کے لئے رزق، عمر اور مال میں برکت عطا کرنے کا وعدہ کرے اور ہم پھر بھی اس کی پرواہ نہ کریں حالانکہ اس انکار کی وجہ سے ہم ان برکات سے محروم رہتے اور سخت تکالیف میں مبتلا رہتے ہیں۔
- ۳۔ کہ اللہ تعالیٰ تو نماز قائم کرنے والوں کو مصائب، آفات، بلاؤں، امراض سے چھٹکارا دینا چاہے لیکن ہم ان آفات اور بلاؤں میں گرفتار ہونے پر واویلا بھی کرتے رہیں مگر نماز ادا کرنے کی طرف دھیان ہی نہ کریں۔ یہ بات پہلے کئی بار بیان ہو چکی ہے کہ ان مصائب میں صرف وہی لوگ گرفتار رہتے ہیں جو خدا کے احکام سے بعادیت کرتے ہیں۔ راقم الحروف کے پاس جس قدر

بیمار یا مصیبت زدہ لوگ آتے ہیں ان میں سے ۹۸ فیصد لوگ بے نمازی پائے جاتے ہیں اور جو بقیہ نماز روزے کا اہتمام شروع کرتے ہیں تو ان کے تمام معائب دور ہو جاتے ہیں۔

۳۔ کہ احادیث میں نمازیوں کے لئے تنگدستی کے دور ہونے، قیر کا عذاب، ہٹا لینے قیامت کے دن اعمال کے کا دایں ہاتھ میں دیئے جانے، پل صراط پر سے آسانی سے گزرنے اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہونے کا وعدہ کیا گیا ہے لیکن ہم ان تمام انعامات کو ٹھکراتے ہوئے نماز ادا کرنے کی طرف اپنی توجہ مبذول نہیں کرتے۔

۴۔ مرد بے حوصلہ کرتا ہے زمانے کا لگہ بندہ تر کے لئے نشتر تقدیر ہے نوش و خوشگوار چیز۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کی نماز نہیں اُس کا کوئی دین نہیں اور نہ ہی اُس کا اسلام میں کوئی حصہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کو ترک نہ کرنا خواہ عالاہ و شوار گزراں سی کر دیتے جائیں کیونکہ جو نماز کو ترک کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ اُس سے اپنی ذمہ داری ہٹا لیتا ہے اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اُس سے غضبناک ہوتا ہے۔ لیکن یہ سب معلوم ہوتے ہوئے بھی ہم خدا اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام باتوں کی پروا نہیں کرتے انسان کے کلام کو جھٹلا دیتے ہیں۔

۵۔ کہ ہم جانتے ہیں کہ بے نمازی کو قبر میں سانپ، کیڑے مکوڑوں اور آگ کا عذاب دیا جائے گا حساب کتاب سختی سے لیا جائے گا، قیامت کے روز سب سے پہلے نماز کے متعلق سوال کیا جائے گا بے نمازی کو ذیل درسا کر کے جہنم میں دھکیل دیا جائے گا پھر بھی ہم خدا اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ان باتوں پر تعین نہیں رکھتے اور (پورے دن میں آدھ گھنٹہ) پانچ نمازوں کے لئے وقت نکالنا پسند نہیں کرتے کیا خبر ہے کہ جاں کب ٹکل جائے اور شاید آج کا دن ہی تمہارا آخری دن ہو اور شاید تو بیا اور رجوع کی نوبت ہی شطے اسٹے آج سے تو بہ کرو۔ مسلمانوں! ذرا سوچو تو یہی کہ تم کس قدر خسار کے سودے میں مبتلا ہو

اور ان نعمتوں کو ٹھکرا کر دنیا اور آخرت کے عذاب میں مبتلا ہونے کے لئے بخوشی رضا مند ہو۔ کاش اگر تم ذرا غور سے سوچو تو اس سے زیادہ خسارے کا سودا کوئی اور نہیں ہو سکتا کہ اس چند سالہ زندگی کے آرام کی خاطر تم خدا کے غضب کو دعوت دے رہے ہو اور آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ

رہنے والی زندگی کو داؤ پر لگا رہے ہو۔

۷۔ کہ ہم جانتے ہیں کہ بے نمازی کا جہنم قبر میں پہنچنے کے چند دنوں بعد پھٹ جاتا، گل سڑ جاتا ہے اور آخر کچھ سالوں کے بعد ہڈیاں بھی قبر سے باہر نکال کر پھینک دی جاتی ہیں لیکن پھر بھی ہم نماز کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ نیک اور نمازی مسلمانوں کا جہنم ہزاروں سال تک بھی قبر میں جوں کا توں سلامت رہتا ہے، اس کی قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے اور جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دی جاتی ہے مگر افسوس ہے اس شخص پر جو اللہ کے ان انعامات کی پرواہ نہیں کرتا اور اس کے برعکس اس بات پر رضامند ہے کہ بے شک اس کے جہنم کو کیڑے کھا جائیں یا ہڈیاں چور ہو جائیں لیکن وہ نماز نہیں ادا کرتے گا۔

۸۔ کہ جو لوگ نماز ادا کرتے ہیں ان کے چہرے قیامت کے دن روشن ہوں گے اور بے نمازیوں کے چہروں پر، ذلت، سوائی اور خدائی قبہ کی ظلمت ہوگی اور پھر بھی ہم نماز کے لئے دن میں آدھ گھنٹہ بھی نکالنا پسند نہیں کرتے۔

۹۔ کہ جو لوگ ٹھیک ٹھیک نماز ادا کرتے ہیں اور کباثر سے بچتے ہیں وہ اللہ کے دوست ہیں نماز میں خدا ان کے سامنے آ جاتا ہے، فرشتے ان کو گہیرے میں لے لیتے ہیں، ان پر نہ دنیا میں عذاب ہوگا نہ آخرت میں، وہ خدا کے ولیوں اور عاشقوں میں اپنے اعمال کے معیار کیطابق شمار کئے جائیں گے خدا ان پر فخر کرے گا، خدا کی طرف سے ان پر سلام بھیجا جائے گا، دنیا اور آخرت میں فرشتے ان کے خادم ہوں گے، معرفت الہی کا مشعل ان کے ہاتھوں میں ہوگی، دنیا میں ان کی نماز انکو غیظانی، متکندوں سے محفوظ رکھے گی، نماز قبر میں ان کے لئے روشنی کا ذریعہ اور دل کا نور بنے گی، قبر میں قیامت تک ان کی غواہ بنے گی اور پل صراط کے لئے پروانہ کہ ہدایت کی بنے گی، اور بالاخر ان کو جنت میں داخل کرے گی مگر یہ سب کچھ معلوم ہوتے ہوئے بھی مسلمان کی بھاری اکثریت نماز سے بے خبر ہے بلکہ بیزاری کا اظہار کرتی ہے۔

مسلمانوں! نماز اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کی

محض برکات اور فضائل کو ہماری تصنیف ”روح نماز“ میں سارے سات سو صفحات کی ضخامت میں بیان کیا گیا ہے۔ خدائے تعالیٰ اس کی قدر کو واحد نماز سے اپنی دنیا اور دین کو

مزمین کو ویرا غور کرو کہ جس کو یہ تمام فضائل (دن بھر میں صرف آدم گنہگار) نصیب ہو جائیں تو اس کے لئے اس سے بڑا اور کیا شرف ہو سکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا بھر کا مال و دولت بھی عطا کر دے تو اس کے مقابلے میں ایک مسلمان کے لئے دو نوافل کا ادا کرنا بدرجہا بہتر ہے۔ کاش اس غیر مخفی راز پر مسلمان غور کریں کہ انہیں یہ خیال کرے کہ ہم دنیا بھر کے لئے دنیا جاتی رہے گی۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ دنیا تو قدموں میں چلی آئی ہے۔ اگر ہم اپنے اسلاف پر نظر کرتے ہیں تو کیا اس حقیقت سے مطمئن نہیں ہو جاتے کہ واقعی ساری دنیا ان کے قدموں تلے چلی آئی تھی۔

ایک اچھے مسلمان کی صفات

جفاکشی مسلمان کی شان ہے مگر اللہ اور اس

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا مندی حاصل کرنے کی راہ میں کچھ مشکلات پیدا ہو جائیں تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ ان مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کیا جائے۔ آپ کی نظر ان لوگوں پر ہونی چاہیے جو بہت بڑے عہدوں پر فائز ہو کر بھی حرام مال کو اپنے گھر میں داخل نہیں ہونے دیتے اگرچہ وہ تنگی اور عسرت سے گزارہ کر لیتے ہیں لیکن اپنے غلام اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کو حاصل کئے ہوئے ہیں اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کافران ہے وَمَنْ شِطَعَ اللَّهُ ذَرْبًا سَوْفَ لَهُ فَقْدٌ فَإِنَّ قَوْمًا يَعْتَمِدُوا رَأْسَهُمْ شَخْصَ اللَّهِ تَعَالَىٰ وَرَأْسَ الْكَافِرِ مَاتَا

ہے تو وہی شخص حاصل کرتا ہے بہت بڑی کامیابی (احزاب ۷۱)

۱۔ تھوٹی شان و شوکت سے بے نیازی کا روتہ اختیار کیا جائے کیونکہ اس میں نہ تو کوئی عزت ہے اور نہ شان و شوکت ہمارا مقصود خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی ہے اگر ان کو راضی کر لیا جائے تو اس کے مقابلے میں لوگوں کی آمادگی کیا حیثیت ہے عظیم لوگوں نے کبھی عارضی شان کو اہمیت نہیں دی اور اپنے کام کی طرف اپنی توجہات کو مرکوز رکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بچے پرانے اور پتھر طوں میں ملبوس ہوتے مگر ان کی شان یہ تھی کہ قیصر و کسریٰ کے شہنشاہ بھی آپ کو دیکھ کر کانپتے تھے۔ کسی کا رعب لباس سے نہیں بلکہ کردار سے ہوتا ہے۔ لباس کا رعب تو مصنوعی اور کچھ دیر کے لئے ہوتا ہے۔

۲۔ مومن کی اسی میں ہے امیری اللہ سے مانگ یہ فقیری یاد رکھیں کہ جو اللہ کا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے۔

۲۔ قومی وقار کا تحفظ یہ تحفظ اُسی وقت ممکن ہے کہ اگر ہر فرد ان تمام حرکات سے اجتناب کرے جو قوم، ملک اور اسلام کی تذلیل اور تحقیر کا باعث ہو یا درگھیں کہ ایک پھلی سارے جل کو گندرا کرتی ہے جو لوگ چند ٹکوں کی خاطر غلط انداز امور میں الجھ جاتے ہیں وہ اسلام کے نام پر ایک کاری ضرب لگاتے ہیں۔

لازم ہے ہر شخص خود کو اسلام کا مبلغ اور دین کا سپاہی تصور کرے اور اپنے دائرہ اقتدار کے مطابق نسل پرستی، ملک پرستی اور مطلب پرستی کی خلاف ورسی توفیق جہاد کرے اور دفاعی اداروں میں شریک کرے تاکہ عوام کی حالت کے بدلتے میں بھرپور کردار ادا کر سکے۔

۳۔ نیک لوگوں کی صحبت کا اختیار کرنا نیک کردار کا ضامن ہے خوش گیسوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے دین اسلام اور مفید علوم کی کتابوں کا مطالعہ کریں اور نیک لوگوں کی صحبت سے نیک علوم حاصل کریں۔

دل ز دیں سر چشمہ ہر قوت است دیں ہمہ از معجزات صحبت است
(دین کے سبب دل ہر طاقت کے لئے ایک چشمہ ہے دین سائے کا سارا صحبت کا ہی کرشمہ ہے)
۴۔ علم و فن کی کما حقہ خدمت میں قوموں کی عظمت اور عروج کے راز یہاں ہیں۔ کس کمال گن کہ عزیز جہاں شویٰ کے مصداق ہر شخص اپنے دائرہ فن میں کمال حاصل کرنے کی سعی کرتا ہے قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے دنیائے علوم میں جو راہنمائی کی ہے اُس کی مثال اب تک نہیں ملتی۔ ہر سطح کا مسلمان اپنے دائرہ فن میں تحقیقاتی جائزے پیش کرے۔ یہاں تک کہ اس سے پوری دنیا کے لوگوں کی خدمت میں اپنی مثال قائم کیے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں نے

غیرت ہے بڑی چیز جہاں بگ دو میں	پہناتی ہے درویش کو تاج سہارا
افراد کے ہاتھوں میں اقوام کی تقدیر	ہر فرد ہے ملت کے مقدّر کا ستار
دیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت	ہے ایسی تجارت میں مسلمان کا خمار
تقدیر اہم کیا ہے؟ کوئی کہ نہیں سکتا	مومن کی فراست ہوتو کافی ہے اشار

آئیے دنیا کی حقیقت پر غور کریں

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اولیاءِ عظام کا اظہارِ خیال)

معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا یہ ہے کہ کوئی خدا اور اس کے احکام سے غافل زندگی بسر کرے نہ کہ بال بچوں کا پالنا اور ان کے لئے رزق کمانا۔ مسلمان اگر تابعِ فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو اس کا ہر عمل عبادت ہے اور اگر آپ کی اتباع سے غافل ہے تو اس کا کوئی نیک عمل بھی قابلِ قبول نہیں۔ ایک ہاتھ میں دین اور ایک ہاتھ میں امورِ دنیا کو لے کر چلنا عین مردانگی ہے اور اسلام ہم سے اسی بات کا تقاضا کرتا ہے۔ لہذا مناسب ہو گا کہ ہم معلوم کر سکیں کہ دنیا کی حقیقت کیا ہے اور اولیائے اسلام نے اس دنیا میں اپنی زندگیوں کو کس انداز سے گزارا۔ چند نکات پیش خدمت ہیں۔

۱۔ انسانی قوتِ مہنتات کو چاہتی ہے | اس معنی میں قرآن کی بہت سی آیات قابلِ غور ہیں لیکن اگر صرف سورۃ النکاح کا ہی مطالعہ کریں تو

معلوم ہو گا کہ انسان پیدا ہونے سے لیکر مرتے دم تک مال کی کثرت اور مہنتات کا مرض میں گرفتار رہتا ہے اور آخر کار اس کی زد میں آنے والے لوگ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالیتے ہیں، گو آج ان کو جہنم میں جانے کا خیال نہ آتا ہو گا مگر مرنے کے بعد وہ جہنم کو یقین کی آنکھ سے دیکھ لیں گے۔ خوراک کا مقام ہے کہ اگر دنیا کے کاموں کو ہم عبودیت کے ساتھ مکمل کریں تو بجائے جہنم میں جانے کے ہم انعاماتِ خداوندی کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ ملک الموت جب مسلمانوں کی روح قبض کرتا ہے تو وہ خدا کو جا کر کہتا ہے کہ یا اللہ مجھے مسلمانوں کی روح قبض کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے کیونکہ ان کے پلے میں کوئی عمل نہیں ہوتا۔ اس سے زیادہ ملک الموت کو اس بات پر شرم ہوتا ہے کہ خود مسلمان کو اس بات پر شرم محسوس نہیں ہوتی کہ وہ ساری عمر کوئی عمل پیش نہیں کر سکا۔

ع شہیدِ مرگ بایں دعاں چنین گفت کہ چہ بے تم جہنم اں کو گل برآید
میں نے سنا ہے کہ ملک الموت اللہ سے اس طرح کہتا ہے کہ اس گل کے پتلے کی آنکھیں کتنی بے تم ہیں (بجیلا)

۴۔ چوں جان او بگیم شرمسارم ولے اور از مردن عار ناید
 رجب اُس کی روح قبض کرتا ہوں تو شرمندہ ہوتا ہوں لیکن اُس کو مرتے دم بھی شرم نہیں آتی (حقیقت دنیا مجدد الف ثانی کی نظر میں)

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مکتوبات شریف میں فرمایا ہے دنیا آرائش اور ابتلا (کٹناٹش) کا مقام ہے۔ اس کے ظاہر کو مختلف ملمع سازوں اور زینتوں سے آمستہ کیا گیا ہے۔ اس کی صورت کو موبہوم خال و خط اور زلف و رخسار سے خوبصورت کیا ہے۔ اسے دیکھنے میں شہینہ، طراوت اور تازگی کا خیال آتا ہے لیکن حقیقت میں عطر لگا ہوا مُردار، مکھٹیوں اور کپڑوں سے بھرا ہوا نجس قاتل اور زہر سے لبریز شکر ہے اس کا باطن ہر اس خراب ادا بہتر ہے اس کے معاملے کی گندگی جتنا تم خیال کر سکتے ہو، اس سے بھی بدتر ہے اس دنیا پر فریفتہ دیوانہ اور مسحور ہے۔ اس کا گفتا مجنون اور فریب خوردہ ہے، جو اس کے ظاہر پر فریفتہ ہو گیا وہ نقصان ابدی کے ساتھ داغدار ہو گیا جس نے اس کی جلالت کے اوپر نظر کی، دائمی ندامت اور شرمندگی اُس کے حصے میں آئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا اور آخرت دو سو کنوں کی طرح ہیں، اگر ایک راضی ہو جائے تو دوسری تاراعن ہے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دنیا وہ ہے جو تمہارے خدا سے دور کر دیتی ہے، بیوی بچے، مال و جاہ و سرداری اور ہوا و لعب میں خدا کی یاد کو ترک کر کے مشغول ہونا سب دنیا میں داخل ہے، اگر خدا سے غفلت نہ ہو تو بیوی بچے اور کسب معاش میں عبادات ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بندے کے اعراض کرنے کی علامت یہ ہے کہ تہذیب لایعنی کاموں میں مشغول ہو جائے، دنیا کی چیزوں کو صرف ضروریات کی حد تک اہمیت دینا چاہیے۔ انسان اللہ کے احکام کی بجائے آوری کا پابند رہے۔ اسے شتر بے ہمار کی طرح کھلا نہیں چھوڑا گیا ہے کہ جو دل آئے کرے، غور و فکر سے کام لینا چاہیے ورنہ کل قیامت کو سوائے خسار سے کچھ بھی باقی نہ آئے گا۔ کام کرنے کا وقت جوانی ہے اور جوانمردی یہی ہے کہ اپنی جوانی کا وقت ضائع نہ کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے اقل من الدنيا وتعيش حراً۔ (دنیا کے مال و منافع سے تھوڑی چیز حاصل کر اور ایک آزاد مرد کی طرح زندگی بسر کرو)۔

مختلف احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی اچھا ہو تو مال بھی اچھی چیز ہے۔ مال کا بالکل نہ ہونا یا بہت کم ہونے پر انسان اللہ تعالیٰ سے شکوے کرتا اور بعض حالات میں گناہوں پر دلیر ہو جاتا ہے اور کفر کی حالت تک پہنچ جاتا ہے۔ مغلی سے بڑے کفر آتی ہے سوائے اُن کے جن کا ایمان مستحکم ہو غریب یا درہم اور دنیا کا غلام نگوں سار ہوتا ہے اور جو شخص جس کی تندرستی میں ہو وہی چیز گویا اُس کی خدا ہے (مَنْ اتَّخَذَ إِلَهًا هَوَاهُ) فرمایا دنیا مردار اور اس کا طالب گناہ ہے۔ جس کو صبح سویرے آنکھ کھلتے ہی دنیا کی دھن سوار ہو جائے اُس کا شمار مردانِ خدا میں نہیں ہوتا۔ اہل مال و دولت (عیاش) آپس کے بدترین امتی ہیں۔ اُن کا پیٹ تھوڑے سے نہیں بھرتا اور بہت پر بھی قانع رہنا محال ہو گا فرمایا اِنَّ الْاَقْبَارَ يُؤْمَرُ الْقِيَمَةُ اَلَسَدَ اَمَّةٍ رَبِيْكَ اَمَرْتَهُ رُوْزِ قِيَامَتٍ بِحُزْنٍ تَدَامَتُكَ اَوْ كَچھ حاصل نہیں یعنی جس نے مال غلط جگہ خرچ کیا خیر یا دنیا کی محبت اور اللہ کی محبت اور دینی صلوات ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی عبادت کا پتہ یہ ہے کہ ذکر الہی قلب انسان پر غالب ہو جائے اور ماسوائے اللہ سے بے نیاز ہو جائے اور یہ مالدار کے لئے ناممکن ہے۔ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ فقر ادا مرا سے پانچ سو سال پہلے جنت کے ایسے مقامات میں پہنچیں گے جو صرف پیغمبر درویش، مومن درویش اور شہید درویش کو ملتے ہیں اور فقیر کا ایک بار تسبیح پڑھنا ایسی ہی تسبیح کے ساتھ دس ہزار دنیا و صدقہ دینے سے بھی زیادہ ثواب اور درجہ رکھتا ہے۔ ہماری تصنیف "تہذیب نفس میں نیا دوستی کے خلاف کافی تفصیل شامل کر دی گئی ہے۔

۳۔ اپنی بساط سے زیادہ کی آنگ

مسلمانوں کی اسلام سے دہری کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ہر چھوٹا بڑا اور امیر و غریب اپنا

معیار زندگی اپنی بساط سے بلند سطح پر برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ لباس، رہائش اور زندگی کے دیگر شعبوں میں بڑھ چڑھ کر خرچ کرنا عام انسانوں کی آنگ ہے۔ جب کوئی برائی عام ہو جائے تو یہ کسی ملک کے معاشرے میں شامل ہو جاتا ہے اور طوعاً و کرہاً ہر گروہ کے لوگوں کیلئے ضروریات زندگی کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ ایسی بندشوں کو توڑنا قوی انقلاب لانے کا درجہ رکھتا ہے۔ مثلاً جہز ایک ایسی لعنت ہے جس کو ختم کرنا ایک بہت بڑے عظیم مصلح کے علاوہ

کسی کے بس کی بات نہیں۔ یہ ناجائز اخراجات ہزاروں قومی بُرائیوں کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ ایسی غیر ضروری رسوم کو پورا کرنے کے لئے لوگ سات دن جائز و ناجائز پیسہ کمانے کی ہم میں مصروف رہتے ہیں اور آخر کار اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چند ٹکوں کی خاطر نماز اور روزہ جیسی عبادتوں کو بھی خیر باد کہہ دیا جاتا ہے۔

ایسے اخراجات کو جو ہمارے معاشرے کا حصہ بن گئے ہیں قطعاً ترک کرنا تو صرف صاحب ہمت اور اہل عزم کا حصہ ہے البتہ عام سطح کا انسان ان رسوم کی ادائیگی میں تخفیف ضرور کر سکتا ہے۔ ایسی جرات مندانہ تخفیف رفتہ رفتہ ان رسوم کی سیخ کنی کا سبب بن سکتی ہے۔ جہاں تک ہو سکے سادگی کو اپنایا جائے اور لوگوں کو یہ سمجھایا جائے کہ یہ تمام باتیں جلی وقار اور جھٹی عزت سے متعلق ہیں جنہیں خیر باد کہنا ہی قرین عقل ہے۔

اپنے اسلاف سے کچھ تو سیکھیں!

(تم نے مغربیت سے اپنی آنکھوں کو خیر و کیا ہے تو شرقی سے امیر نے دلے سوچ کو بھی دیکھو)

اسلام ایک ایسا قابل عمل مذہب ہے جو ہر ملک، وقت اور حال کیلئے نوزائش کرتا ہے۔ ہمارے بزرگوں نے اپنی زندگیوں کو اس انداز سے بسر کیا ہے کہ جس پر چل کر دونوں جہانوں کی فلاح ممکن ہے لیکن انہیں اسے کہ آج کا مسلمان اپنے اسلاف کی زندگیوں کا مطالعہ نہیں کرتا بلکہ یہودی نصاریٰ کے اسلوب زندگی پر نظریں جمائے ہوئے ہے، یہی وجہ ہے کہ آج ایک معمولی اور کم آمدنی والا شخص بھی خود کو ایک لارڈ کی حیثیت میں دیکھنا چاہتا ہے اور اپنی اس خواہش کی تکمیل کیلئے بہترین حصول دنیا میں مشغول نظر آتا ہے۔ ان لوگوں کی بد نصیبی کی انتہا یہ ہے کہ یہ مغرب زدہ مسلمان اس حصول دنیا کی دوڑ میں اپنے دین کو ذرا موثر کر چکا ہے۔ مگر پھر بھی حصولِ مراد میں کامیاب نہیں ہوا۔ ایسے لوگوں کی مثال ایسی ہے کہ انکو نہ تو دنیا ہی ملتی ہے اور نہ خدا کو منہ دکھانے کے قابل رہ جاتے ہیں۔ آج کے مسلمان کی تمام ہمت کا حل صرف اسی بات میں ہے کہ اللہ کے ساتھ اپنے تعاون کو استوار کر لے اور اس کی مدد سے تمام ہمت زمانہ کو خدا کے بتائے ہوئے طریقوں سے مسخر کرے جیسا کہ علامہ اقبالؒ

نے مومن کی شان میں کہلے سے

از قم او خیزد اندر گور تن مردہ جان ہا چو صنوبر در چمن
(اس کے لفظ قم سے قبر سے مردہ اٹھ جاتا ہے اور مردہ جانوں کو ایسے کر دیتا ہے جیسے چمن میں صنوبر کا ^{دھرت}
آزمايد صاحب قلب سليم زور خود را از مہمات عظيم

(ایسے قلب سليم والا شخص اپنے زور کو آزماتا ہے، بڑی بڑی مہمات کے سر کرنے سے)
اسلاف کی ایک مثال ہمارے اسلاف کی زندگیاں ہمارے لئے مشعل راہ ہیں اگر

اپنی نیت اور طریقہ کار کو درست کر لیا جائے تو ان بزرگوں کی زندگیاں سے راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اگر ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی کے متعلق غور کریں تو معلوم ہو گا کہ آپ کے دور حکومت میں پورا عرب شام، عراق، مصر، ایران، افریقہ کا کچھ حصہ، ترکی اور یونان کی حدود تک اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔ روم کے بادشاہ آبجی ہیبت سے کانپ جاتے اور کسی کو دم مارنے کی جرئت نہ تھی۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی ذات مبارکہ ایسی مملکت کی سربراہ تھی جیسے کوئی دنیا کی سربراہ کی طرح ہوا۔ ان کے مقابلہ میں دوسری مملکتوں کے سربراہ کوئی وقعت نہ رکھتے تھے۔ مستند کتابوں میں بے شمار روایات اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ مشرق نے تمام دنیا کی راہنمائی کی ہے اور تمام مشہور و معروف علم و ہنر مشرق کی سرزمین سے اٹھے اور یہ تمام محققین اسلام سے ہی متعلق تھے۔

ہم، ہنر، ہم دیں، ز خاک خاور است رشک گردوں خاک پاک خاور است
(علم و ہنر اور ادیان مشرق کی خاک کے طفیل ہیں مشرق کی پاکیزہ خاک آسمانوں کیلئے بھی قابل رشک ہے)
علامہ اقبالؒ اپنی قوم کے مسلمانوں سے اپنے اسلاف جیسے کردار پیدا کرنے کی تعلیم دیتے ہیں۔

س گرمی ہنگامہ ہم می باید شش تا نخستیں زنگ و بو باز آیدش
(ایک انقلاب پیدا کرنے والی گرمی کی ضرورت ہے تاکہ وہ پہلے والی شان و شوکت پھر پیدا ہو۔)
اے ز خود پوشیدہ خود را باز یاب در سلمانی حرام است این حجاب

(اے وہ شخص جو اپنی قوتوں سے لاعلم ہے خود کو دوبارہ تلاش کر، ایسے حجاب میں رہنا اسلام میں حرام ہے)
پیش فرعونان بگو حریف کلیم تا کفد ضرب تو دریا را دو نیم
(فرعون جیسے حاکموں کے سامنے مومن علیہ السلام جیسی بات کہو تاکہ تیری ضرب دریا کو دو ٹکڑے ہو جائے)

مردِ مَحکم زورِ لَا تَحْفَظْ مابینِ دایاں سرِ عجیب اُو سرِ کف (منہ ڈرو)
(آزاد مرد تو درِ لَا تَحْفَظ سے مضبوط ہوتا ہے میدانِ جنگ میں ہماری گردنیں تو سر پر ہوتی ہیں مگر وہ پھلی پر اپنی گردنیں لے کر نکلتے ہیں۔)

سُرویں مارا خیر، اُورا نظیر! اُو درونِ خانہ، مابرونِ در
(دین کا بھید ہمارے لئے تو سنی سنائی بات ہے جبکہ انکو مشاہدہ حاصل ہوتا ہے وہ خانہ خدا کے اندر پہنچ گئے مگر ہم ابھی دروازے پر ہیں۔)

روایات تصدیق کرتی ہیں کہ بیشتر اوقات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پہننے کیلئے صرف ایک ہی کپڑے کا جوڑا ہوتا تھا۔ آپ کھجور کی چٹائی پر ہی سو جاتے۔ آپکے گھر میں مٹی کے چند ایک برتنوں کے علاوہ پس مرگ بھی کچھ نہ نکلا۔ آپ کا لباس نہایت سخت اور تکلیف دہ تھا۔ جب آپ نے اس دنیا سے نکل کر مائی فرمائی تو یہی سامان آپکے گھر سے نکلا اور آپکی وصیت کے مطابق آپکو اُسی ایک جوڑے میں دفن کر دیا گیا جو آپکے جسم پر تھا۔ آپ کا طعام بھی ایسا تھا کہ جو عام اور غریب انسان کھاتا۔ آپ کے گرتے پر اسی (۸۰) پیوند بھی لگے ہوئے دیکھے گئے۔ (یہ سب تفصیل بہت طوالت طلب ہے) قابلِ غور بات یہ ہے کہ آپکے زمانے میں بھی عیش و عشرت کے تمام سامان موجود تھے اور مردِ ج ستھے۔ اعلیٰ لباسوں کے علاوہ محلات میں اعلیٰ زیب و زینت کے احباب، شراب خوری، راگ درنگ اور دیگر سامانِ تعیش کی کوئی کمی نہ تھی اور آپ جو چاہتے حاضر خدمت ہو سکتا تھا مگر آپ نے صرف اُس قسم کی زندگی بسر کرنا پسند فرمائی جس کا نمونہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا تھا۔

مقابلہ غور ہے کہ اس قدر بڑی شان و شوکت، دبدرہ و جلال اور صاحبِ مہکت شخصیت رکھنے والے امیر المومنین کا تو یہ حال ہو اور ہمارے وقتوں کا ایک بے حیثیت آدمی دنیا بھر کے عیش و عشرت کا سامان اکٹھا کرنے کا خواہاں ہو اور رات دن اس کوشش میں ہو کہ اعلیٰ مکانات لباس، سواری، فرنیچر، کلر گی دی۔ وغیرہ اس کو جلد از جلد میسر ہو جائیں۔ ایسا ہر شخص اپنے سامانِ تعیش کے حصول کیلئے حرام اور حلال کی کماٹی میں تمیز نہیں رکھتا۔ ہمارے لئے یہ سوچنا ضروری ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر بے شمار صحابہ کرامؓ نے عیش و عشرت کی استطاعت رکھنے کے باوجود ایسی

آرام و آسائش کی زندگیوں کو کیوں نہیں اپنایا۔ اس کا جواب صرف یہی ہے کہ اولاً تو ایک غیور قوم کے لئے ایسا سامانِ تعیش نہ صرف مستحربِ اللہِ خلاق ہے بلکہ موت کا پیغام ہے اور ثانیاً یہ کہ ایسا سامانِ تعیش بننے کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنائے گئے اسلوبِ زندگی کے مخالف اور منافی ہے چنانچہ ضروری اور بے معنی ہے۔

اس تحریر سے مراد یہ نہیں کہ ہم سب اپنے آپ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے معیار تک لے آئیں بلکہ ہمیں اُن جیسی سادگی کو اپنانے کی طرف حتی الامکان کوشش کرنا چاہیئے ہمارے لئے اگر ایسی مجاہدانہ زندگی ممکن نہیں تو نہ سہی۔ زندگی کے سامانِ تعیش میں کچھ تو کمی کر دیں یا کم از کم بے دینی کی زندگی تو نہ گزاریں۔ اسی کمزور ایمان کے ہوتے ہوئے اگر ہمشاہدِ ہاشمہ اور اعلیٰ معیار والی زندگی کو خیر باد نہیں کہہ سکتے تو کم از کم نماز روزہ کی پابندی تو کر لیں آخر قیامت کے دن خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھلائیں گے۔ موجودہ بے دینی کی حالت میں ہم نہ تو کامیاب زندگی بسر کر سکتے ہیں اور نہ ہی آخرت میں فضلِ خداوندی کے لائق ہیں۔ یعنی نہ خدا ہی ملے اور نہ وصالِ منم۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت | ایک روایت جس کو امام غزالی

نے اُحیاء العلوم میں نقل کیا ہے قارئین کیلئے تندریش کی جا رہی ہے ”حضرت حفصہؓ نے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ابا جان! جب مختلف مقامات سے مالِ غنیمت آئے تو آپ اس میں گنہگار اور ملائم لباس جن کو زیب تن فرمایا کریں اور عمدہ لذتِ بیکھانے خود بھی اور اپنے اہل خانہ کو بھی کھلایا کریں آپ نے جواب دیا اے حفصہ! بیوی سے زیادہ تو شوہر کے مال و متاع کی کسی کو خبر نہیں ہوتی اور تم تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے مکمل آگاہی رکھتی ہو تمہیں قسم ہے خدا کی ذرا بتاؤ تو سہی کہ تسنن کے سال جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت میں گزارے تو کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ آپ اور آپ کے اہل بیت کو سیر ہو کر کھاتے تو شام کو فاقے سے رہتے اور اگر شام کو روٹی مل جاتی تو صبح کو بھوکا رہنا پڑتا تھا۔ تم بتاؤ کہ کیا فیج خیبر تک آپ کو سیر ہو کر خرے کھانے ہوئے کئی سال نہ گزر چکے تھے؟ کیا تم اس حقیقت واقف نہیں ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جب سوتے تو کھلی کی دو تہیں کر کے کھانسی پر لیٹ جاتے تھے اور ایک دن کھلی کی چار تہیں کرنے سے وہ زیادہ نرم سی ہو گئی تو دوسرے دن فرمایا کہ اس کی نرمی نے مجھے نمازِ شب محروم

رکھا اور پھر ہمیشہ دو تہیں ہی کیا کرتے تھے۔ تمہیں قسم ہے خدا کی بتاؤ کہ کیا تم نہیں جانتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کپڑے دھوتے اور ادھر بلالؓ اذان دیتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کپڑے خشک ہونے تک باہر نہ نکل سکتے تھے کیونکہ آپ کے پاس وہی ایک جوڑا ہوتا تھا؟ اور کیا تمہیں یاد نہیں کہ بنی ظفر کی ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک چادر اور تہبند بن رہی تھیں اور وہ دونوں کو مکمل کرنے سے پہلے ایک ہی کو ختم کر کے آپ کی خدمت میں بھیج دیا تھا کیونکہ آپ کے پاس پہننے کیلئے کچھ بھی نہ تھا۔ حضرت حفصہؓ نے کہا کہ مجھے ان میں سے ایک ایک بات یاد ہے۔ میں پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ زار و قطار رونے لگے اور ساتھ ہی حفصہؓ کی آنکھوں میں آنسوؤں کا تاننا بندھ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو روتے روتے بے ہوش ہو گئے اور جب ہوش آیا تو فرمایا کہ میرے دو محبوب دوست مجھ سے پہلے جا چکے ہیں (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) اگر میں اپنی کی راہ پر چلوں تبھی اُن تک پہنچ سکوں گا ورنہ مجھے کسی اور راہ پر ڈال دیں گے (چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما دونوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں جگہ ملی۔ ذرا اندازہ کریں کہ اس اعتبار سے ہماری جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام سے کتنی دور ہوگی!) علامہ اقبالؒ ان صحابہ کی پیروی کا حکم دیتے ہیں۔

چوں صبا بر لالہ صحرا گذر
صبا کی طرح صحرا میں کھلے ہوئے لالہ سے گزر جاؤ
در بدن باز آفریں روح عمرؓ
اور بدن میں عمرؓ جیسی روح پیدا کر
بہ قرآن باز خواں اہل نظر را
پھر قرآن سے اہل نظر کو متاثر کر
دگر گوں کرد تقدیر عمرؓ را
حضرت عمرؓ کی تقدیر بدل دی تھی

تازہ کن پیمان صدیقؓ و عمرؓ
(تو بھی صدیقؓ اور عمرؓ جیسا انداز تازہ کر
عصر خود را بنگر اے صاحب نظر
اے صاحب نظر سماں اپنے رٹانے کا جائزہ لے
ز شام ما بردوں آور سحر را
(ہماری شام سے سحر کو پیدا کر
تو می دانی کہ سوزِ قرات تو
(تو جانتی ہے کہ تیرے سوزِ قرات نے

مسلمان کیلئے قرآن سے فراغ ممکن نہیں

اسلام نے مسلمانوں کو الہامی ضابطہ معیات دیا ہے جس میں کوئی کمی یا کمی نہیں اور اگر یہ قوم زندہ رہنا چاہتی ہے تو بقول علامہ اقبال "نیست ممکن جذبہ قرآن زبیتن یعنی اسلام کے بغیر یہ زندگی ممکن نہیں ہے، بلکہ مومن کے لئے تو علامہ نے فرمایا ہے کہ یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن یعنی جس طرح قرآن ہدایت، فلاح اور رحمت کی راہیں کھولتا ہے اسی طرح مومن بھی انہی راہوں کو اجاگر کرتا ہے اور قرآن کی طرح مومن بھی لوگوں کو ہدایت دیتا ہے اسی لئے مومن کو چلتا پھرتا قرآن کہا جاتا ہے مولانا روم فرماتے ہیں کہ گھاس کھانے والے جانور تو فوج لئے جاتے ہیں لیکن نور حق (ہدایت قرآن) سے مستفید ہونے والے قرآن کی طرح ہی ہر زمانے میں زندہ رہتے ہیں۔

۶ ہر کہ کاہ و جو خورد قرباں شود ہر کہ نور حق خورد قرآن شود
(جو بھی گھاس اور جو کھا تا ہے قرباں کا بکرا بن جاتا ہے اور جو نور حق کھا تا ہے قرآن بن جاتا ہے)
علامہ اقبال نے جو قرآن کے متعلق ارشادات قلمبند فرمائے ہیں وہ قوم کی آنکھوں کو روشن کرتے ہیں چنانچہ قرآن کی حکمت اور اسرار کے متعلق ایک روح افرا بیان ہماری تصنیف "سہ ماہی ملت" میں شامل کر دیا گیا ہے۔ یہاں صرف چند اشعار ہی پیش کرنے پر اکتفا کی جا رہی ہے۔

۷ تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کتو کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن قاری نظر آتا ہے حقیقت میں قرآن
قرآن میں ہو غلطہ زن لے مرد مسلمان اللہ کرے تجھ کو عطا قدرت کردار
ز قرآن پیش خود آئینہ آویز دگر گوں گشتہ از خوشن بگریز
(اپنے سامنے قرآن کا آئینہ رکھ۔ اسے بجا حال مسلمان! اپنی حالت سے چٹکے کا راحا صل کر
ترازوئے بنہ کردار خود را قیامت ہائے پیشین را برا نگیز
کے سامنے شریعت کا ترازو رکھو اور اسد فدا کے زمانے کی سی قیامتیں برپا کرو)

تو اگر خواہی مسلمان زیستن نیست ممکن جو بہ قرآن زیستن
(اگر تم ایک مسلمان کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو قرآن کے بغیر ایسا کرتا ممکن نہیں)
حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ کوئی چیز ایسی نہیں کہ جس کو میں قرآن
کا مدد سے تلاش نہ کر سکوں۔ قرآن میں ہے کہ ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ (کائنات
کی کوئی ایسی خشک اور تر چیز نہیں مگر جو روشن کتاب (لوح محفوظ) میں موجود نہ ہو۔ الانعام: ۵۹) کچھ
بزرگ قرآن میں ہر چیز کا وجود ہونا بھی فرماتے ہیں۔ علامہ نے فرمایا۔

صد جہاں باقیست در قرآن ہنوز اندر آیتش یکے خود را بسوز
(ابھی بھی قرآن میں سینکڑوں جہاں (معنی نہیں اس کی آیات میں اپنے آپ کو مکمل طور پر گھلا دو)
اے کہ می نازی بہ قرآن عظیم تاکجا در حجرہ می باشی مقسیم
(اے مسلمان تو قرآن پر ناز تو کرتا ہے لیکن کب تک حجرہ میں مقیم رہے گا)
وہ جہاں اسرار دیں را فاش کن نکتہ شرع میں را فاش کن
(دنیا میں دین اسلام کے اسرار کو فاش کر و غایت شرع میں کو عام کرو)
مثل حق پنہاں وہم پیدا ست این زندہ و پائندہ و گویا ست این
(اللہ کی طرح قرآن مخفی بھی ہے اور ظاہر بھی ہے یہ زندہ و پائندہ اور تکلم بھی کرتا ہے)
اندو تقدیر ہائے غرب و شرق سرعت اندیشہ پیدا کن چو برق
(قرآن میں شرق و غرب کی تقدیریں پوشیدہ ہیں۔ بجلی کی طرح تخیل و فکر پیدا کرو)
علامہ فرماتے ہیں کہ سوائے قرآن میرا کوئی نگہسار نہیں اور میں اس کی
طاقت سے ہی ہر شکل کا دروازہ کھولتا ہوں۔

غیر قرآن نگہسار من نبود قوتش ہر باب را بر من کشود
امیرا غمخوار سوائے قرآن اور کوئی نہیں اس کی قوت نے مجھ پر ہر شکل کا دروازہ کھولا
فقیر قرآن اختلاط ذکر و فکر فکر را کامل نہ دیدم جز بہ ذکر
(قرآن کا فقر کیا ہے؟ ذکر و فکر کا یہیم ہونا فکر (کائنات میں غور) کو میں نے ذکر الہی کے بغیر کامل نہیں دیکھا)
ذکر ذوق و شوق را دادن آدب کار جان آست این، نہ کار کام و لب

(ذکر الہی کیلئے؟ ذوق و شوق کو ادب سکھانا، روح کی اصلاح کا کام ہے نہ کہ صرف زبانی کلام)

چیت قرآن و خواجہ را پیغام مرگ دستگیر بند ملبے ساز و برگ

(قرآن کیلئے؟ سرمایہ داروں کیلئے موت کا پیغام ہے اور بے بال و پر بندوں کی دستگیری کرتا ہے)

عشق رسول ﷺ کے سمندر کو خود میں سمولہ | مذہب اسلام کی تکمیل تو حید اور رسالت سے ہوتی ہے۔ وہ لوگ محض نام کے مسلمان ہیں جو خود

تو عشق رسول ﷺ کے سمندر کے کناروں پر سالہا سال سے بڑے ہوئے ہیں اور اپنے دل میں عشق رسول ﷺ

کو سموتہ نہیں لیتے علامہ نے مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ اس بحر بیکراں میں خود کو ڈال دو اور پھر اس میں موجود

انمول موتیوں اور سریروں سے مالا مال ہو جاؤ۔ زبانِ قاتل سے عشق کا دعویٰ اس وقت تک قابلِ تسلیم

نہیں جب تک عشق رسول ﷺ ظہورِ حال کی رنگینیوں میں نظر نہ آئے۔ آج کا مسلمان اگر ایسا عشق اپنے

قلب و جگر میں پیدا کر لے تو صحابہ کرام جیسی شان اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے علامہ اقبال نے مشنوار

پس چہ باید کردہ میں فرمایا۔

مصطفیٰ بحر است موج او بلند خیز وایں دریا بہ جوئے نولش بند

(مصطفیٰ ایک ایسا بحر ہیں جس کی موجیں بلند ہیں اٹھو اور اس سمندر کو اپنی زندگی کی) ندی میں سمولہ

متے بر ساحلش پیچیدہ و لطمہ ہائے موج او ناویدہ و

(ایک مدت سے تم اس کے ساحل پر پریشاں ہو اس کی لہروں کے تھپڑوں کو تم نے دیکھا ہی نہیں)

یک نماں خود را بہ دریا در فگن تار فلان رفتہ باز آید بہ تن

(کچھ عرصے کیلئے خود کو اس دریا میں ڈال دے تاکہ تمہارے بدن میں سابقہ روانِ پھر سے پیدا ہو جائے)

لے مسلمان جز براہِ حق مرو نامید از رحمتے عامے مشو

(لے مسلمان اللہ کی راہ کے علاوہ کسی راہ پر چلے، اللہ کی عام رحمت (رسول) سے ناامید نہ ہو)

پردہ بگندار آشکارا ثی گزین تابہ لوزد از سجود تو ز بین

(پردے سے نکلو اور خود کو آشکار کر دو تاکہ تیرے سجود سے زمین میں (بھی) لرزہ پیدا ہو جائے)

پابندی صوم و صلوٰۃ | اس کتاب میں اسلام کی ان تمام خوبیوں کو جو عبادات میں موجود ہیں تاریخین کے سامنے پیش کیا گیا ہے اور اس راز کو

واشکاف الفاظ میں ظاہر کیا گیا ہے کہ نماز روزہ کی زندگی سے بیگانہ رہ کر انسان کا میاب زندگی بسر نہیں کر سکتا اور نماز روزہ ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس کو اختیار کرنے سے انسان اسلام کے زینے پر چڑھ کر آخری منزلوں کو بھی ملے کر لیتا ہے۔ ایسے عبادت گزار لوگ اس دنیا میں بھی بامراد اور آخرت میں بھی فائز الممرا کہہ جاتے ہیں دنیا کے مصائب سے دکھی انسانیت کا چھٹکا را اسی بات میں ہے کہ وہ اپنے آقا کی بقاوت کو ترک کر کے اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جائے۔ اس خدائے قدوس نے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری دین دے کر بھیجا ہے فرمایا ہے کہ جب مصائب تمہیں گھیر لیں تو اس کا علاج یہی ہے کہ **وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالْمُحَافَظَةِ** (اور مدد و صبر اور نماز سے)

اگر کوئی شخص اس قدر معلوم کرنے کے بعد بھی بقاوت اور نافرمانی کے اندھیروں میں رہتے ہوئے مشکلات اور مصائب کا شکار رہتا چلا ہے تو اس سے زیادہ اور کسی کی کیا بد بختی ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنے اسلاف کی راہوں پر چلنے کی سہادت عطا فرمائے اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی سلامتی بھیجے جو ہدایت کے راستے پر چلا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔ آمین

وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ کہ آیت میں حق تعالیٰ بندے سے یہ طریق شفقت فرما رہا ہے کہ اپنے رب کی خوشنودی کے لئے اس کے حکم اور بلا پر صبر کر۔ کیونکہ ایمان کی عبادت اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ تو تیرے بلا کا نشانہ نہ بنے۔ اگر تمہیں خدا کے رؤف الرحیم ہونے کا یقین ہو اور غفور الرحیم ہونے پر اذعان ہو اور ذوالفضل العظیم پر ایتقان ہو تو تم پسند کہ درد کو پوشیدہ رحمت سمجھو گے۔ ماں اپنے غلیظ بیٹے کے جسم کو صابون اور گرم پانی سے رگڑ رگڑ کر نہلاتی ہے اور بچہ چختا، چلاتا اور دکھ محسوس کرتا ہے مگر ماں کا مقصد آزار پہنچانا نہیں ہوتا، ڈاکٹر تمہارے کسی عضو کی چیر بھاڑ کرتا ہے اور تم اسے ناپسند کرتے ہو مگر وہ سب کچھ تمہاری شفقت کے لئے کرتا ہے شیخ ابوالحسن شاذلی فرماتے ہیں کہ تمہیں کسی چیر کا نہ دنیا حق تعالیٰ کی طرف سے بخل کی وجہ سے نہیں بلکہ عین رحمت ہے۔

فَقَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا

شَيْئًا وَ يَجْعَلَ

خدا کے نہ دینے کو دنیا وہی سمجھتا ہے جو صدیق ہو

اللہ فیہ خیراً کثیراً (شاید تم کسی چیز کو برا جانو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں خیر کثیر رکھی ہو انسا ۱۵)

یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہداء پر بھی اسی طرح شکر فرماتے جس طرح نعمتوں پر ہر مصیبت میں مومن پر اللہ کی تجلّی نازل ہوتی ہے اور اس سے اُسے ایسی ملاوت نصیب ہوتی ہے کہ غم کی سختی اُس پر نرم ہو جاتی ہے اور اُس کو دکھ محسوس نہیں ہوتا جیسے کہ زلیخا کی ہسیلیوں کو انگلیوں کے کٹنے پر تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ کہتے ہیں کہ شہید کا گردن کٹنے پر اُسے اتنی بھی تکلیف نہیں ہوتی جتنی چوٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔ گویا خدا کے قرب سے ادراکِ اہم مفقود ہو جاتا ہے ایک حدیث شریف میں ہے کہ مصیبتوں سے نفس دب جاتا ہے اور ذلیل و خوار ہو جاتا ہے اور اللہ کی طرف جب متوجہ ہو جاتا ہے تو غم کے سبب نفس کی خامیاں دور ہوتی ہیں۔ اس سے قلب کا تزکیہ، روح کا تجلیا اور انسان کا اعمال صالح ہو جاتے ہیں۔

حضرت معروف کرخی فرمایا کرتے تھے کہ جو اپنے مولا کی ضرب سے لذت نہیں حاصل کرتا وہ سچا غلام نہیں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جب بندہ اللہ سے محبت کرتا ہے تو اُس کو مصیبت میں مبتلا کرتا ہے اور اگر وہ صبر کر لے تو اپنا پسندیدہ بنا لیتا ہے اور اگر راضی رہے تو برگزیدہ بنا لیتا ہے۔

صبر | قرآن میں صبر کے متعلق نوئے مرتبہ ذکر آیا ہے اور فرمایا کہ صابر اللہ کا محبوب اللہ کی معیت میں لوگوں کی امامت و پیشوائی اور خلق کی ہدایت کا منصب دار، لوگوں کے مکرو فریب سے بچنے والا، لوگوں پر غالب آنے والا، اپنے منصب پر فائز ہوئی والا اور اللہ کے وعدوں یعنی دشمن سے نجات اور ملک و حکومت کے پانے کا حقدار بن جاتا ہے۔ صابر کو اللہ تعالیٰ بے شمار اجر دینے والا ہے اور ان شاء اللہ کسی عمل پر بھی فائدہ نہیں ہوا۔ صبر کا ادب یہ ہے کہ شکوہ و شکایت زبان پر نہ آئے البتہ اللہ کے دربار میں عرض کرے جیسے یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔ اِنْصَحَا اَشْكُوَابِي وَحُزْنِي اِلٰی اللّٰهِ۔ (میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ ہی سے کرتا ہوں۔ یوسف ۸۶) صبر کے معنی توافق بالقضا (قسمت پر رضا مند ہونا ہے) اور یہ کہ ہر چیز اُن خسرو کند شیریں بود (جو وہ بادشاہ کرتا ہے نہایت پیارا لگتا ہے) یا دل میں یہ کہے کہ۔

جہاندار داند جہاں داشتند
غموں کا دل پر اثر ہوتا تو ایک قطری بات ہے لیکن اس میں نا انصافی اور

شکوے کا رنگ نہیں ہونا چاہیے۔ اسباب پر نظر ہونا صبر کے منافی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء جلالی بھی ہیں اور جمالی بھی اور اس کی یہ صفات ہر وقت مصرفِ عمل رہتی ہیں اور ایک لمحہ کیلئے بھی معطل اور بیکار نہیں ہوتیں لہذا خیر و شر، رنج و راحت، لذت و اہم، نعمت و بلا ان ہی کی تجلیات کا نتیجہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق بلاؤں میں صبر اور نعمتوں میں شکر قلب انسانی میں ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیتے ہیں۔

اہل صبر کے لئے کائنات کی تسخیر آسان ہو جاتی ہے اور یہ بلاؤں سے مقابلہ اور نعمتوں پر شکر سے ہی ممکن ہے۔

ہے۔ رنج کی طرح شکر کو بھی حق تعالیٰ کی طرف سے سمجھا جائے۔ نعمت کے حصول کے بعد نعمت کا قدر نہیں رہتی اور محسوس نہیں جاتے تو ذکر ہوتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے "قدیر نعمت بعد زوال" یہ بھی کہا گیا ہے کہ "أَلَسَّاصِحْرٌ يَسْتَحِقُّ الْمَزِيدَ" (شاکر نعمتوں میں زیادتی کا مستحق ہے) قرآن میں بھی ہے "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ" (اگر تم شکر کرو تو نعمتوں میں از بھی اضافہ کر دیں گے) حق تعالیٰ سے استعانت حاصل کرنے کے طریقے اس باب کے اوائل میں اور حصہ نماز میں بیان کئے گئے ہیں ہماری تصنیف "روح نماز" میں بھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے بہت سے مضامین شامل کئے گئے ہیں جس کے مطالعہ سے دین پر چلنے کی سعادت کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔ علامہ فرماتے ہیں۔

مرد حق آسمان آفتاب و برق
ہیزم ادھر و دشت و غرب شرق را بیدار
(مرد خدا آسمان سے بھی کی طرح چمکتا ہے، شہر و صحرا اور شرق و غرب اس کا تیرا ہن بولتے ہیں)

شیشہ نمود را بگردوں بستہ طاق

(انسان کا شیشہ رد نے آسمان میں طاق بنایا ہے اور اپنے فکر کی ندنائی جبریل سے چاہتا ہے)

فرشتہ گر چہ بدوں از ظلم افلاک است

(فرشتہ اگر چہ پابندی فطرت سے آزاد ہے، مگر اس کی نگاہ اس بندۂ خاکی کے تماشے پر ہتی ہے)

قربان مشت خاک از نوریاں افروزد

(فرشتہ کہتے ہیں کہ یہ مٹی بھر خاک ایک روز فرشتوں بڑو جائیگی، آدم کی بندی تقیہ سے زمین بھی ایک روز بڑو جائیگی)

اختتامیہ

جو دیا نشان منزل بطریق دین میں نے
ہے بقا اسی میں تیری، اے قوم کے سپاہی

اس کتاب کے مطالعہ کے ساتھ قاری کو اس بات کا احساس ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے اس دنیا میں کس طرز کی زندگی بسر کرنا پسند فرمائی ہے۔ اس کتاب میں اس بات کے متعلق بھی کچھ تفصیل گزری ہے کہ مخلوقات کو تخلیق کرنے کی غرض و غایت کیا ہے اور کائنات کی تخلیق کن مراحل میں سے گزر کر آئی ہے؟ عقل، نقل اور مشاہداتی دلائل سے یہ نکتہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظروں میں کامیاب انسانی زندگی گزارنے کا طریقہ صرف اسلام کا ہی بتایا ہوا راستہ ہے بلکہ اس کے سوا اور کوئی صحیح راستہ ممکن ہی نہیں۔ جہاں اسلام کے راستے پر چلنے سے کمالات کے حصول کی امید دلائی گئی ہے وہاں اسلام مسلمانوں پر چند پابندیاں بھی عاید کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ مسلمان کو اس کی منزل مراد پر پہنچنے سے پہلے اس سے کچھ مشکلات، تکالیف اور مصائب کے برہاشت کر سننے کی بھی توقع رکھتا ہے۔ لہذا وہ شخص جو خدا کا بندہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنے اعمال سے ثابت کر دے کہ وہ اس دنیا کے میش و مشرت کی بجائے خدا کی خوشنودی کو ترجیح دینا چاہتا ہے اور اس کے مقابلہ میں جن طاغوتی، نفسانی اور شیطانی طاقتوں کو تخلیق کیا گیا ہے وہ ان کی غلامی اختیار کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اس امتحان میں صرف وہی شخص کامیابی سے ہمکنار ہو سکتا ہے جس نے اپنی مرضی کو خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق ڈھال لینے کا تہیہ کر لیا ہو۔ یہی ایک بہت بڑی کامیابی ہے اور یہ کامیابی اولیاء کرام کا شعار ہے۔ عام مسلمانوں کے لیے خود کو خدا کی مرضی کے مطابق ڈھال لینے سے مراد سخت مجاہدات کا اختیار کرنا نہیں بلکہ کہ انسان اصولی طور پر صرف دنیا کا ہی ہو کر نہ رہ جائے اور دنیا کو اپنی توجہات کا مرکز نہ بنالے

اور اس کے برعکس اپنے دل کے زاویہ نگاہ کو خدا کی طرف بھی جھکائے رکھے اور یہ تمنا کرتا رہے کہ خدائے گناہوں سے بچا لے اور نیکیوں کی توفیق عطا فرمائے۔ اس طرح کوشش کے تسلسل قائم کرنے سے ایک دن وہ بھی باعمل مسلمان بن سکتا ہے۔

یہ اسلامی زندگی مسلمانوں کو نورانی، وجدانی اور روحانی معیار کی ممتاز بلندیوں پر لا کھڑا کرتی ہے اور ایسی زندگی پر ہی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے دینی اور دنیاوی انعامات کو مخصوص فرمایا ہے۔ اسلامی زندگی پر چٹنا اگرچہ بظاہر ایک عام، شیطانی اور نفسانی زندگی سے ذرا مشکل اور کٹھن نظر آتا ہے مگر ہم پر یہ اللہ تعالیٰ کا کس قدر احسان ہے کہ اُس نے ان راہوں کو بھی ہمارے لیے بہت آسان فرما دیا ہے جیسے سورۃ لیل میں ہے فَسَيَشْرِبُ لِلْيَشْرَىٰ یعنی اگر کوئی شخص اسلامی راہ پر چلنے کی ٹھان لے اور اپنے دل میں اس کی تمنا یا لگن پیدا کر لے تو خدا سے قہر و سخریہ بند دل کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس راز سے عام لوگوں کو ابھی تک آگہی حاصل نہیں ہوئی۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ اگر کوئی اپنے دل میں صرف اسلامی زندگی کی طلب، اضطراب اور لگن پیدا کر لے تو اللہ تعالیٰ کی رحمتیں بڑھ کر اُسے بلیک کہتی ہیں اور اُس کی شفقت اُس کی دستگیری کرتی ہے۔ اس نکتہ میں بندگی اور بندہ پروری کے تمام اصول سمودیئے گئے ہیں۔

اس کتاب میں یہ بات بھی واضح کر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کی پہچان کے لیے شیطان کو اُس کی قوتوں کے ساتھ اس طرح تخلیق کیا ہے کہ یہ شیطان قدم قدم پر خدا کی راہ پر گئے والے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اُس کی اس مخالفت اور مخالفت کا مقصد صرف یہ ہے کہ ان رکاوٹوں کے مقابلے میں مسلمان خدا کے ساتھ اپنی وفاداری کا کچھ ثبوت جہیا کر سکے۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر بندے کی نیت درست ہو تو اللہ تعالیٰ بندے میں ان طاغوتی طاقتوں کے ساتھ مقابلے کی استعداد بھی خود ہی پیدا فرمادیتا ہے۔ چونکہ وہ خود بھی یہی چاہتا ہے کہ میرے بندے شیطان اور جہنم کی گرفت سے محفوظ رہیں، اس لیے اُس نے ایک نہایت آسان شرط عاید کی ہے کہ تم اپنے دل میں شیطان سے میری پناہ مانگتے رہو اور میری محبت کی لگن پیدا کر کے میری بارگاہ میں میری مدد کی جستجو کرتے رہو اگر تم میرے

قرب آنے کی کوشش کرتے رہو گے تو چند دنوں کے بعد ہی تم میری مشفقانہ ہمدردیوں اور رحمتوں کو شیطان سے حفاظت کے لیے اپنی پشت پناہی میں پاؤ گے۔

اسلام کسی شخص کو مسلمان بننے کے لیے سخت مشکلات اور عبادات میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا۔ جو شخص اسلام کے پانچوں ارکان کو عمل کے ساتھ تسلیم کرتا ہے تو وہ بالاتفاق جنت کا حق دار ہے۔ غور کا مقام ہے کہ ان پانچ ارکان میں سے حج تو عمر بھر میں صرف ایک بار (بشرط استطاعت) ہے اور زکوٰۃ بھی سال میں ایک بار (بقدر استطاعت) ہے اور رمضان کے روزے بھی سال میں ایک بار ہوتے ہیں۔ لہذا سارے کا سارا اسلام نماز ہی کے گرد گھومتا ہوا نظر آتا ہے۔ جو شخص پانچ نمازوں کی پابندی اختیار کر لے (اور خود کو کبائر سے بچاتا رہے) اور اپنے ذمے عائد شدہ حقوق میں خیانت نہ کرے (تو وہ یقیناً جنت کا حقدار ہے۔ نماز کی پابندی کرنے والوں کو جو دیگر انعامات دیئے جاتے ہیں ان کا بھی اس کتاب میں ذکر کیا گیا ہے مگر افسوس ہے کہ مسلمان کسی نہ یا صد کو نہیں سنتا۔ وہ دنیا کی معمولی لذتوں کی خاطر اللہ تعالیٰ کے موعود انعامات کو نظر انداز کر دیتا ہے حالانکہ دن بھر کی نمازوں کے لیے آدم گھنٹے سے زیادہ وقت دے کر نہیں۔ یہ بات عقل سے بعید ہے کہ انسان ذرا سی غفلت کے باعث دنیا کے مصائب اور جہنم کے عذاب کو قبول کرنے کے لئے بخوشی راضی ہو جائے۔

زیر نظر کتاب میں نماز کی راہ میں حائل ہونے والی تمام مشکلات کا حل پیش کیا گیا ہے۔ اور اس کا ہر قاری کتاب کے منجیدہ مطالعہ کے بعد نمازی بننے کی سعادت حاصل کر سکتا ہے۔ اس نسخہ کی کیا کی مدد سے ہزاروں لوگ نمازی بن چکے ہیں۔ غفلت سے کام نہ لیں۔ آپ بھی بسم اللہ کریں۔ ذرا سی بات پر خدا کو کیوں ناراض کیا جائے اور خود کو کیوں عذاب میں گرفتار کیا جائے فقہاء کا قول ہے۔

الرَّاضِي بِالْخَيْرِ لَا يَسْتَحِقُّ النَّظَرَ (جو اپنے نقصان پر راضی ہو وہ سختی کا مستحق نہیں ہوتا۔)

دین اسلام کی شاہراہ پر گامزن ہونے کے لیے اس کتاب میں دیئے گئے آسان طریقوں کی نشاندہی حاصل ہو جانے کے بعد بھی اگر کوئی شخص خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر آمادہ نہیں ہوتا تو اسے یہ بات سمجھ لینا چاہیئے کہ مسلمانوں کی موجودہ بد حالی کی تمام تر ذمہ داری اُس پر اور اُس جیسے دیگر مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے اور وہ آسان طریقہ نماز جان لینے کے بعد خدا کی بارگاہ میں اور کیا عذر پیش کریں گے۔ علامہ اقبالؒ نے اپنے کلام کے ذریعے اپنی پوری زندگی مسلمانوں کو اسلام کی طرف رغبت دلانے میں صرف کر دی۔ آپ کے چند پردہ اشعار پیش کیے جا رہے ہیں۔ اُن کے مزید کلام کے لیے ”سرمایہ ملت“ میں ملت اسلامیہ کے چراغ کے مضامین میں ملاحظہ فرمائیں۔

در بدن داری اگر سوز حیات بہت معراج مسلمان در صلوات
اگر تو اپنے بدن میں سوز حیات رکھتا ہے تو یہ جان لے کہ نماز میں ہی مومن کی معراج ہے
کار اقوام و بطل ناید درست از عمل بنما کہ حق در دست تست
قوموں اور ملتوں کے کام اُس وقت تک درست نہیں ہو سکتے جب تک اپنے عمل سے دنیا کو بند دکھا دو کہ تم حق کی راہ پر ہو

در قسم زاد و کلیسا مارید پردہ ناموس مارا بر درید
مسلمان حرم میں پیدا ہوا مگر اب وہ گرجے کا مرید ہے۔ اُس نے تو ہمارے ناموس کا پردہ ہی چاک کر دیا ہے۔

گرچہ دارد لا الہ اندر نہاد از بطون او مسلمانے نہ زاد
(مسلمان اگرچہ اپنے باطن میں لا الہ رکھتا ہے لیکن اُس کے بطن سے ایک بھی مسلمان پیدا نہیں ہوتا)
طرح عشق انداز آمد جان خویش تازہ کن با مصطفیٰ ایمان خویش
عشق کی بنیاد اپنی روح سے شروع کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا ہمہ پیمان تازہ کرو
ہر کہ عشق مصطفیٰ آسمان دوست محروم در گوشہ دامان دوست
دہر وہ شخص جس کے دل میں عشق مصطفیٰ کا آمان ہے تمام محروم برائے اس کے دامن کے ایک کونے میں آجاتے ہیں
اللهم وقنا فی مصائب الامور بحجرت سید یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام
آمین

شجرہ شریف

مسند نقشبندیہ بہار سید اللطیف نقشبندی خاں آستانہ بیرون شریف

”یا الہی خستہ عالم رحم کن بر حسان ما
اتجا دارم بہ درگاہت بنام ^{وہاب} عطا
اتقا دارم ز فضلست نیست جز تو والہا
کال بود احمد محست مدد معاف عطا

دست او گیرم کہ دست خویش او را گفتم ہی
زیر سبب گفتم نہ باشد دست او از تو جدا

حضرت سیدیق و سلمان قاسم و جعفر و دیگر
تو علی بحر عطا ابو یوسف تبرکست بر یکرمست
بحر کرم راستینی یا باستماسی و کلال
پس عبید اللہ زابہ خواجہ درویش اجل
پس مجدد غرورہ الوثقی و شاہ شامہ شید
نغموی محمود خواجہ اولیاء غمہ شاہ
فخر بند عبد النبور و گل محمد شاہ غفور
خواجہ سلطان الملوک و آن نظام الدین شہ
زادہ کابل مخی الدین شہ او نیروی
یا الہی رحم کن بر ما غفیل آل شہاں
نطف فرما بر لطیف دوستاں شام و سحر

بایزید و خواجہ بابو الحسن خورشید فر
عبد عاق غارقت محمود شاہ دادگر
نقشبند عطار و چرخ عشق را تیغ و سپر
خواجہ اکمل و باقی باشند آہ نوبت
خواجہ عبد الباسط و شاہ عبد قادر دیدہ ور
شاہ عنایت عافط احمد و الیان سحر و بر
نلق رابعہ الحیہ عبد العزیز آزمودگر
خواجہ قاسم ہادی بند و جہاں را راہبر
داد علاؤ الدین جہاں عشق را کابل منظر

ختمِ خواجگان

روز جمعہ المبارک بعد نماز عصر و قبل از مغرب پڑھیں

۱۰۰ بار	۶	يَا حَلَّ الْمُشْكَلَاتِ	۱۰۰ بار	۱	بِسْمِ اللّٰهِ شَرِيف
۱۰۰ بار	۷	يَا مُصَيَّبَ الْأَسْبَابِ	*	۲	درود شریف
۱۰۰ بار	۸	يَا مُفْتِخَ الْأَبْوَابِ	*	۳	الحمد شریف
۱۰۰ بار	۹	يَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيثِينَ	۹۰ بار	۴	سورۃ الم نشرح لك
۱۰۰ بار	۱۰	يَا وَاسِعَ الْمُغْفِرَاتِ	۱۰۰۰ بار	۵	سورۃ اخلاص
۱۰۰ بار	۱۱	يَا مُنْزِلَ الْبَرَكَاتِ	۷۰ بار	۶	الحمد شریف
۱۰۰ بار	۱۲	يَا مُجِيبَ الدَّعَوَاتِ	۱۰۰ بار	۷	درود شریف
۱۰۰ بار	۱۳	يَا أَرْحَمَ الرَّحِيمِينَ	۱۰۰ بار	۸	يَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ
۱۰۰ بار	۱۴	درود شریف	۱۰۰ بار	۹	يَا شَافِيَ الْأَمْرَاضِ
			۱۰۰ بار	۱۰	يَا كَافِيَ الْهَمَّاتِ
			۱۰۰ بار	۱۱	يَا دَافِعَ الْبَلِيَّاتِ
			۱۰۰ بار	۱۲	يَا دَافِعَ الدَّرَجَاتِ

الداعی: عبد اللطیف خان نقشبندی

ڈاکٹر محمد مسیحیات لاہور

ایصالِ ثواب برائے خواجگان نقشبند

۱	خواجہ عارف دیوگڑی رحمۃ اللہ علیہ	۱	حضرت ابوبکر مستدین رضی اللہ عنہ
۲	خواجہ بابا سہی رحمۃ اللہ علیہ	۲	خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ
۳	خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ	۳	خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ
۴	پیر پیسہ خواجہ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ	۴	خواجہ عبدالخالق غجدانی رحمۃ اللہ علیہ
۵	خواجہ ابو منصور ترییدی رحمۃ اللہ علیہ	۵	خواجہ ابویوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

(من خدام و دیار نقیہا شریف)

مصنف کی تصنیفات

نام کتاب اور پبلیشر	موضوع
☆ بیعت کی تشکیل اور تربیت : (جنگ پبلشرز، دوبار شائع کر چکے ہیں)	بیعت کا جواز، اس کی اہمیت اور تصوف کے احوال و اشغال پر مدلل گفتگو
☆ حضور قلب : (جنگ پبلشرز سے تیسری بار چھپ رہی ہے)	معارف قلب، خشوع و خضوع، اقبال کا فلسفہ حضور
☆ تہذیب نفس : (پریس میں جانے والی ہے)	خطرات و آفات نفس اور تزکیہ و تصفیہ باطن، دنیائے دنی اور نفس کی حقیقت
☆ رابطہ شیخ : (جنگ پبلشرز سے شائع ہو چکی ہے)	رابطہ شیخ اور تصور شیخ کا جواز، شیخ طریقت سے حاصل ہونے والی روحانی توجہات، کمالات، معاملات اور تصرفات۔
☆ سنت مبارکہ : (شائع ہونے والی ہے)	سنت کا تعارف، مقام، افہام، اقسام، تاریخ، آئینی اور شرعی حیثیت، احیاء اور اجراء سنت کی ترغیب۔
☆ نشان منزل : (پرانا نام نشان منزل جلد اول حصہ اول) پابندی صوم و صلوٰۃ کی اہمیت پیدا کرنے (سنگ میل سے چوتھی بار طبع ہو رہی ہے)	والی کتاب دین کے جیادوی علوم مہیا کرتی ہے۔
☆ روح نماز : (پرانا نام نشان منزل جلد دوم) (فیروز سنز شائع کر چکا ہے)	نماز کے مفصل معارف اور روحانی اسرار ضخامت ۸۰۰ صفحات
☆ سرمایہ ملت : (پرانا نام نشان منزل جلد اول حصہ دوم) (کام جاری ہے)	ملت اسلامیہ کا چراغ، مسلمانوں کا علمی نصاب، سرمایہ قرآن، اقبال اور رومی کی خدمات، مکتوبات لطیف

اخلاقیات پر ایک خوبصورت اور دلچسپ
کتاب

☆ متاعِ اخلاق : (پرانا نام نشان منزل جلد سوم)

تصوف کے علوم اور راہ حق کی تلاش

☆ اسلام اور روحانیت :

(تکمیل کا کام جاری ہے)

ان عقائد کی وضاحت جن پر جملہ

☆ مسلکِ اولیائے امت :

(ہنوز زیر ترتیب ہے)

اولیائے کرام قائم رہے۔

اقبال کے قاری کلام کی فرست جس کی

☆ بیابہ مجلسِ اقبال :

(شیخ غلام علی پبلشرز شائع کر چکے ہیں)

مدد سے علامہ کا کوئی شعر بھی ڈھونڈا

جاسکتا ہے۔

روحانیت جنید و بایزید اور ان کے مقالات

☆ جنید و بایزید :

(ہنوز کام جاری ہے)

واحوال

کلماتِ عشق اور اقبال کا فلسفہ خودی

☆ عقل و عشق اور فلسفہ خودی :

(نسٹلٹک کپیور کمپوزنگ ہو چکی)

قرآن کا روحانی اندازِ کتاب و انفاق

☆ اکتسابِ رزق و انفاق :

(کام جاری ہے)

نوجوانوں کی بے عملی کا خوبصورت حل۔

☆ مسئلہ تقدیر :

(تکمیل کے آخری مراحل میں ہے)

مصنف کے بڑے بھائی جناب

☆ اقبال اور دیگر شعرا : (نقشبندی جائزہ)

کے۔ ایم۔ نیاز کی غیر مطبوعہ تحریروں

(تکمیل کے آخری مراحل میں ہے)

کا مرتب مجموعہ۔ اقبال اور چند دیگر شعرا

پر مفصل اور مفید مغز تحریر۔

مصنف کے نعتیہ کلام کا مجموعہ

☆ ثنائے خواجہ :

(جملہ کاموں کی نگرانی ہو رہی ہے)

اسلامی کتب

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

اسد سلیم شیخ

ادارہ صابری

ڈاکٹر خواجہ معین الدین جمیل

صوفی غلام مصطفیٰ تبسم

مناظر احسن گیلانی

صوفی غلام مصطفیٰ تبسم

مسرت افتخار چودھری

شریاءندیب

پروفیسر رفیع اللہ شہاب

افضال احمد / اعجاز احمد

سید امیر علی

ڈاکٹر علی اصغر چودھری

ڈاکٹر علی اصغر چودھری

ڈاکٹر علی اصغر چودھری

ڈاکٹر علی اصغر چودھری

محمد کلیم آرائیں

محمد کلیم آرائیں

پروفیسر رفیع اللہ شہاب

ہدایت اللہ

چودھری الطاف حسین

ملک ریاض خالد

ڈاکٹر یمن عبدالجید سندھی

ممتاز مفتی

پروفیسر سجاد اللہ قریشی

ہذا جدید دور کے مسائل اور ان کا حل (انعام یافتہ)

(قرآن اور سیرت طیبہ کی روشنی میں)

ہذا رسول اللہ کی خارجہ پالیسی

ہذا رسول خدا کا دشمنوں سے سلوک

ہذا قرآن حکیم کا نظریہ علم

ہذا مسلمانوں کا علم جغرافیہ اور شوق سیاحت

ہذا النبی القاتم ﷺ

ہذا حکمت قرآن

ہذا ماورے جنگ کے افکار اسلام کی نظر میں

ہذا آیات یمانات

ہذا عربی خود سیکھتے

ہذا نام بہتوں کے نام

ہذا اصول شرع محمدی ﷺ

ہذا صحابہ کرام اور عشق حبیب ﷺ کے تقاضے

ہذا نبی اکرم ﷺ کی مسکرائشیں

ہذا الکتاب کے آئینے میں انسان اور اللہ

ہذا قرآن مجید اور پانچ انسانی قوتیں

ہذا رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات و معمولات

ہذا سیرت پاک ﷺ کو نر

ہذا منصب حکومت اور مسلام عورت

ہذا رحمت للعالمین ﷺ کی کتابیاتی جائزہ

ہذا قصاص و دیت

ہذا قانون فوجداری مع قصاص و دیت

ہذا پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں

ہذا بیگ

ہذا سیرت نبوی ﷺ کے منہاج

Rs. 70.00

www.sang-e-meel.com

ISBN 969-35-0701-0



9 789693 507010